www.KitaboSunnat.com
فقہ
کتاب و سُنّت
قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی احکام ومسائل

اللباب
"مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"
اللہ جس سے بھلائی کرنا چاہے، اُسے دین کا فہم عطا کر دیتا ہے
فقہ
کتاب و سنّت
www.KitaboSunnat.com
قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہی احکام و مسائل
تالیف: محمد صبحی بن حسن حلاق
ترجمہ: مولانا عمر فاروق سعیدی
نظر ثانی: مفتی عبدالولی خان
دار السلام
DARUSSALAM

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

• الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 • سویلم فون: 2860422 01
• مندوب الریاض: موبائل: 0503459695 • قصیم (بریدہ): فون / فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
• مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0504296740
• جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
• ینبع البحر فون / فیکس: 3908027 04 • خمیس مشیط فون / فیکس: 2207055 07

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ ہوسٹن: 7220419 713 001 • نیویارک: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

لاہور 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ
فون: 37324034-37240024-37232400 42 0092 فیکس: 37354072 موبائل: 0322-8484569
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com
• غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 37120054 فیکس: 37320703 موبائل: 0321-4439150
• مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن فون: 37846714 موبائل: 0321-4156390
• Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 35692610 موبائل: 0321-4212174
اسلام آباد F-8 مرکز، فون / فیکس: 2281513 موبائل: 0321-5370378
کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 34393936 فیکس: 34393937 موبائل: 0321-2441843

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
حلاق، محمد صبحي بن حسن
اللباب في فقه السنة والكتاب - الاردية / محمد صبحي بن حسن حلاق - الرياض، ١٤٣١ هـ
صفحات: ٧١٢ مقاس: ٢٤×١٧
ردمك: ٠-٧٢-٥٠٠-٩٩٦٠-٩٧٨
١ - الفقه الاسلامي أ. العنوان ديوي ٢٥٠ ١٤٣١/٨٥٨
رقم الإيداع: ١٤٣١/٨٥٨ ردمك: ٠-٧٢-٥٠٠-٩٩٦٠-٩٧٨

مضامین

باب 2

نماز کے احکام و مسائل

مضامین	صفحہ نمبر

باب 5

حج کے احکام ومسائل
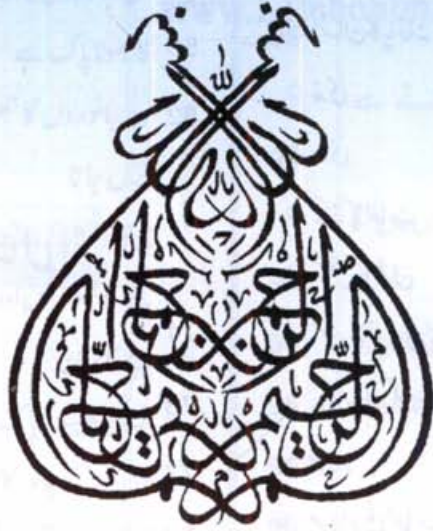
مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
○ صلہ رحمی کے ناتے نادار عزیز و اقارب پر خرچ کریں	503
* علیحدگی کی صورت میں حضانت، یعنی چھوٹے بچے کی پرورش کا مسئلہ	504
○ علیحدگی کے بعد ماں جب تک نکاح نہ کرے، بچے کی پرورش کی وہی مستحق ہے	504
○ ماں کے بعد خالہ مستحق ہے کہ بچے کی پرورش کرے	504
○ ماں اور خالہ کے بعد بچے کی پرورش باپ کے ذمے ہے	505
○ ماں، خالہ یا باپ موجود نہ ہوں تو یہ ذمہ داری دوسرے قرابت داروں پر آتی ہے	505
○ مُمَیِّز و باشعور بچے کو اختیار ہے کہ ماں کے ساتھ رہے یا باپ کے	505
باب 7	
خرید و فروخت کے احکام و مسائل	
* احکام بیع	508
○ بیع، یعنی خرید و فروخت اور تجارت کی مشروعیت	508
○ خرید و فروخت اور ہاتھ کے ذریعے سے کمائی کرنے کی ترغیب	508
○ رزق کی تلاش میں صبح سویرے نکلنے کی ترغیب	509
○ معیشت اور طلب رزق کے معاملے میں میانہ روی کی ترغیب	509
○ خرید و فروخت، تقاضائے دَین اور ادائے واجبات جیسے امور میں نرمی اور نوازش کا رویہ اپنانے کی ترغیب	510
○ تاجروں کو سچائی اپنانے کی ترغیب اور جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے کی ممانعت	510
○ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو انتباہ!	511
○ تجارتی معاملات میں خیر خواہی ملحوظ رکھنے کا حکم اور دھوکے اور ملاوٹ پر انتباہ!	511
* ممنوع بیوع	512
○ شراب، مردار، خنزیر اور مورتیوں کی خرید و فروخت حرام ہے	512
○ کتے کی خرید و فروخت جائز نہیں	512
○ بلی کو بیچنا جائز نہیں	512
○ خون بیچنا حلال نہیں	512
○ جفتی کی قیمت ناجائز ہے	513
○ (ملکیتی زمین میں کنویں، چشمے کا) زائد از ضرورت پانی بیچنا جائز نہیں	513
○ بیع الغَرَر، یعنی وہ خرید و فروخت جو غیر واضح ہو اور خفا، خطر اور جہالت پر مشتمل ہو، جائز نہیں	513
○ کنکری کی بیع	513
○ حبل الْحَبَلَة (حاملہ اونٹنی کے حمل کے حمل) کی بیع جائز نہیں	514
○ مُنَابَذَہ اور مُلَامَسَہ کی بیع جائز نہیں	514
○ تقسیم سے پہلے ہی مال غنیمت	515

مضامین	صفحہ نمبر

باب 8

قسموں کے احکام و مسائل

باب 9

نذروں کے احکام ومسائل

باب 10

کھانے پینے کے متعلقہ احکام ومسائل

باب 11

طب کے احکام و مسائل

باب 15

حدود کے احکام ومسائل

مضامین	صفحہ نمبر
شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ دونوں کو قتل کر دیا جائے	640
○ حیوان سے بد فعلی کی سزا تعزیر ہے	640
○ مملوک غلام کی حد، آزاد کی سزا سے آدھی ہوتی ہے	641
○ جسے بدکاری پر مجبور کیا گیا ہو اس پر حد نہیں	641
* حد قذف (کسی پر زنا کی تہمت لگا دینے کی سزا)	641
○ تہمت لگانے کی حد اسی کوڑے ہے	641
○ تہمت لگانے والا عادل نہیں رہتا حتی کہ توبہ کرے	641
○ تہمت لگانے والے سے حد قذف دو صورتوں میں ٹل سکتی ہے	641
* چوری کی حد	642
* چور پر حد جاری کرنے کی شرطیں	642
○ چور شرعی امور کا مکلف اور صاحبِ اختیار ہو	642
○ عاقل اور بالغ ہونے کی شرط اور اس کی دلیل	642
○ با اختیار ہونے کی شرط اور اس کی دلیل	643
○ چوری شدہ مال بحفاظت رکھا گیا ہو	643
○ چوتھائی دینار مالیت تک کا مال چوری کرنے کی سزا	643
○ چور کا دایاں ہاتھ (پہنچے سے) کاٹ دیا جائے	644
○ چوری کا مقدمہ حاکم مجاز تک پہنچنے سے پہلے صاحبِ مال معاف کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی	644
○ چار صورتوں میں ہاتھ نہیں کٹتا	644

مضامین	صفحہ نمبر
* شراب پینے کی حد	646
○ شراب پینا سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے	646
○ وجوبِ حد کی شرطیں	646
○ شرابی کی حد چالیس کوڑے ہے	646
○ یہ حد اس صورت میں لاگو ہوگی جب مرتکب خود شراب پینے کا اعتراف کرے یا دو عادل گواہ شہادت دیں	646
○ شرابی پر حد اس وقت ثابت ہوگی جب دو عادل گواہ شہادت دیں، چاہے قے کرنے پر	646
○ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کا حکم منسوخ ہے	647
○ ایسی خلاف ورزیاں جن پر کوئی شرعی حد ثابت نہیں، ان پر تعزیر لگانا جائز ہے	647
○ شراب پینے والے کو بد دعا دینا جائز نہیں	648
* حرابہ (راہزنی) پر حد	648
○ حرابہ کی تعریف	648
○ محاربین کو عبرتناک سزا دینے کا حکم	648
○ امام کو حق حاصل ہے کہ محاربین کے ساتھ ایسا سلوک کرے جو اللہ کے دین کی رو سے اصلاح و امن کا باعث ہو	649
○ محاربین گرفتاری سے پہلے توبہ کر لیں تو ان پر حد نافذ نہیں ہوگی	650
* حد قتل کن لوگوں پر نافذ ہوتی ہے؟	650
○ حربی، یعنی وہ کافر جس سے مسلمانوں کا کسی	

باب 16

قصاص کے احکام ومسائل

باب 17

دیت کے احکام ومسائل

باب 18

قضا کے احکام ومسائل

باب 19

جہاد کے احکام ومسائل

عرض ناشر

''اَللُّبَابُ فِي فِقْهِ السُّنَّةِ وَالْكِتَاب'' کے زیرِ عنوان یہ کتاب یمن کے ایک جید اور معروف عالم دین فضیلۃ الشیخ محمد صبحی بن حسن حلاق ﷾ کی صحیح احادیث کی روشنی میں فقہی احکام و مسائل پر مشتمل ایک نہایت مستند تالیف ہے جو عالمِ عرب میں بہت مقبول و معروف ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عمر فاروق بن عبدالعزیز السعیدی ﷾ نے اِس اہم کتاب کا بہت آسان اُردو میں خوبصورت ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب میں ایک سچے مومن کے لیے قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کے تمام طریقے بڑی وضاحت سے پیش کیے گئے ہیں۔ کتاب کا مدعا یہ ہے کہ ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کرے۔ ایسی مسنون زندگی کی پہلی شرط ظاہری اور باطنی پاکیزگی کا حصول ہے۔

فاضل مؤلف نے اس کتاب کا آغاز ہی کتاب الطھارۃ کے عنوان سے کیا ہے۔ اس کے دس ابواب ہیں۔ سب سے پہلے انھوں نے باطنی پاکیزگی پر زور دیا ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ جب تک انسان کفر، شرک اور بدعت کی نجاست سے چھٹکارا نہیں پائے گا، اس کا باطن پاک نہیں ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی پہلی شرط طہارت و پاکیزگی ہے۔ انھوں نے غسل، وضو اور تیمم کے طریقے تفصیل سے بتائے ہیں اور آگاہ کر دیا ہے کہ ناپاکی زائل کرنے کی اصل چیز پانی ہے۔ پانی کس قسم کا ہونا چاہیے؟ کون سا پانی ایسا ہے جو طہارت کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا؟ وہ کون کون سی حالتیں ہیں جن میں غسل اور وضو لازم آتا ہے؟ کھانے پینے کی کون سی چیزیں پاک اور حلال ہیں۔ اور کون سی ناپاک اور حرام ہیں؟ جن خواتین پر مخصوص ایام طاری ہوں، جو زچگی کی حالت میں ہوں یا زچگی سے فراغت پا چکی ہوں ان کے بارے میں شریعت کے کیا احکام ہیں؟ اور انھیں اپنی طہارت و نظافت کے لیے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں؟ یہ تمام باتیں اور ضمناً دیگر بہت سے متعلقہ موضوعات اس باب میں بہ تمام و کمال آ گئے ہیں۔ ہر مسلمان عورت اور مرد اس باب کے مطالعے سے کامل طہارت کے طریقے آسانی سے سیکھ سکتا ہے۔

اس کے بعد فاضل مؤلف نے نماز، زکاۃ اور حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے تعامل

کے بارے میں اس قدر جامع تشریحات کی ہیں جو عام آدمی کو بڑی بڑی تصنیفات سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا پورا نقشہ ایک ایک جز سمیت اتنی صراحت سے پیش کیا ہے کہ اوسط درجے کا تعلیم یافتہ قاری بھی اسے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ فاضل مؤلف نے ان اوقات کی خاص طور پر نشاندہی کی ہے جن میں نماز پڑھنا منع ہے۔ ضمناً یہ بھی بتا دیا ہے کہ جن اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے، انھی اوقات میں کسی میت کی تدفین کی بھی ممانعت ہے۔ نماز کے باب میں اصل ضرورت تعلق مع اللہ اور اخلاص نیت کی ہے۔ جو شخص بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی نماز کو پیش نظر رکھ کر نماز پڑھے گا وہ اس کا بابرکت ثمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ زکاۃ کے باب میں مؤلف نے دیہاتی بھائیوں کے لیے بڑا مفید کام کیا ہے۔ انھوں نے اہم آگہی بخش چارٹ اور جدول بنائے ہیں۔ ان میں مویشیوں کی زکاۃ ادا کرنے کا نصاب درج کر دیا ہے۔ ان چارٹوں کی روشنی میں ہمارے زمیندار بھائی بہت آسانی سے زکاۃ کے بنیادی فریضے سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

نکاح پاکیزہ معاشرے کی اساس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ایسی عورتوں سے شادی کی تلقین فرمائی ہے جو سچی حق پرست اور دیندار ہوں۔ نوجوانوں سے درخواست ہے کہ شادی ضرور کیجیے مگر شادی کے تین نقطے اڑا دیجیے، یعنی شادی سادی کیجیے۔ تیل، مہندی، مایوں، آتش بازی، بھاری جہیز، بَری، بارات، گانے باجے اور ڈھول ڈھمکے کے قریب بھی نہ پھٹکیے، یہ رسمیں ہمارے معاشرے میں ہندوؤں کے زیر اثر رواج پا گئیں۔ لوگ ''ناک'' رکھنے کے لیے بھاری سود پر قرضے لیتے ہیں اور یہ رسمیں ادا کرتے ہیں۔ اس بد رسمی کی وجہ سے ہمارے ہاں بے شمار لوگ مالی بوجھ تلے پچک گئے اور خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے۔ بے شمار غریب بچیوں کے بال سفید ہو گئے۔ ان کے رشتے محض اس لیے نہ ہو سکے کہ ان کے مفلوک الحال والدین بھاری جہیز دینے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ یہ الم انگیز صورتحال ہنوز جاری ہے۔ ان سب ظالمانہ رسومُ کے خاتمے اور صحیح دینی تعلیمات کے مطابق شادی بیاہ کے لیے اس کتاب کے باب النکاح سے رہنمائی حاصل کیجیے۔

اسلام نے سود کو قطعی حرام قرار دیا ہے۔ مگر ہمارے ہاں سارا نظام معیشت سود کی بنیاد پر چل رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی خوفناک جسارت ہے۔ سود کی وجہ سے ہمارے معاشرے پر اللہ کی لعنت بارش کی بوندوں کی طرح برس رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ امیر بھی پریشان ہیں اور غریب بھی دکھی ہیں۔ کسی کو کسی کل چین نہیں۔ ہمارے تجارتی نظام پر ورلڈ بنک کی پالیسیوں کا غلبہ ہے۔ ملاوٹ، جعل سازی، ہیرا پھیری، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری اور دو نمبر گول مال نے ہماری تجارتی منڈیوں کو کباڑے کا بازار بنا دیا ہے۔ الا ماشاء اللہ! آٹے میں نمک کے برابر دیانتدار تاجروں کو مستثنیٰ کر دیجیے اور باقی کاروباری بھائیوں کو دیکھیے، آپ انھیں تجارتی

لین دین کے اسلامی اصولوں سے کورا پائیں گے۔ تاجر بھائی اس کتاب میں تجارت کے دینی احکام غور سے ملاحظہ فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

خواتین ہمارے معاشرے کا نہایت محترم مگر مظلوم طبقہ ہیں۔ ملال یہ ہے کہ وہ والدین کے گھر سے سسرال کی چوکھٹ تک ناانصافی کے سائے میں سفر کرتی ہیں۔ اکثر والدین اپنی بچیوں کے لیے وراثت کا حصہ مختص نہیں کرتے۔ کوئی بچی دبے لفظوں میں اپنا حصہ مانگ بھی لے تو جواب یہ ملتا ہے کہ ہم نے تمھاری شادی پر جو پیسہ لگایا ہے بس وہی تمھارا وراثتی حصہ تھا جو تمھیں مل چکا...... رہے سسرال والے تو ان کی غالب اکثریت بہو کے حقوق گول کر جاتی ہے۔ یہ صریحاً ظلم ہے۔ اور ظالم کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں ہے۔ اس کتاب میں محترم خواتین کے وراثتی حقوق کی مفصل وضاحت کی گئی ہے۔ اسے بغور پڑھیے اور خواتین کو ان کا حصہ دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کیجیے۔

علم اٹل سچائیوں کی جستجو اور ذوقِ آگہی (Self Communication) کا نام ہے۔ سائنس کے علوم اور ٹیکنالوجی کے طلسماتی کمالات نے آج کے انسان کو مادی آسائشیں تو دے دی ہیں مگر بصیرت نہیں دی۔ یہ صرف قرآن وسنت ہی کی تعلیمات کا معجزہ ہے کہ وہ انسان کو بہبود ہی نہیں بصیرت بھی عطا کرتی ہیں۔ اس کتاب کی ہر سطر بصیرت کے نور سے چمک رہی ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کسے کہتے ہیں، تہذیب نفس کے صحیح آداب کیا ہیں، فرد کے سدھار اور سماج کی فلاح کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ فی الجملہ یہ کتاب اسلامی فقہ کا نہایت اہم جامع ومانع مرقع ہے۔ اس پر قرآن وسنت کے استناد کی مہر لگی ہوئی ہے اس لیے یہ ہر طبقے کے احباب کی زیادہ سے زیادہ توجہ کی مستحق ہے۔ ہائی اسکولوں کے اساتذہ کرام، کالج اور یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اور طلبائے عزیز، عدالتوں کے جج اور وکیل، سول اداروں کے حکام، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے صحافی، فوج اور پولیس کے سپاہی اور جرنیل، منڈیوں کے چھوٹے بڑے تاجر، زمیندار، ہاری، پٹواری، پنساری اور بیوپاری غرضیکہ سوسائٹی کے ہر مرد اور عورت کو اس کتاب کا مطالعہ احترام اور التزام سے کرنا چاہیے اور اپنے اپنے دائرۂ عمل میں اللہ کے احکام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے پیارے پیارے طریقے رائج کرنے چاہئیں۔ اس مقصد کے لیے یہ کتاب بہترین Guide Book ہے۔

ممتاز عالم دین مولانا مفتی عبدالولی خان نے اس کتاب پر نظر ثانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ انھوں نے پورے مسودے کو خوب جانچا اور پرکھا ہے۔ وہ فاضل مؤلف کے بیان کردہ مآخذ تک گئے۔ تمام مضامین ومفاہیم کی صحت کا جائزہ لیا۔ انھوں نے جہاں جہاں ضرورت محسوس کی ہے لفظی اور معنوی اغلاط کی تصحیح فرمائی ہے۔ ان کے ترامیم وتوضیحات

کے آثارِ کمال آپ کو جابجا نظر آئیں گے۔ شعبہ فقہ ومتفرقات کے انچارج حافظ محمد ندیم اوران کے رفقاء مولانا مشتاق احمد، مولانا عبداللہ ناصر، پروفیسر منیر احمد رسولپوری، مولانا عبدالرحمٰن اور ڈیزائننگ سیکشن کے اسد علی، ہارون الرشید اور کمپوزنگ سیکشن کے محمد رمضان شاؔد، عبدالواسع اور وسیم کیلانی نے اس کتاب کی تکمیل کے لیے جو محنت کی ہے وہ یقیناً قابلِ تحسین ہے۔

ع...... اللہ کرے ذوقِ ہنر اور زیادہ!

خادم کتاب وسنت
عبدالمالک مجاہد
مینجنگ ڈائریکٹر دارالسلام، الریاض، لاہور

دسمبر 2009ء

حرف اوّل

زندگی کیا ہے؟ اور کس لیے عطا کی گئی ہے؟ ہم نے ان سوالات پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ ہمارے سرمدتوں سے محرابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ہمیں اپنے فرائضِ حیات کا سرے سے کوئی احساس ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں مکافاتِ عمل نے گھیر لیا ہے اور طرح طرح کی پریشانیاں اور مصیبتیں ہمارا مقدر بن گئی ہیں۔

زندگی کی حقیقت اور اس کے بالیدہ مقاصد کے بارے میں ہمارے دین قیم نے 1400 برس پہلے ہی سب کچھ بتادیا تھا اور یہ حقیقت اچھی طرح روشن کردی تھی کہ زندگی کا دِیا اس لیے بخشا گیا ہے کہ ہم خود بھی منور ہو جائیں اور دوسروں کو بھی درخشاں کردیں، یعنی ہم خود بھی اچھے انسان بنیں اور دوسروں کو بھی آگاہی، اچھائی، بھلائی، خیر خواہی اور پارسائی کی راہ دکھا کر اچھا انسان بنانے کی جدوجہد کریں اور انھیں رب العزت کی بندگی اور سماج کی خدمت پر مامور کردیں۔

کتنے مبارک، کس قدر معزز اور محبوب ہیں وہ لوگ جو زندگی کا اصل مقصد سمجھ کر اپنی متاعِ علم وعمل سے ابنائے آدم کی زندگی میں علم وعمل کی مشعلیں روشن کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کی رضا کا تاج پہن لیتے ہیں۔ اس مبارک سلسلے کے جلیل القدر علماء میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، شیخ ابن باز، شیخ عثیمین اور عظیم محدث شیخ البانی رحمہم اللہ ہیں اور انھی عظیم اصحاب علم کی کتب سے استفادہ کرنے والوں میں صنعاء (یمن) کے عالم دین محمد صبحی بن حسن حلاق حفظہ اللہ ہیں، آپ ایک ایسے عالم دین ہیں جو لوگوں کو قرآن وسنت کے علوم سے مالا مال کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب "اللباب في فقه السنة والكتاب" ان کی ایسی ہی ایک سعیِ جمیل کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب مخزنِ علوم ہے جو ایمان کو جلا بخش کر ذوقِ عمل بیدار کرنے کی تاثیر سے لبریز ہے۔

مقدمۂ کتاب اور فہرست مضامین پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کتاب کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ درس وتدریس اور تبلیغ ودعوت میں مصروف حضرات وخواتین اور علوم شرعیہ کے طلبہ کے لیے یہ کتاب انتہائی مفید ہے۔ فقہ اسلامی کے جملہ موضوعات، ان کے صحیح ترین دلائل، مختلف آراء وفتاویٰ میں سے راجح کا انتخاب اور ان کے حوالہ جات کا

اہتمام اس کتاب کی امتیازی خوبی ہے۔اس کی زبردست افادیت کے پیش نظر دارالسلام نے اسے سلیس اردو میں پیش کرکے خوانندگان محترم تک پہنچانے کا فیصلہ کیا۔ اس ضمن میں اس گرانمایہ کتاب کا اردو میں ترجمہ کرنے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی جسے میں نے بساط بھر بطریق احسن پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور یہ کتاب نہ صرف طلبہ، مبلغین اور مدرسین کے لیے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی نفع بخش ثابت ہو اور ان کے قدموں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کردے۔

عمر فاروق بن عبدالعزیز السعیدی السّلفی
شیخ الحدیث: جامعہ مراۃ القرآن والحدیث، واربرٹن (ننکانہ)
(سابق مدیر التعلیم وعمید کلیۃ الحدیث الشریف، جامعہ ابی بکر الاسلامیہ، کراچی)

مقدمۂ مؤلف

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد کرتے، اسی سے مدد چاہتے اور معافی مانگتے ہیں۔ ہم اپنے شرور نفس اور اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔''[1]

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کرکے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور رشتے توڑنے سے ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔''[2]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ وہ تمھارے عمل درست کردے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔''[3]

اما بعد:

[1] آل عمرٰن 3:102. [2] النسآء 4:1. [3] الأحزاب 33:70,71.

بلا شبہ سب سے بڑی صداقت اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت، محمد ﷺ کی سیرت ہے۔ سب سے برے کام وہی ہیں جو دین میں نئے ایجاد کردہ ہیں، دین میں ہر نئی بات بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں جھونکنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾

"پھر ان کے ہر فرقے میں سے ایک گروہ دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لیے کیوں نہیں نکلتا۔" [1]

حُمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

«مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَّاللهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى أَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ»

"اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ عطا کرنے والا اللہ ہی ہے اور یہ امت اللہ کے امر (دین) پر قائم رہے گی، اس کے مخالف اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے حتی کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے۔" [2]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»

"جس شخص سے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرما لے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔" [3]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

---

[1] التوبۃ 122:9.
فقه: (باعتبار لغت) حاضر معلوم علم کے ذریعے سے نامعلوم غائب علم تک پہنچنا، فقہ کہلاتا ہے، بنابریں علم کے مقابلے میں فقہ اخص، یعنی زیادہ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا﴾ "چنانچہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ہو، یہ اسے سمجھنے کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔" (النسآء 78:4) اور اصطلاحًا فقہ سے مراد "احکام شریعت" کا علم ہے۔ عربی میں: فَقُهَ الرَّجُلُ فَقَاهَةً جب آدمی فقیہ بن جائے۔ فقِهَ/فَقِهَهٗ فہم کے معنی میں، یعنی جب وہ کوئی بات سمجھ جائے۔ تَفَقَّهَ: جب وہ اس کے درپے ہو اور اس میں ماہر ہو جائے۔ اسی معنی میں یہ آیت کریمہ: ﴿لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ (التوبۃ 122:9) ہے۔ (مفردات ألفاظ القرآن للراغب الأصفهاني، ص: 643,642)

[2] صحيح البخاري، العلم، باب من يرد الله به خيرًا يُفَقِّهْهُ في الدين، حديث: 71، وصحيح مسلم، الزكاة، باب النهي عن المسألة، حديث: 1037. [3] [صحيح] جامع الترمذي، العلم، باب إذا أراد الله بعبد خيرًا فقهه في الدين، حديث: 2645، ومسند أحمد: 306/1.

’’اللہ ان لوگوں کو درجات کے لحاظ سے بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا۔‘‘ [1]
یعنی اللہ تعالیٰ صاحب علم مومن کو بے علم مومن پر دنیا میں فوقیت اور سربلندی عطا فرماتا ہے، اسے بڑی اچھی شہرت سے نوازتا ہے اور وہ آخرت میں بہت زیادہ ثواب پائے گا جو اس کے لیے جنت میں بلندیٔ درجات کا باعث ہوگا۔ [2]

عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مقام عُسفان میں ملے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ کا گورنر مقرر کیا ہوا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ اہل وادی کا عامل کسے بنا کر آئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ابن ابزیٰ کو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون ابن ابزیٰ؟ کہا کہ ہمارے موالی (آزاد کردہ غلاموں) میں سے ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے ان پر اپنا نائب ایک غلام کو بنا دیا ہے؟ جناب نافع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ قرآن کریم کا قاری (اور عالم) اور علم وراثت کا ماہر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہی بات ہے تو سن لو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا ، وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ»

’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو سربلندی دیتا ہے اور اسی کے ذریعے سے کچھ دوسروں کو نیچا کر دیتا ہے۔‘‘ [3]

اور اہل علم اللہ عزوجل کی توحید کے گواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے (اس کا اعتراف کرتے ہوئے) فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾

’’اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں اور اہل علم نے بھی (گواہی دی ہے) درآں حالیکہ وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے۔‘‘ [4]

اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی گواہی کو اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔ اس میں اہل علم کی بڑی قدر افزائی، شرف اور فضیلت ہے۔ اہل علم وہ لوگ ہیں جو ہر زمان و مکان میں قائد اور سردار رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور اس کی طرف پھیرنے والے ہیں، اللہ کی نافرمانی اور مخالفت کے سنگین نتائج سے خبردار کرنے والے اور بلاخوف وخطر اعلان حق کرنے والے ہیں۔

[1] المجادلة 58: 11. [2] زاد المسير في علم التفسير، المجادلة 58: 11. [3] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه......، حديث: 817. عُسفان، مکہ مکرمہ اور جُحفة مکہ کے درمیان ایک منزل اور گھاٹ کا نام ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں شدید سیلاب آتے تھے۔ (معجم البلدان: ع، س، ف) [4] آل عمرٰن 3: 18.

قارون کے مال اور جاہ و جلال سے مرعوب ہو کر جب لوگ آزمائش میں پڑ گئے اور تمنا کرنے لگے کہ کاش! انھیں بھی قارون کی طرح مال و دولت حاصل ہو تو علماء نے انھیں سمجھایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾

''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، انھوں نے کہا: افسوس تم پر! اس شخص کے لیے اللہ کا ثواب بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے۔'' [1]

لہٰذا جو شخص دنیا اور آخرت میں فلاح کا آرزومند ہے تو اسے چاہیے کہ اخلاص نیت سے علم اور دین میں رسوخ حاصل کرے۔ نبی ﷺ نے اس بارے میں نیت کی خرابی سے بہت ڈرایا ہے۔

* سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» يَعْنِي: رِيحَهَا.

''جس نے کوئی ایسا علم حاصل کیا جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے، مگر اس کی غرض یہ رہی کہ اس کے ذریعے سے دنیا کا مال و اسباب کما لے تو ایسا آدمی قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔'' [2]

* سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار ان فتنوں کا ذکر کیا جو آخر زمانے میں ہوں گے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: اے علی! یہ فتنے کب واقع ہوں گے؟ انھوں نے جواب دیا:

«إِذَا تُفُقِّهَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ، وَتُعُلِّمَ الْعِلْمُ لِغَيْرِ الْعَمَلِ، وَالْتُمِسَتِ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ»

''جب فقاہت حاصل کی جائے گی مگر دین کے لیے نہیں، علم حاصل کیا جائے گا مگر عمل کے لیے نہیں اور آخرت والے اعمال کے ذریعے سے دنیا طلب کی جائے گی۔'' [3]

* سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلَا لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ، وَلَا تَخَيَّرُوا بِهِ الْمَجَالِسَ. فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، فَالنَّارُ النَّارُ»

[1] القصص 28:80. [2] [صحيح] سنن أبي داود، العلم، باب في طلب العلم لغير الله، حديث: 3664، وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، حديث: 252. [3] [أثر صحيح] المصنف لعبدالرزاق: 11/360، حديث: 20743، والمستدرك للحاكم: 4/451، حديث: 8392، وصحيح الترغيب و الترهيب، حديث: 107.

''علم اس غرض سے نہ حاصل کرو کہ اس کے ذریعے سے دوسرے علماء پر فخر کرو، یا بیوقوف لوگوں کے ساتھ جھگڑے کرو، یا اس کے ذریعے سے مجالس میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرو، جس نے ایسا کیا تو (اس کے لیے) آگ ہے آگ!'' [1]

* ایک اور حدیث میں ان تین آدمیوں کے لیے بڑی سخت وعید آئی ہے، جن کے اعمال ریا کاری نے خراب کر دیے اور انھیں مخلص لوگوں کی صف سے نکال کر جھوٹے نمائشی لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ (اَللّٰھُمَّ! أَجِرْنَا مِنَ النَّارِ)

«رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ. قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ»

ان میں سے ایک ''وہ آدمی ہوگا جس نے خود علم حاصل کیا، دوسروں کو سکھایا اور قرآن بھی پڑھتا رہا، چنانچہ اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کرائے گا، وہ ان کا اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا، اوروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس غرض سے علم حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے، تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے، چنانچہ وہ کہہ دیا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قیامت کے ہولناک مناظر میں سے ایک نہایت خوفناک منظر بیان فرمایا ہے جس کا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جن کا عمل ان کے علم کے منافی اور خلاف ہے۔

* جناب ابووائل سے روایت ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے:

«يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: يَا فُلَانُ! مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ

[1] [صحیح] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، حديث: 254، وصحيح ابن حبان (الإحسان): 147/1، حديث: 77، والمستدرك للحاكم: 86/1، حديث: 292، و صحيح الترغيب و الترهيب، حديث: 105,104.

[2] صحيح مسلم، الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة......، حديث: 1905.

كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ»

''ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو آگ میں اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح چکر کاٹے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے اردگرد گھومتا ہے۔ جہنمی لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے: اے فلاں شخص! کیا بات ہے؟ کیا تو ہمیں نیکی کا حکم نہ دیا کرتا تھا اور برائی سے نہ روکا کرتا تھا؟ وہ کہے گا: میں تمھیں تو نیکی کی تلقین کرتا تھا مگر خود نہیں کرتا تھا، تمھیں برائی سے روکتا تھا مگر خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔'' [1]

* جناب لقمان بن عامر سے مروی ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: مجھے اپنے رب سے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ مجھے قیامت کے دن مخلوقات کے سامنے بلائے اور کہے: اے عویمر! (یہ ان کا نام ہے) میں کہوں گا: میں حاضر ہوں اے میرے رب! اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا ہے؟ [2]

کسی صاحب نے خوب کہا ہے:

اِعْمَلْ بِعِلْمِكَ تَغْنَمْ أَيُّهَا الرَّجُلُ
لَا يَنْفَعُ الْعِلْمُ إِنْ لَّمْ يَحْسُنِ الْعَمَلُ

''اے جواں مرد! اپنے علم کے مطابق عمل کر فائدے میں رہے گا، اگر عمل اچھا نہ ہوا تو علم کا کیا فائدہ؟''

وَالْعِلْمُ زَيْنٌ وَّتَقْوَى اللهِ زِينَتُهُ
وَالْمُتَّقُونَ لَهُمْ فِي عِلْمِهِمْ شُغُلُ

''علم ایک حسن ہے اور اللہ کا تقویٰ اس کی زینت ہے اور متقی لوگ اپنے علم ہی میں مشغول رہتے ہیں۔''

وَحُجَّةُ اللهِ يَا ذَا الْعِلْمِ بَالِغَةٌ
لَا الْمَكْرُ يَنْفَعُ فِيهَا وَلَا الْحِيَلُ

''اے صاحب علم! اللہ کی حجت بڑی مضبوط ہے، اس کے مقابلے میں کسی قسم کا کوئی مکر یا حیلہ نہیں چلے گا۔''

[1] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث: 3267، وصحيح مسلم، الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله، حديث: 2989. [2] [أثر صحيح] شعب الإيمان للبيهقي: 299/2، حديث: 1852، وسنن الدارمي: 71/1، حديث: 269.

تَعَلَّمِ الْعِلْمَ وَاعْمَلْ مَا اسْتَطَعْتَ بِهِ
لَا يُلْهِيَنَّكَ عَنْهُ اللَّهْوُ وَالْجَدَلُ

”علم حاصل کرو اور جس قدر ہو سکے اس پر عمل کرو، تجھے مقدس کام سے کوئی اور مشغلہ یا لڑائی جھگڑا ہرگز غافل نہ کر دے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے تمام اوامر ونواہی میں آپ کی کامل اتباع کو تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

”اور اللہ کا رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے منع کرے تو اسے چھوڑ دو۔“

یعنی مالِ فے (وغیرہ) میں سے تمھیں جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ عنایت فرمائیں، اسے حلال سمجھتے ہوئے لے لو اور جس کے لینے سے منع کر دیں اس سے باز رہو۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ﴾ ”اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو“ [1] یعنی مالِ فے (وغیرہ) کے معاملے میں ﴿اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی سخت سزا دینے والا ہے“ یعنی اگر تم نے وہ عمل کر لیا جس سے تمھیں رسول اللہ ﷺ نے منع کیا۔

سیاق کے اعتبار سے آیت کے یہ اصلی معنی ہیں مگر یہ اپنے معنی اور مفہوم میں عام ہے، یعنی ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ پیش فرمائیں اسے تسلیم کرو اور لے لو، خواہ امر ہو یا نہی، قول ہو یا فعل۔ قرآنی آیات میں سبب نزول اگرچہ خاص ہوتا ہے مگر اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے۔

الغرض یہ آیت کریمہ صریح نص ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس لائے ہیں اور آپ نے ہم تک پہنچائی ہے، خواہ وہ احکام ہوں یا کچھ اور، کتاب اللہ میں مذکور ہوں یا سنت میں، جب اس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف صحیح ثابت ہو جائے تو اسے قبول کرنا فرض و لازم ہے۔ اسی طرح جن چیزوں سے آپ نے منع فرمایا ہے، ان سے اور ان تمام غلط کاموں سے جن کا بیان کتاب و سنت میں آ گیا ہے، باز رہنا فرض ہے۔ [2]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا: ”لعنت کی ہے اللہ نے جسم گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر، (چہرے سے) بال نوچنے والیوں اور نچوانے والیوں پر اور حسن کی خاطر اپنے دانتوں کو کھرچنے والیوں پر، جو اللہ کی خلقت کو تبدیل کرتی ہیں۔“ یہ بات بنو اسد کی ایک عورت نے سنی جس کا نام ام یعقوب تھا۔ یہ خاتون قرآن پڑھا کرتی تھی۔ وہ ان کے پاس آئی اور کہنے لگی: یہ کیا حدیث ہے جو میں نے آپ کے حوالے سے سنی ہے

[1] الحشر 7:59. [2] الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحشر 7:59.

کہ آپ نے جسم گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر، (چہرے سے) بال نوچنے والیوں اور نچوانے والیوں پر اور حسن کی خاطر اپنے دانتوں کو کھرچنے والیوں پر لعنت کی ہے، جو اللہ کی خلقت کو تبدیل کرتی ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، حالانکہ یہ بات اللہ کی کتاب میں ہے۔ وہ عورت کہنے لگی: میں نے سارا قرآن پڑھا ہے، مجھے تو اس میں یہ بات کہیں نہیں ملی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر تو نے قرآن کریم پڑھا ہوتا تو یقیناً یہ بات پا لیتی، اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

”اور اللہ کا رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے منع کرے تو اسے چھوڑ دو۔“ [1]

پھر وہ عورت کہنے لگی: ان ممنوعہ باتوں میں سے کچھ چیزیں تو تمھاری بیوی میں بھی پائی جاتی ہیں۔ انھوں نے کہا: جاؤ اور دیکھ لو، چنانچہ وہ عبداللہ کی بیوی کے ہاں گئی مگر کوئی ایسی چیز نہ پا سکی جس کی ممانعت کی گئی تھی، پھر وہ عبداللہ کے پاس لوٹ آئی اور کہنے لگی: میں نے آپ کی اہلیہ میں کوئی ممنوعہ چیز نہیں دیکھی تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس میں کوئی ایسی ممنوعہ بات ہوتی تو ہم اس سے باہمی تعلقات نہ رکھتے (بلکہ اسے طلاق دے دیتے)۔“ [2]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ﴾

”پھر اگر تم باہم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔“ [3]

یعنی اے مومنو! اگر تمھارا کسی دینی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ کی طرف لوٹاؤ، یعنی کتاب اللہ سے اللہ کا حکم معلوم کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان سے اس کا حکم معلوم کرو، اگر وہ وفات پا جائیں تو ان کی سنت میں تلاش کرو۔

* سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ، وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ»

[1] الحشر 7:59. [2] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم فعل الوصلة والمستوصلة......، حديث: 2125. [3] النسآء 4:59.

''میں نے تمھیں جس چیز سے روکا ہے اس سے باز رہو اور جس کا حکم دیا ہے اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو۔ تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہو گئے کہ وہ سوالات بہت اٹھاتے تھے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرتے تھے۔'' [1]

* ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ: لَا نَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ»

''میں تم میں سے کسی کو ہرگز ایسا نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہو، اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی بات پہنچے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو تو وہ کہنے لگے: ہمیں نہیں معلوم، ہم تو کتاب اللہ (قرآن) میں جو پائیں گے اسی کی اتباع کریں گے۔'' [2]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾

''لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں کوئی آزمائش آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب آ لے۔'' [3]

* ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰى قَوْمًا فَقَالَ: يَا قَوْمِ! إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ، وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ، فَالنَّجَاءَ. فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلٰى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ، فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ، وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ»

''میری اور اس چیز کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، اس آدمی کی طرح ہے جو ایک قوم کے پاس

[1] صحيح مسلم، الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله......، حديث: 1337 بعد الحديث: 2357. [2] [صحيح] سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث: 4605، وجامع الترمذي، العلم، باب مانهي عنه أن يقال عند حديث رسول الله ﷺ، حديث: 2663، وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب تعظيم حديث رسول الله ﷺ......، حديث: 13، و صحيح الجامع الصغير، حديث: 7172. [3] النور 24:63.

آیا اور کہا: اے میری قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، میں تمھیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، لہٰذا تم جلدی سے نکل بھاگو! تو اس کی قوم میں سے ایک طبقے نے اس کی بات مان لی اور وہ شروع رات ہی نکل گئے، اطمینان سے چلتے رہے اور نجات پا گئے، اور ان میں سے ایک گروہ نے اسے جھوٹا سمجھا، وہ اپنی جگہوں پر اڑے رہے، صبح کو لشکر نے حملہ کر کے انھیں ہلاک اور نیست و نابود کر ڈالا۔ یہی مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لایا ہوں اس کی پیروی کی اور اس فرد کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار نبی ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾

''اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' [2]

* ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ: «مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى»

''میری ساری امت جنت میں داخل ہو جائے گی مگر جس نے انکار کر دیا۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کون ہے جو انکار کرے گا؟ فرمایا: ''جو میری اطاعت کرے گا، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو وہی انکار کرتا ہے۔'' [3]

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ نبی ﷺ جس چیز کی دعوت دیں اسے قبول کر لیا جائے، چنانچہ فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ ﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (کی بات) کو قبول کرو جب وہ تمھیں اس (امر) کے لیے بلائے جو تمھیں زندگی بخشتا ہے۔'' [4]

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے یہ بات کسی طرح جائز نہیں رکھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی حکم یا امر کی خلاف ورزی کریں، فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللهﷺ، حديث: 7283، وصحيح مسلم، الفضائل، باب شفقتهﷺ على أمته……، حديث: 2283. [2] آل عمرٰن: 3:132. [3] صحيح البخاري، الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللهﷺ، حديث: 7280. [4] الأنفال 8:24.

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں کوئی اختیار (باقی) رہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں جا پڑا۔" [1]

اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے مواقع پر رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾

"اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے اور اگر ان کے لیے حق (فائدہ) ہو تو وہ اس کی طرف فرمانبردار ہو کر چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے یا وہ شک میں پڑے ہیں یا انھیں اس بات کا خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے؟ (نہیں) بلکہ وہ لوگ خود ہی ظالم ہیں۔" [2]

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ان لوگوں کے ایمان کی نفی کی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام تنازعات میں حاکم تسلیم نہ کریں، چنانچہ فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾

"(اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ آپ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں حاکم نہ مان لیں، پھر (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ) یہ اپنے دلوں میں اس فیصلے کے بارے میں کوئی کھٹک بھی محسوس نہ کریں جو آپ نے کیا ہے اور اسے خوشی خوشی تسلیم کر لیں۔" [3]

الغرض سنت نبویہ، قرآن کریم کے مجمل ارشادات کی وضاحت، مشکل مقامات کی تفسیر اور عام کی تخصیص کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] الأحزاب 36:33. [2] النور 24:48-50. [3] النسآء 4:65.

﴿ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴾

’’اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا اور شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔‘‘ [1]

رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہی آپ کا بیان اور آپ کی تفسیرِ قرآن ہیں۔ مزید برآں یہ بات تو ثابت ہے کہ ان احادیث کو قبول کرنا اور ان کے مطابق عمل کرنا ہم سب پر فرض ہے۔

ہم پر لازم ہے کہ اس بات کو یقینی طور پر جان لیں کہ ہم تبھی راہ مستقیم پر قائم رہ سکیں گے اور باطل کی گھاٹیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بچ جائیں گے جب ہم کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کو نہایت مضبوطی سے تھام لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ» فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي»

’’اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، عنقریب میرے پاس اللہ کا پیامبر (ملک الموت) آنے والا ہے تو میں اس کا پیام قبول کرلوں گا، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: [2] ان میں سے پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے، لہٰذا تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔‘‘ (راوی حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) آپ نے کتاب اللہ کے متعلق بہت شوق دلایا اور اس کی ترغیب دی، پھر (تین مرتبہ) فرمایا:

’’اور میرے اہل بیت! [3] میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔‘‘ [4]

[1] النحل 16:44. [2] آپ نے کتاب اللہ اور اہل بیت کو ثقلین (دو بھاری چیزوں) سے موسوم فرمایا، کیونکہ ان کا قبول کرنا اور ان کے مطابق عمل کرنا بھاری کام ہے یا ان کی شان اور عظمت کی تفخیم مراد ہے۔ (النہایۃ لابن الأثیر: ث ق ل). [3] کیونکہ اہل بیت نے نبی ﷺ کی سنت کے علاوہ کسی اور چیز پر کبھی عمل نہیں کیا، لہٰذا ان کی طرف نسبت یا تو ان کے عمل کی وجہ سے ہے یا ان کے اختیار واستنباط کی بنا پر ہے اور اسی وجہ سے اس حدیث میں قرآن کے مقابلے میں اہل بیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ [4] صحیح مسلم، فضائل ◄◄

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَّا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا : كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ ﷺ»

''اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے (وہ چیز ہے:) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔'' [1]

لہٰذا جس نے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی، وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا اور بہت بڑے خسارے سے دوچار ہوا اور جس نے کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام لیا، اس نے ایک مستحکم کنڈا پکڑ لیا اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر سے بہرہ ور ہوا۔ [2]

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین نے معروف طریقے اختیار کیے ہیں جنھیں روبہ عمل لانا کتاب اللہ کی تصدیق، اللہ کی اطاعت اور اللہ کے دین کی تقویت ہے۔ کسی کو ان میں تغیر و تبدل کا ہرگز کوئی حق نہیں بلکہ جو ان کی مخالفت کرے، اس کی رائے کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ جس نے ان کی پیروی کی وہی ہدایت یافتہ ہے، جس نے ان کے ذریعے سے مدد حاصل کی وہی منصور و مظفر ہے اور جس نے ان کی مخالفت کی اور مومنوں کی راہ چھوڑ کے غیروں کی راہ اختیار کی تو اللہ اسے ادھر ہی موڑ دے گا جدھر اس نے منہ کیا ہے اور اسے جہنم میں داخل کرے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔'' [3]

امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے: ''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص پر رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہو جائے تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کسی بھی انسان کے قول کی خاطر سنت ترک کر دے۔'' [4]

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو اس کے مقابلے میں کسی کا قول قابل اعتبار نہیں۔'' [5]

الغرض جب حصول علم کی اس قدر ترغیب آئی ہے اور طلبہ اور اس علم کے محتاج دیگر لوگوں کو تحصیل علم کے لیے

◄◄ الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، حديث: 2408. حدیث الثقلین کی شرح کے سلسلے میں مولانا محمد نافع کی تصنیف لطیف انتہائی دلنشین کتاب ہے جو اسی نام سے شائع ہوئی ہے۔ (مترجم) [1] [صحيح] المستدرك للحاكم: 93/1، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 4/355-361. [2] دیکھیے: الشفاء بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض: 2/542-554 و559-562، والفقيه و المتفقه للخطيب البغدادي: 1/274,275. [3] الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: 2/555. [4] إعلام الموقعين لابن القيم رحمہ اللہ: 2/250. [5] إعلام الموقعين لابن القيم رحمہ اللہ: 2/250.

محنت اور جدوجہد کرنے اور نہایت صدق و اخلاص سے اس پر عمل پیرا ہونے پر ابھارا گیا تو اپنے رب سے ثواب کے شائقین اس کام پر ٹوٹ پڑے، اللہ سے ڈرنے والوں نے علوم دین میں بڑی مہارت اور بصیرت حاصل کی اور اپنے اوقات کا سارا سرمایہ اسی پر لگا دیا بلکہ وہ گھروں سے نکل پڑے حتی کہ ان کے قدم پھٹ پھٹ گئے اور انھوں نے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کیں۔ بالآخر ان کی یہ عظیم محنتیں، پختہ عزائم اور تخلیقی صلاحیت کی حامل عقول بڑے حیرت انگیز انداز میں ثمر بار ہوئیں۔ اسلامی علوم عالیہ کے مکتبوں میں علوم وفنون کی گوناگوں عظیم اور دلکش کتابیں نظر آنے لگیں اور ان کی اس قدر بہتات ہوئی کہ ان سے شرق وغرب کی وسعتیں بھر گئیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ان مقربین کی محنت قبول فرمائے، آخرت میں انھیں اعلیٰ مقامات سے نوازے اور اس میں سے ایک وافر حصہ ہمیں بھی نصیب کر دے۔ ہماری، ہمارے والدین، مشائخ، محسنین اور جمیع مسلمان مرد و خواتین کی مغفرت فرمائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ دعائیں سننے والا، بڑا صاحب جود وکرم ہے۔

میں ناچیز فقیرِ رحمتِ رب العالمین نے بھی اس جماعت کے ڈولوں کے ساتھ اپنا ڈول ڈال دیا ہے، باوجودیکہ میں نہایت عاجز اور ضعیف ہوں، فرصت بھی میسر نہیں ہے۔ میں کسی سند، شہادت یا لقب کی طلب نہیں رکھتا بلکہ اصل طلب اس ثواب کی ہے جو اللہ نے اپنے ان بندوں کے لیے مقدر فرمایا ہے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے ہیں اور ڈر ہے اس عذاب شدید کا جو علم چھپانے والوں کے لیے تیار ہے۔ اسی طرح اس دین کی خدمت مقصود ہے جس کے باعث اللہ نے ہمیں عزت بخشی ہے۔ میں تو دعوت الی اللہ کے مبارک عمل میں حصے دار بننا چاہتا ہوں، اس فضیلت کی چاہت ہے جو اعلائے کلمۃ الحق میں رکھی گئی ہے اور جہالت اور جنود باطلہ کا مقابلہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ باطل کا کلمہ مٹ جائے اور اللہ اور اس کے رسول کی بات سمجھنے کا دریچہ کھل جائے، تمام مسلمان کتاب وسنت پر اکٹھے ہو جائیں اور باہمی اختلافات اور مذہبی فرقہ بندیوں کی جڑ کٹ جائے۔

چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے لیے ان کی فقہ آسان صورت میں ان تک پہنچے، عبارت واضح اور انداز بیان آسان ہو، کوئی پیچیدگی نہ ہو، فنی اصطلاحات سے حتی الامکان گریز ہو، ایسے فرضی مسائل جو کبھی ظہور ہی میں نہیں آئے، ان سے بچا جائے۔ غرضیکہ ہر وہ چیز جو ایک مسلمان کو فقہ اسلامی میں درکار ہو سکتی ہے، پیش کر دی جائے۔ انھی مقاصد کے پیش نظر میں نے اپنی یہ کتاب ترتیب دی ہے اور اس کا نام «اَللُّبَابُ فِي فِقْهِ السُّنَّةِ وَالْكِتَابِ» تجویز کیا ہے۔ اس کے موضوعات کی ترتیب درج ذیل ہے:

1. طہارت کے احکام و مسائل
2. نماز کے احکام و مسائل۔
3. روزوں کے احکام و مسائل
4. زکاۃ کے احکام و مسائل
5. حج کے احکام و مسائل
6. نکاح کے احکام و مسائل
7. خرید وفروخت کے احکام و مسائل
8. قسموں کے احکام و مسائل
9. نذر کے احکام و مسائل
10. کھانے کے احکام و مسائل
11. طب کے احکام و مسائل
12. لباس کے احکام و مسائل
13. وصیت کے احکام و مسائل
14. وراثت کے احکام و مسائل
15. حدود کے احکام و مسائل
16. قصاص کے احکام و مسائل
17. دیت کے احکام و مسائل
18. قضا کے احکام و مسائل
19. جہاد کے احکام و مسائل

یہ کتاب فقہ اسلامی کے تقریباً سبھی موضوعات پر مشتمل ہے۔ ہر مسئلہ نہایت آسان اسلوب اور دلائل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے تاکہ کم تعلیم یافتہ قاری کو بھی اسے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ مسائل کی توضیح و بیان کے لیے میں نے صحیح دلیل پر اعتماد کیا ہے۔ میں نے کسی جماعت کے لیے کسی جماعت کے خلاف تعصب نہیں کیا اور فرقہ وارانہ تقلید سے دور رہا ہوں۔ جس کے پاس جو متاعِ حق ہے، میں اسی کا مؤید اور موافق ہوں۔ اگر کوئی حق سے دور ہے تو میں اس کے خلاف ہوں، خواہ وہ کوئی گروہ ہو یا کسی کی تحریر۔ میں علو وقدرت کے مالک اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اسی پر زندہ رکھے، اسی پر مجھے موت آئے اور اسی پر اللہ جل وعلا سے ملاقات ہو۔

حق ہمیشہ دلائل و براہین کے ساتھ یوں نمایاں ہو جاتا ہے جیسے چاند نکل آنے پر مہینے کی پہچان ہوتی ہے۔ معرفت احکام کے لیے دلیل و برہان وہی حیثیت رکھتی ہے جو کسی خیمے کے لیے اس کی چوب رکھتی ہے۔ حق کا طلب گار اللہ کا مہمان ہے۔ دلیل قاطع اللہ رب العزت کی تلوار کی حیثیت رکھتی ہے اور علم ہمیشہ اسی کے ذریعے سے ظاہر ہوا ہے۔ اس لیے کسی کے لیے روا نہیں کہ دلیل جان لینے کے بعد حق کے خلاف چلے، کسی کی اطاعت محض اس لیے لازم نہیں آتی کہ وہ عالم یا امام ہے بلکہ لوگوں پر واجب ہے کہ حق ہی کو قبول کریں، خواہ کسی سے ملے اور باطل کو رد کر دیں، چاہے وہ کہیں سے آئے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرما دیا ہے: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَٰلُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ﴾

''حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں، پھر تم کدھر پھیرے جا رہے ہو؟''[1]

میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوا ہے لیکن مجھے اس کا اعتراف واحساس ہے کہ علماء کو ایک اونچا مقام و مرتبہ حاصل ہے، ان سے دوستی وموالات اور ان کے بارے میں حسن ظن ضروری ہے کیونکہ اگر کسی امام یا عالم سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو وہ کسی بدنیتی یا بدطینتی کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ ہم پر ان کا احترام لازم ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے

[1] یونس 32:10.

امین، محافظ اور مجتہد ہیں۔ یہ حضرات دو نہیں تو کم از کم ایک اجر سے یقیناً محروم نہیں ہیں اور ان کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے۔

لیکن ان کے ان مقامات و مراتب سے یہ لازم نہیں آتا کہ نصوص شریعت کو بے قیمت بنا دیا جائے اور ان علماء میں سے کسی کے قول کو نصوص شریعت پر مقدم کیا جائے، اس شبہے کی وجہ سے کہ وہ آپ سے زیادہ عالم تھے، بلکہ آپ پر لازم ہے کہ آپ ان کے اقوال کو ہمیشہ قرآن و سنت کی روشنی میں جانچیں، ان کے ساتھ ان کا موازنہ کریں۔ جو کچھ قرآن و سنت کے موافق ہو اسے لے لیں اور جو منافی ہو اسے چھوڑ دیں۔ امام ابن عبد البر قرطبی رحمہ اللہ کا درج ذیل بیان کس قدر شاندار ہے جو انھوں نے اپنی کتاب جامع بیان العلم و فضلہ میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

محترم بھائی! اصول اور متون کے حفظ کا اہتمام رکھیے اور جان لیجیے کہ جس شخص نے سنن اور قرآن میں احکام منصوصہ کے یاد رکھنے کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی فقہائے امت کے اقوال بھی پیش نظر رکھے اور ان سے اپنے اجتہاد میں مدد لی، ان کے افکار کو اپنے فکر و تدبر کی کنجی گردانا، مجمل نصوص کے معانی کی تعیین میں ان کے اقوال کو تفسیر و توضیح کا درجہ دیا اور کسی کی ایسی تقلید نہیں کی جیسا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کا حق ہے اور سنت مقدسہ کی حفاظت یا اجتہاد میں علمائے حق کے طریقے سے باہر قدم نہیں رکھا، بحث و نظر میں ان کی اقتدا کی اور وہ نکات و افادات جو انھوں نے مرحمت فرمائے ہیں، ان میں ان کا شکر گزار رہا، ان کی اکثر آراء اور اقوال جو صحیح اور درست ہیں ان میں ان کا معترف اور ثنا خواں رہا، اس کے ساتھ ساتھ ہی خطا اور بھول چوک سے انھیں ماورا نہ سمجھا جیسا کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو اس سے بری اور معصوم نہ کہتے تھے تو ایسا آدمی ہی سلف صالحین کا طریقہ اختیار کرنے والا، بڑے نصیبے والا، صاحب رشد، نبی علیہ السلام کی سنت کا پیرو اور سیرت صحابہ پر چلنے والا ہے۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو اس انداز فکر اور نظر سے دور کر لیا اور مذکورہ امور سے دور رہا، سنن رسول کا اپنی رائے سے مقابلہ کرنے والا بنا اور چاہا کہ سنن کو اپنی فکر و نظر کی طرف لوٹائے تو ایسا آدمی خود گمراہ ہوا اور دوسروں کے لیے بھی گمراہی کا سبب بنا۔ مزید برآں جس شخص کو ان ساری باتوں کی کچھ خبر ہی نہ ہو اور علم کے بغیر فتوے دینے لگے تو وہ اپنے اندھے پن اور گمراہی میں سب سے فائق ہے۔[1]

تالیف کتاب میں میرا طریقِ کار مندرجہ ذیل نکات سے عیاں ہوتا ہے:

* تحدید مصادر اور کتاب کے تمام ابواب کے لیے متعلقہ مواد، بحمد اللہ کافی ہے، جمع کرنا، تحدید مصادر کے حوالے سے کتب کی تعیین کرنا، مثلاً: کتب تفسیر، بالخصوص تفاسیرِ آیاتِ احکام، کتب حدیث، بالخصوص وہ کتابیں جن میں فقہ الحدیث کا اہتمام ہے، فقہی مکاتب فکر کی کتب، بالخصوص الفقہ المقارن (تقابلی مطالعے کی کتب فقہ) اور ان میں بھی

[1] جامع بیان العلم وفضلہ، رقم :2236.

وہ جن میں دلائل کی وضاحت اور مخالفین کی رائے کا رد اور بحث کا اہتمام ہوتا ہے۔

* دلائل کی تحقیق وتنقید، نصوص و اقوال کی ترجیح اور قول راجح کی مزید تائید کا اہتمام کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تلفیق [1] نہیں ہے بلکہ یہ دلیل کی پیروی ہے جہاں سے بھی وہ ملی میں نے اس کی اتباع کی اور واضح حق کی پیروی کی۔

* تخریج احادیث اور صحت وضعف کے لحاظ سے ہر ایک کے مرتبے کی نشاندہی کی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ بطور دلیل احادیث میں سے میں نے صحیح یا حسن احادیث ہی پر اعتماد کیا ہے اور ضعیف کو رد کر دیا ہے حتی کہ فضائل اعمال میں بھی اسے قبول نہیں کیا۔ صحابی کی مرسل کو قبول کیا ہے۔ خبر واحد کو عملِ اہل مدینہ پر ترجیح دی ہے۔ خبر واحد کو میں نے معتبر جانا ہے، چاہے وہ قیاس یا معروف اصولوں کے مطابق نہ ہو۔ مزید برآں جہاں کہیں دیگر آثار کا ذکر ہوا ہے ان کا درجہ صحت وضعف بھی بیان کر دیا ہے۔

* اجماعِ امت کو قابل احترام سمجھا ہے، بشرطیکہ وہ یقینی ہو اور اس کے بارے میں کسی طرح کا اختلاف ثابت نہ ہوا ہو۔

* میں نے قیاس صحیح سے بھی کام لیا ہے، بشرطیکہ اصل اور فرع میں کوئی جامع علت واضح موجود ہو اور کوئی ظاہری یا خفی فرق نہ پایا جاتا ہو یا کوئی اور معارض نہ ہو۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لفظ ''قیاس'' ایک مجمل لفظ ہے اس میں صحیح اور فاسد دونوں طرح کے قیاس شامل ہوتے ہیں اور قیاس صحیح وہی ہے جس کے ساتھ شریعت وارد ہوئی ہے۔'' [2]

اور ان کے شاگرد رشید امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحابۂ کرام بالاتفاق قیاس کے قائل ہیں اور یہ شریعت کے اصولوں میں سے ایک ہے، اس سے کوئی فقیہ بے پروا نہیں ہو سکتا۔'' [3]

* الفاظ حدیث، اَعلام (نام)، اَلقاب، اَماکن یا دیگر ضروری اور مشکل کلمات کے ضبط اور اعراب کا اہتمام کیا ہے، بالخصوص اس موقع پر جبکہ کوئی کلمہ قاری کے لیے مشتبہ ہو۔

* جدید فقہی مسائل شرعی اصول وقواعد اور فقہاء کے اسالیب کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔

ان سب گزارشات کے باوجود میں کسی سہو وخطا سے مبرا اور اپنے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ عصمت تو

---

[1] کسی عمل کو اس انداز میں کرنا کہ اس میں کئی مذاہب کو جمع کیا گیا ہو جبکہ کسی مذہب میں بھی وہ عمل الگ اور مستقل طور پر درست نہ ہو، تلفیق کہلاتا ہے۔ معجم لغة الفقهاء، ص: 144. [2] مجموع الفتاوى، رسالة في القياس: 504/20. [3] إعلام الموقعين: 132/1.

ان کے لیے ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خاص کیا ہے، یعنی انبیاء ورسل۔ میری گزارش بس اتنی ہی ہے کہ میں نے اس کتاب کی پیش کش میں صحیح معلومات اور ٹھوس دلائل کی فراہمی میں کسی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ رب ذوالجلال کے فضل سے میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب میرے اور عام مسلمانوں کے لیے اس دنیا میں نہایت مفید اور آخرت میں باعث اجر ثابت ہوگی۔ اگر میں اپنے اس مقصد میں کامیاب رہا ہوں تو یہ بہت عمدہ بات اور اللہ عزوجل کا فضل واحسان ہے۔ اگر نتیجہ اس سے مختلف ہے تو میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں نے ایک خیر کا ارادہ کیا اور اس کے لیے امکان بھر کوشش بھی کی، یقیناً اعمال کا اعتبار نیتوں ہی پر موقوف ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہمارے تمام اعمال صالح بنا دے اور یہ خاص تیرے ہی لیے ہوں، ان پر شرک کی پرچھائیں بھی نہ پڑے۔ آمین!

محمد صبحی بن حسن حلاق

صنعاء 29 شوال، 1420ھ جمعۃ المبارک

4 فروری 2000ء

1

طہارت کے احکام و مسائل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ

(المائدة 6:5)

طہارت

طہارۃ کا لغوی معنی نظافت، صفائی اور پاکیزگی ہے۔ اور اَلطَّهُور (طاء پر فتحہ کے ساتھ) پانی کو بھی کہتے ہیں۔ ثعلب کہتے ہیں: اَلطَّهُور ایسی چیز جو خود بھی پاک ہو اور دوسرے کو بھی پاک کرنے والی ہو اور کہا جاتا ہے: «فُلَانٌ طَاهِرُ الثِّيَابِ» یعنی فلاں شخص پاکیزہ کپڑوں والا ہے۔ یہ جملہ اس وقت بولا جائے گا جب کپڑوں پر کوئی میل اور دھبہ نہ ہو۔

اہل تفسیر کا کہنا ہے کہ "طہارت" کا اطلاق قرآن کریم میں تیرہ معانی پر ہوا ہے: [1]

1. خون حیض کا بند ہو جانا: جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ "اور ان سے ہم بستری نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔" [2]

2. غسل کرنا: جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ﴾ "پھر جب وہ خوب پاک ہو جائیں (غسل کرلیں) تو ان کے پاس جاؤ۔" [3]

اور سورۂ مائدہ میں ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ "اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو۔" [4]

3. پانی سے استنجا کرنا: جیسا کہ سورۂ توبہ میں ہے: ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا﴾

"اس میں ایسے لوگ ہیں جو (اس بات کو) پسند کرتے ہیں کہ وہ خوب پاک صاف ہوں۔" [5]

یہ اہل قباء کا تذکرہ ہے جن کا معمول تھا کہ وہ استنجا کرتے وقت پانی استعمال کرتے تھے۔

4. عدمِ طہارت کی تمام کیفیات اور نجاستوں سے پاکیزگی حاصل کرنا: فرمایا:

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ﴾

---

[1] علامہ راغب اصفہانی "المفردات" میں لکھتے ہیں: طہارت کی دو قسمیں ہیں: طہارتِ جسم اور طہارتِ نفس۔ اور اکثر آیات انھی دو مفہوم میں استعمال ہوئی ہیں۔ (مفردات ألفاظ القرآن، ط.ہ.ر، ص:525) [2] البقرۃ2:222. [3] البقرۃ2:222. [4] المآئدۃ6:5.
[5] التوبۃ9:108.

"اور آسمان سے تم پر بارش برسا رہا تھا تاکہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کر دے۔" [1]

5 ہر قسم کی گندگیوں اور مستقذرات سے پاک صاف ہونا: فرمایا:

﴿ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ "اور ان کے لیے وہاں نہایت پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔" [2]

6 لواطت سے بچنا: فرمایا:

﴿ أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝ ﴾

"آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو کیونکہ یہ لوگ تو بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔" [3]

7 گناہوں سے پاک ہونا یا کرنا: فرمایا: ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا ﴾

"(اے نبی!) ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجیے (تاکہ) آپ اس کے ذریعے سے انھیں پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں۔" [4]

نیز فرمایا: ﴿ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ﴾

"پس اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کرو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔" [5]

8 بتوں سے پاکیزگی: فرمایا: ﴿ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ ﴾

"(ہم نے حکم دیا ابراہیم اور اسمٰعیل کو) کہ تم دونوں میرا گھر پاک کرو طواف کرنے والوں کے لیے۔" [6]

نیز فرمایا: ﴿ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ ﴾

"اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجدے کرنے والوں کے لیے میرا گھر پاک رکھ۔" [7]

9 شرک سے پاکیزگی: فرمایا: ﴿ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ ﴾ "جو بلند وبالا اور پاکیزہ ہیں۔" [8]

﴿ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ ﴾ "(اللہ کی طرف سے ایک رسول) جو پاکیزہ صحیفے پڑھے۔" [9]

یعنی ان صحیفوں میں شرک کی ہرگز کوئی آلودگی نہیں۔

10 طہارت بمعنی حلال: فرمایا: ﴿ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ﴾

"یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح کرلو) یہ تمھارے لیے پاکیزہ تر ہیں۔" [10]

یعنی خوب حلال ہیں۔

11 شک وشبہے سے دل کی پاکیزگی: فرمایا:

---

[1] الأنفال 11:8. [2] البقرة 25:2. [3] النمل 56:27. [4] التوبة 103:9. [5] المجادلة 12:58. [6] البقرة 125:2. [7] الحج 26:22. [8] عبس 14:80. [9] البينة 2:98. [10] هود 78:11.

﴿ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ﴾ ''تمھارے لیے بہت سلجھا ہوا اور زیادہ پاکیزہ طریقہ یہی ہے۔'' [1]

نیز فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ ''یہ بات تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' [2]

12 کپڑے کی تقصیر، یعنی زیادہ لمبا نہ رکھنا: فرمایا: ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ ''اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔'' [3] اس لیے کہ کپڑے کی تقصیر اس کی تطہیر ہے۔

13 بدکاری سے تحفظ اور پاکیزگی: فرمایا:

﴿ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ ﴾ ''اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور پاکیزہ بنایا ہے۔'' [4]

میں نے اس کتاب کا آغاز مسائل طہارت سے اس لیے کیا ہے کہ طہارت نماز کی بنیادی شرطوں میں سے ہے اور نماز شہادتین کے بعد اسلام کا اہم ترین تاکیدی رکن ہے اور شرط ہمیشہ اپنے مشروط سے پہلے ہوا کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ»

''نماز کی چابی طہارت ہے اور'' الله أكبر '' کہنا اس کی تحریم (نماز سے غیر متعلق کاموں کو حرام قرار دینے والی) اور (السلام علیکم ورحمة الله کہہ کر) سلام پھیرنا اس کی تحلیل (دنیاوی معاملات کو حلال قرار دینے والی چیز) ہے۔'' [5]

پانی کی اقسام

ماءِ مطلق (سادہ پانی)

وہ پانی جو کسی نسبت، یعنی اضافت لازمہ سے خالی ہو۔ [6] امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ چیز

[1] البقرة2:232. [2] الأحزاب33:53. [3] المدثر74:4. [4] آل عمران3:42 دیکھیے: ونزهة الأعين النواظر في علم الوجوه والنظائر لابن الجوزي، ص:419-422. [5] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب فرض الوضوء، حديث:61، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء أن مفتاح الصلاة الطهور، حديث:3، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب مفتاح الصلاة الطهور، حديث:275، ومسند أحمد:123/1، و إرواء الغليل:8/2. وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے، اس کے کئی شواہد ہیں جن کی بنا پر یہ درجۂ صحت تک جا پہنچتی ہے۔ اس حدیث کے شواہد کے لیے ملاحظہ ہو: نصب الراية للزيلعي:307/1، 308. [6] مثلاً: مَاءُ الْبِطِّيخِ (تربوز کا پانی) میں ماء کی اضافت الْبِطِّيخِ کی طرف لازم ہے اور اس کے بغیر تربوز کے پانی کو پانی نہیں کہا جاتا، جبکہ مَاءُ »

جس کی تعریف میں ''پانی'' کہنا ہی کافی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سادہ پانی وہ ہے جو اپنے قدرتی اور پیدائشی وصف پر باقی ہو۔[1] ماءِ مطلق (سادہ پانی) کی صورتیں درج ذیل ہیں:

بارش، برف یا اولوں کا پانی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ ﴾

''اور آسمان سے تم پر بارش برساتا ہے تاکہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کردے۔''[2]

اور سورۂ فرقان میں ہے: ﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا۔''[3]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب تکبیر کہہ لیتے تو قراءت شروع کرنے سے پہلے ذرا خاموش رہتے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! تکبیر اور قراءت کے درمیان آپ خاموش رہتے ہیں، اس دوران میں آپ کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

«أَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ! نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ»

''میں کہتا ہوں: اے اللہ! میرے اور میری غلطیوں کے درمیان فاصلہ کردے جیسا کہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ کر رکھا ہے۔ اے اللہ! مجھے میری غلطیوں اور گناہوں سے یوں صاف کردے جیسے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔''[4]

سمندر، دریا اور نہر کا پانی: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اگر ہم اس پانی سے وضو کرنے لگیں تو پیاسے رہ جائیں، کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ» ''اس کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے۔''[5]

الْبِئْر (کنویں کا پانی) مَاءُ الْبَحْرِ (سمندر کا پانی) وغیرہ اضافت لازمہ نہیں بلکہ اضافت کے بغیر بھی اسے ماء کہتے ہیں۔ (عبدالولی)

[1] المجموع: 125/1، والمغني: 16/1. [2] الأنفال 11:8. [3] الفرقان 25: 48. [4] صحيح البخاري، الأذان، باب مايقول بعد التكبير، حديث: 744، و صحيح مسلم، المساجد، باب مايقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة، حديث: 598.

[5] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 83، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في

اور قرآن مجید کی واضح نص ہے: ﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا ﴾ ”اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کر لیا کرو۔“ [1]

لہٰذا سمندر کا پانی بھی پانیوں میں سے ایک پانی ہے، اس لیے اس کی موجودگی میں تیمّم کرنا جائز نہیں۔ [2]

زمزم کا پانی: علی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بیان سے متعلق روایت میں ہے: ”آپ نے (دس ذوالحجہ کو) طواف افاضہ کیا اور زمزم کے پانی کا ایک ڈول طلب فرمایا، اس سے آپ نے پیا اور وضو کیا، پھر فرمایا: ”اے بنی عبدالمطلب! پانی نکالو (اور حاجیوں کی خدمت میں پیش کرو) اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اس خدمت میں مغلوب کر دیے جاؤ گے تو میں بھی نکالتا۔“ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہو کہ لوگ زمزم کے کنویں سے پانی نکالنے کو اعمال حج میں سے سمجھنے لگیں گے اور تم پر اس قدر بھیڑ لگالیں گے کہ وہ تم پر غالب آ جائیں گے اور تمھیں پانی پلانے سے پیچھے دھکیل دیں گے تو میں بھی تمھارے ساتھ پانی نکالتا (اور پلاتا) کیونکہ اس میں بڑی فضیلت ہے۔ [4]

کنویں کا پانی: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیا کریں جبکہ اس میں حیض کے چیتھڑے، کتوں کا گوشت اور گندگی ڈال دی (پڑ) جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَّا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ» ”بلاشبہ پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔“ [5]

یاقوت حموی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ”بضاعہ“ کی ”باء“ پر پیش ہے جبکہ کچھ نے اسے زیر سے بھی پڑھا ہے، مگر اکثر پیش ہی سے پڑھتے ہیں۔ بضاعہ مدینہ میں بنی ساعدہ کا محلّہ تھا اور اس کا کنواں مشہور ہے۔ [6]

ابن اثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ مدینہ منورہ کا ایک مشہور کنواں ہے۔ [7]

امام ابو داود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتیبة بن سعید کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے اس کنویں کے نگران سے اس کی گہرائی کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ جب پانی زیادہ ہوتا ہے تو زیر ناف تک آ تا ہے۔ میں نے کہا: اور جب کم ہوتا ہے تب؟ جواب ملا: ران تک۔

» ماء البحر أنه طهور، حديث: 69، وقال: حديث حسن صحيح، وسنن النسائي، الطهارة، باب في ماء البحر، حديث: 59، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 386، ومسند أحمد: 361/2. [1] النسآء 43:4. [2] المغني لابن قدامة: 16/1. [3] [حسن] مسند أحمد: 76/1. [4] فتح الرباني: 203/1. [5] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب ما جاء في بئر بضاعة، حديث: 66، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء أن الماء لاينجسه شيء، حديث: 66 وقال حديث حسن. [6] معجم البلدان: 442/1. [7] النهاية، ب. ض. ع: 133/1.

امام ابوداود کہتے ہیں کہ میں نے اپنی چادر سے اس کنویں کو ماپا تو اس کا عرض چھ ہاتھ پایا۔ جس شخص نے میرے لیے اس باغ کا دروازہ کھولا اور مجھے وہاں لے گیا، میں نے اس سے پوچھا: کیا اس کی اصل تعمیر میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ امام صاحب کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اس کے پانی کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ [1]

وہ پانی جس کی رنگت بدل گئی ہو: لمبی مدت تک رُکے رہنے یا مقامی اثر کی وجہ سے، یا کائی اور درختوں کے پتوں، یا دوسری عام پاک چیزوں کے باعث پانی کا رنگ بدل گیا ہو تو باتفاق علماء یہ بھی ماء مطلق (عام سادہ پانی) ہے۔

اور اس معاملے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ پانی جسے بلا کسی قید ''پانی'' کہا جا سکتا ہے، اس سے طہارت حاصل کرنا صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ ''پھر تم پانی نہ پاؤ تو تیمّم کر لو۔'' [2]

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ماءِ آجِن یعنی کسی چیز کی ملاوٹ کے بغیر محض رُکے رہنے سے جس پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ بدل گیا ہو، اکثر علمائے کرام کے نزدیک وہ اپنی اصل پر باقی ہے، یعنی وہ ماء مطلق ہی ہے۔ [3]

ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ تمام علماء جن کے اقوال ہمیں معلوم ہیں، ان کا اجماع ہے کہ ماءِ آجِن، یعنی رنگت یا مزہ بدلا ہوا پانی اگر کسی نجاست کی وجہ سے نہ بدلا ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ اسے مکروہ (ناپسند) قرار دیتے ہیں مگر جمہور کا قول ہی اولیٰ ہے۔ [4]

ابن رشد لکھتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ وہ چیزیں جو پانی سے عام طور پر الگ نہیں ہوتیں اور ان سے پانی بدل جایا کرتا ہے، ان سے پانی کی صفت طہارت و تطہیر (بذات خود پاک ہونے اور دوسرے کو پاک کرنے کی خاصیت) ضائع نہیں ہوتی۔ صرف ابن سیرین رحمہ اللہ کا ماءِ آجِن کے متعلق ایک قول ہے جو جمہور کے مقابلے میں شاذ ہے مگر اس پانی پر ماء مطلق (سادہ پانی) کا اطلاق ہونا ان کے خلاف حجت قائم کرتا ہے۔ [5]

---

[1] سنن أبي داود، الطهارة، باب ما جاء في بئر بضاعة، بعد الحديث: 67. شیخ البانی رحمہ اللہ نے مفصل صحیح ابوداود میں مذکورہ حدیث کے تحت لکھا ہے کہ جب میں 1368ھ میں حج کے لیے مکہ مکرمہ اور پھر اس کے بعد مسجد نبوی کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ گیا تو بروز بدھ 25 محرم 1369ھ میں بئر بضاعہ دیکھنے گیا تو یہ کنواں ابھی تک مسجد نبوی کے شمال میں واقع باغ میں موجود ہے اور اب اس پر پانی کی آٹو میٹک موٹر لگائی گئی ہے۔ کنویں کی گہرائی پانی کی سطح تک 13 ہاتھ ہے اور پانی کی سطح سے کنویں کے منہ (سطح زمین) تک 17 ہاتھ ہے، یعنی کنویں کی کل گہرائی 30 ہاتھ ہے، جبکہ کنویں کے منہ کی وسعت چھ ہاتھ ہے جیسا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے سے اب پانی زیادہ ہے۔ مفصل سنن أبي داود ، الطهارة:، حدیث: 60. مسجد نبوی کی توسیع کے بعد یہ باغ بھی مسجد میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (عبدالولی) [2] المآئدة 5:6. [3] المغني: 1/23. [4] الإجماع، ص: 23. [5] بداية المجتهد: 1/17.

ماءِ مستعمل

استعمال شدہ پانی جو کسی وضو کرنے والے یا نہانے والے کے اعضاء سے گرتا ہے، اسے ماء مستعمل کہتے ہیں۔ ایسا استعمال شدہ پانی بذات خود پاک ہوتا ہے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ میں بیمار تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے جبکہ مجھے کوئی ہوش نہ تھا، آپ نے وضو فرمایا اور وضو کے پانی میں سے مجھ پر چھڑکا تو مجھے ہوش آ گیا۔ [1]

اور ابو جُحَیْفَۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کو ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ کو وضو کے لیے پانی دیا گیا، آپ نے وضو فرمایا تو لوگ آپ کے وضو کا بقیہ پانی لے کر اپنے جسموں پر ملنے لگے۔ [2]

بعض لوگوں کا جو یہ قول ہے کہ یہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت تھی تو یہ قول قابل قبول نہیں کیونکہ اصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا حکم ایک ہی ہے الا یہ کہ کوئی دلیل ہو جس سے آپ کی خصوصیت ثابت ہوتی ہو اور یہاں کوئی دلیل موجود نہیں۔ مزید برآں کسی چیز کا نجس ہونا ایک شرعی حکم ہے جو دلیل کا محتاج ہے تو یہاں بھی پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ [3]

وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو

اگر پانی میں زعفران، صابن، آٹا یا اس کے علاوہ دوسری پاک چیزیں مل جائیں جو بالعموم اس سے علیحدہ ہی ہوتی ہیں تو ایسا پانی پاک ہوتا ہے جب تک کہ اس پر ''پانی'' کا اطلاق ہوتا رہے۔ اگر وہ ''پانی'' کے نام سے خارج ہو جائے اور اسے ''ماء مطلق'' (عام پانی) نہ کہا جا سکے (پانی کی طبیعت، یعنی رقت و سیلان اس میں نہ رہے) تو اس حالت میں وہ بذات خود تو پاک ہو گا مگر دوسرے کو پاک کرنے والا نہ ہو گا۔

* ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب زینب رضی اللہ عنہا دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا:

«اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا، وَاجْعَلْنَ فِي الْخَامِسَةِ كَافُورًا - أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُورٍ- فَإِذَا غَسَلْتُنَّهَا فَأَعْلِمْنَنِي»

''اسے غسل دو، طاق عدد میں، تین بار یا پانچ بار اور پانچویں بار (پانی میں) کافور ملا دینا، جب تم اسے غسل دے چکو تو مجھے بتانا۔''

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب صب النبي ﷺ وضوءه على المغمى عليه، حديث: 194. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب استعمال فضل وَضوء الناس، حديث: 187. [3] نيل الأوطار: 31/1.

کہتی ہیں کہ پھر ہم نے آپ کو بتایا تو آپ نے ہمیں اپنی نیچے کی چادر عنایت فرمائی اور فرمایا:

«أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ» ”اسے اس کے جسم پر لپیٹ دو۔“ [1]

یعنی یہ کپڑا اس کے جسم پر اسی طرح لپیٹ دو کہ وہ اس کے جسم کے ساتھ لگا ہوا ہو۔

* اور ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک لگن سے غسل کیا جس میں آٹے کا اثر تھا۔ [2]

اور ان دونوں حدیثوں میں بیان ہے کہ پانی میں کافور اور آٹے کا اثر تھا مگر وہ اس حد تک غالب نہ تھا کہ اسے مطلق پانی ہونے کی صفت سے خارج کر دیتا، یعنی وہ پانی اپنی طبیعت (رقت وسیلان) پر باقی تھا تو اس طرح کے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ [3]

ایسا پانی جس میں کوئی نجاست پڑ گئی ہو

پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، جب اس میں کوئی نجاست پڑ جائے اور اس کا ذائقہ، رنگ یا بو بدل جائے تو وہ پلید ہوتا ہے اور اس سے پاکیزگی (طہارت) حاصل کرنا جائز نہیں۔ اس کی دلیل اجماع ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، جب اس میں نجاست پڑ جائے اور اس کا ذائقہ، رنگ، یا بو بدل جائے تو جب تک وہ ایسا رہے، پلید ہوتا ہے۔ [4]

ابن رشد کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ ایسا پانی جو نجاست کی وجہ سے اپنے ذائقے، رنگ یا بو میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد وصف بدل لے تو اس سے وضو یا طہارت جائز نہیں ہے۔ [5]

پانی کم ہو یا زیادہ، جب اس میں کوئی نجاست پڑ جائے اور اس کا رنگ، ذائقہ یا بو تبدیل نہ ہو تو وہ پاک ہوتا ہے اور پاک کرنے والا بھی۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

* حدیثِ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جو کنویں کے پانی کے بیان میں گزر چکی ہے۔

* حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، الجنائز، باب غسل الميت ووضوئه بالماء والسدر، حديث: 1253، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في غسل الميت، حديث: 939. [2] [حسن] سنن النسائي، الطهارة، باب ذكر الاغتسال في القصعة التي يعجن فيها، حديث: 241، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الرجل والمرأة يغتسلان من إناء واحد، حديث: 378، وصححه الشيخ الألباني في تحقيق المشكاة: 151/1. [3] بداية المجتهد و نهاية المقتصد: 19/1. [4] الإجماع لابن المنذر، ص: 23، والمغني لابن قدامة: 38/1، والمجموع: 110/1. [5] بداية المجتهد: 17/1.

«إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ» ''جب پانی دو قلے ہو تو وہ پلیدی کو نہیں اٹھاتا۔'' [1]

اور ابن ماجہ کے الفاظ ہیں:

«لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ» ''اسے (دو قلے پانی کو) کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔'' [2]

* شارع نے مطلق پانی سے نجاست کی نفی فرمائی ہے جیسا کہ گزشتہ حدیثِ ابوسعید رضی اللہ عنہ اور اس کے شواہد میں گزرا ہے، اور مقید پانی، یعنی دو قُلَّہ مقدار پانی سے بھی اس کی نفی فرمائی ہے جیسا کہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما میں آیا ہے۔ اور یہ نفی ایسے الفاظ میں ہے جو عموم کے عام ترین الفاظ ہیں۔ پہلی حدیث میں فرمایا: ''پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' اور دوسری میں ہے: ''اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔''

معلوم ہوا کہ زمین پر ملنے والا ہر پانی پاک ہوتا ہے، سوائے اس کے جس کے بارے میں صراحت آ گئی ہے کہ فلاں پانی نجس ہے جس سے اس عام کی تخصیص ہو جائے اور یہ تصریح بھی ہو کہ پانی اس چیز سے نجس ہو جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں یہ (رنگ، بو، یا ذائقہ تبدیل ہونے کا) اضافہ ہے جس پر اجماع ہے اور یہ حدیث میں استثنا کے ساتھ مذکور ہے، چنانچہ یہ اضافہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے عموم کے لیے مخصص متصل ہوا اور حدیث ابن عمر کے بیان میں مخصص منفصل اور اصول فقہ میں یہی قول راجح ہے کہ عام کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حدیثِ قُلَّتَيْن اور دوسری احادیث میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ ان میں یوں کہا جائے گا کہ قُلَّتَيْن سے کم پانی اگر ناپاک ہو جائے گا تو اس کا بدیہی نتیجہ یہی ہونا چاہیے کہ اس پانی کی بو، رنگ یا ذائقہ تبدیل ہو جائے۔ یہی بات اس کے ناپاک ہونے کی موجب ہو گی۔ اگر اس میں کوئی گندگی جا پڑی اور پانی کے اوصاف سے کوئی وصف تبدیل نہ ہوا تو اس سے نجاست لازم نہیں آئے گی۔ [3]

پانی کے بارے میں چند ضمنی باتیں

(1) ابھی جس اجماع کا ذکر ہوا کہ ''پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، نجاست پڑ جانے سے اگر اس کا ذائقہ، رنگ یا بو بدل جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔'' یہ اس ضعیف اضافے پر واقع ہے جو بصورتِ استثنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب ماينجس الماء، حديث: 63، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء أن الماء لا ينجسه شيء، حديث: 67، وسنن النسائي، الطهارة، باب التوقيت في الماء، حديث: 52. [2] سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب مقدار الماء الذي لا ينجس، حديث: 517، وسنن الدار قطني: 1/13-23، حديث: 1-26. [3] دیکھیے الدراري المضية: 1/75,76.

«إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ، إِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰى رِيحِهِ وَطَعْمِهِ وَلَوْنِهِ»

''پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہے مگر وہ جو اس کی بو، ذائقہ اور رنگ پر غالب آ جائے۔'' [1]

(2) قُلَّتَیْن سے کیا مراد ہے؟ ابن ترکمانی فرماتے ہیں: قُلَّتَیْن کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے۔ اس کی تعیین میں پانچ مشکیں، چار مشکیں، چونسٹھ رطل، بتیس رطل، دو گھڑے (عام)، دو بڑے گھڑے اور دو مٹکے وغیرہ کے اقوال آئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ''قلتین'' کی مقدار مجہول اور اس پر عمل مشکل ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: قلتین کی مقدار پر کوئی اتفاق نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ ازراہ احتیاط پانچ حجازی مشکیں کہتے ہیں۔ [3]

اور ان قُلَّتَیْن کو جو قِلالِ ھَجَر (بستی ہَجَر کے مٹکوں) کے ساتھ خاص کیا گیا ہے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ بات کسی مرفوع حدیث میں نہیں آئی، سوائے مغیرہ بن سقلاب کی سند سے مروی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے جس میں ہے کہ ''جب پانی ھَجَر کے دو مٹکوں کے برابر ہو تو اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔'' یہ روایت اس اضافے کے ساتھ ضعیف ہے۔ [4]

(3) ماء کثیر (زیادہ پانی) کی مقدار کی تعیین کسی قابل اعتماد شرعی دلیل پر قائم نہیں ہے۔

* امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض اصحابِ رائے نے ماء کثیر، جو پلید نہیں ہوتا ہے، کی مقدار دس ہاتھ X دس ہاتھ بیان کی ہے اور یہ تحدید کسی شرعی اصل سے ثابت نہیں۔ [5]

ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فَلَهُ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا عَطَنًا لِّمَاشِيَتِهِ»

---

[1] [ضعيف] سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الحياض، حديث: 521، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 259/1، والمعجم الكبير للطبراني، حديث: 7503، وسنن الدارقطني: 28/1. میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس استثنا کے ساتھ ضعیف ہے، البتہ پہلا حصہ: ''پانی پاک ہے اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔'' یہ صحیح ہے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے جو گذشتہ بحث: ''کنویں کا پانی'' کے ضمن میں ذکر ہوئی ہے۔ [2] الجوهر النقي على السنن الكبرٰى: 265/1. [3] فتح الباري: 342/1، قبل الحديث: 235. [4] [ضعيف] الكامل لابن عدي: 83,82/8. ابن عدی کہتے ہیں کہ مغیرہ کی اکثر روایات کی متابعت نہیں کی گئی۔ التلخيص الحبير: 21-18/1 میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: مغیرہ منکر الحدیث ہے۔ پھر اس کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث اس اضافے کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ [5] شرح السنة للبغوي: 59/2.

”جو شخص کنواں کھودے، اس کے لیے چالیس ہاتھ جگہ اس کے جانوروں کے بیٹھنے کے لیے ہے۔“ [1]

مگر اس میں ماء کثیر کی تحدید کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ دس ہاتھ X دس ہاتھ ہو کیونکہ اس میں تو یہ ہے کہ کنویں کی حد ہر جانب سے چالیس چالیس ہاتھ ہونی چاہیے۔ [2]

امام بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعض نے اس کی مقدار یہ کہی ہے کہ ایک بڑا حوض ہو اور اس کے ایک جانب حرکت دی جائے تو دوسری جانب اس حرکت کا اثر نہ پہنچے لیکن یہ انتہائی جہالت کی بات ہے کیونکہ حرکت دینے والوں کی حرکت قوت و ضعف کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔ [3]

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: پانی کے قلیل و کثیر ہونے کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، مگر علمی اعتبار سے کوئی بھی مستند نہیں ہے، اس لیے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔ [4]

(4) کھڑے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ»

”تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں، جو چلتا نہ ہو، ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر وہ اسی میں نہائے گا۔“ [5]

یہ بخاری کے لفظ ہیں جبکہ ترمذی میں ہے: «ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ» ”پھر وہ اس سے وضو کرے گا۔“ [6] اور سوائے ابن ماجہ کے باقی کے الفاظ ہیں: «ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ» ”پھر وہ اس سے نہائے گا۔“ [7]

اس حدیث میں اس بات سے ممانعت ہے کہ کھڑے پانی میں پیشاب کیا جائے، پھر اسی سے غسل کیا جائے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس میں پیشاب پڑنے سے پانی پلید ہو جائے گا، خواہ اس کا کوئی وصف نہ بدلے۔ پانی کو پلید کہنا شرعی دلیل کا متقاضی ہے اور ہمارے پاس اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ حدیث کی رو سے یہ حکم برقرار ہے کہ پیشاب کرنے والے کو اس سے غسل یا وضو کرنا منع ہے، البتہ وہ باقی فوائد حاصل کر سکتا ہے اور جس نے پیشاب نہ کیا ہو، اس کے لیے غسل یا وضو کرنا مباح ہے۔ [8]

[1] [حسن] سنن ابن ماجه ، الرهون، باب حريم البئر، حديث: 2486، وسنن الدارمي: 217/2، حديث: 2626. [2] فتح باب العناية بشرح كتاب النّقاية لملاعلي قاري: 109/1. [3] شرح السنة للبغوي: 60/2. [4] نيل الأوطار: 42/1. [5] صحيح البخاري، الوضوء، باب البول في الماء الدائم، حديث: 239، ومسند أحمد: 346/2. [6] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كراهية البول في الماء الراكد، حديث: 68. [7] صحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الرّاكد، حديث: 282، وسنن أبي داود، الطهارة، باب البول في الماء الراكد، حديث: 70، وسنن النسائي، الطهارة، باب الماء الدائم، حديث: 58، وسنن ابن ماجه، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الرّاكد، حديث: 244. [8] إحكام الأحكام: 21/1، والمجموع: 116/1، وطرح التثريب: 33/2. سنن أبي داود میں حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَبُولَنَّ »

5 نیند سے بیدار ہونے والے کو اس بات کی ممانعت ہے کہ وہ اپنا ہاتھ دھوئے بغیر کسی برتن میں ڈالے اور یہ نہی تنزیہی ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِّنْ نَّوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ»

”جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو اپنا ہاتھ (پانی کے) برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ اسے تین بار نہ دھولے کیونکہ بلاشبہ اسے خبر نہیں ہوتی کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔“ [1]

اس حدیث میں یہ تلقین ہے کہ نیند سے جاگنے والا اپنا ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں نہ ڈالے اور یہ نہی تنزیہی ہے، نیز اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ نیند رات کی ہو یا دن کی۔ جمہور کے نزدیک ہاتھ دھونے کا حکم استحبابًا ہے اور اس کے لیے (وجوب سے) قرینۂ صارفہ یہ ہے کہ اس کا سبب ایسا بتایا گیا ہے جو محض شک پیدا کرتا ہے اور اگر کوئی جاگنے والا اپنا ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈال دے اور ہاتھ پر کوئی نجاست معلوم نہ ہو تو یہ عمل مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔ نیز اکثر اہل علم کے بقول اس سے پانی خراب نہیں ہوگا۔ [2]

6 میاں بیوی کے لیے ایک ہی برتن سے وضو یا غسل کرنے کا جواز، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے، جو ہم دونوں کے درمیان ہوتا تھا، غسل کرلیا کرتے تھے، آپ (برتن سے پانی لینے میں) مجھ سے جلدی فرما لیتے حتی کہ میں کہتی: میرے لیے چھوڑیے، میرے لیے بھی چھوڑیے۔ فرماتی ہیں کہ ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔ [3]

« أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَلَا يَغْتَسِلُ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ» ”تم میں سے کوئی ایک بھی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ اس میں غسل جنابت ہی کرے۔“ سنن أبي داود، حديث:70. ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے، اسی طرح اس میں غسل خصوصاً غسلِ جنابت کرنا بھی منع ہے اور یہ منع عام ہے، جس نے اس میں پیشاب کیا ہے اور جس نے نہیں کیا، سب کو شامل ہے۔ (عبدالولی) [1] صحيح البخاري، الوضوء، باب الاستجمار وترًا، حديث:162، وصحيح مسلم، الطهارة، باب كراهة غمس المتوضئ وغيره يده المشكوك، حديث:278 واللفظ له، ومسند أحمد:2/403، 465، 471. [2] شرح السنة للبغوي: 1/408، وشرح الزرقاني على الموطأ:1/76. مؤلف کا یہ کہنا کہ یہ نہی تنزیہی ہے، بلا دلیل ہے، صحیح یہی ہے کہ یہ نہی برائے تحریم ہے، البتہ کیا اس سے پانی پلید ہوتا ہے؟ تو اس کی کوئی دلیل نہیں، لہٰذا بغیر دھوئے ہاتھ برتن میں داخل کرنا حرام ہے، لیکن اگر کسی نے داخل کرلیا تو صرف اس کی وجہ سے پانی پلید نہیں ہوتا۔ دیکھیے تحفة الأحوذي: 1/101، و تهذيب السنن لابن القيم شرح سنن أبي داود:1/73. (عبدالولی) [3] صحيح البخاري، الغسل، باب هل يُدخل الجنب يده في الإناء......؟ حديث:261، وصحيح مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة......، حديث:321.

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کوئی بیوی دونوں ایک ہی برتن سے غسل کرلیا کرتے تھے۔ (راویان حدیث) مسلم اور وہب نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ جنابت سے ہوتے تھے۔[1]

7. مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنا جائز ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے:

«كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُونَةَ»

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔''[2]

اور سنن کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی نے ایک لگن میں سے غسل کیا، پھر آپ بھی غسل کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے بتایا کہ میں جنابت سے تھی تو آپ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ» ''پانی تو جنبی نہیں ہوتا۔''[3]

اور جو حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع کیا ہے تو یہ صحیح حدیث ہے۔''[4] مگر یہ نہی تنزیہ پر محمول ہے اور اس کا قرینہ وہ بہت سی احادیث ہیں جن میں اسے جائز کہا گیا ہے۔ ان میں سے ایک یہی مذکورہ بالا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے۔[5]

8. بے وضو یا ناپاک ہونے کی صورت میں طہارت صرف پانی ہی سے حاصل ہوسکتی ہے یا مٹی (سطح زمین) سے، اس کے علاوہ دیگر مائع چیزوں، نبیذ وغیرہ سے طہارت نہیں ہوتی، سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾

''پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک سطح زمین سے تیمم کرلو۔''[6]

یہ نص ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی اور سطح زمین بروئے کار لائی جائے۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ»

---

[1] صحيح البخاري، الغسل، باب هل يُدخل الجنب يده في الإناء......؟ حديث: 264. [2] صحيح مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة......، حديث: 323. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الماء لا يجنب، حديث: 68، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في رخصة في ذلك، حديث: 65، وسنن النسائي، المياه، حديث: 326، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الرخصة بفضل وضوء المرأة، حديث: 370. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب النهي عن ذلك، حديث: 82، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كراهية فضل طهور المرأة، حديث: 64، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب النهي عن ذلك، حديث: 373، ومسند أحمد: 66/5. [5] دیکھیے فتح الباري: 300/1. [6] المآئدة 6:5.

"پاک سطح زمین مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے، خواہ اسے دس سال تک پانی نہ ملے اور جب وہ پانی پالے تو وہ اسے اپنے جسم پر ڈالے، یہی اس کے لیے بہترین (عمل) ہے۔"[1]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دوران سفر پانی دستیاب نہیں ہوتا تھا، تاہم ان کے پاس دوسرے مائعات تیل وغیرہ موجود ہوتے تھے لیکن ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انھوں نے پانی کے علاوہ کسی اور سیّال چیز سے وضو کیا ہو۔ واضح رہے کہ مائعات کو پانی پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ پانی ایک لطیف سیّال مادہ ہے اور وہ کئی چیزوں سے مرکب نہیں جبکہ دوسری مائعات ایسی نہیں ہوتیں۔[2]

وہ حضرات جو نبیذ وغیرہ سے طہارت کو جائز کہتے ہیں، ان کے دلائل ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔[3]

نجاستوں کے بارے میں احکام

نجاست سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے طبع سلیم مستقذر (گندا) سمجھتی اور اس سے نفرت کرتی ہے اور لوگ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو اسے دھوتے ہیں، مثلاً: پیشاب اور پاخانہ وغیرہ۔[4]

* یہ بات شریعت مطہرہ کے کلیات و جزئیات کی رو سے معلوم و معروف ہے کہ ہر چیز بنیادی طور پر پاک اور طاہر ہے۔ اگر کسی چیز کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے تو بندوں کو ایک نئے حکم کا پابند ہونا پڑتا ہے، حالانکہ اصل براءتِ ذمہ ہے، خاص طور پر ان امور میں جو بکثرت وقوع پذیر ہوتے ہیں، اس لیے جن چیزوں کے نجس اور ناپاک ہونے کے بارے میں کوئی دلیل نہ ہو، انھیں کوئی شخص اپنی رائے یا غلط استدلال سے نجس اور پلید قرار نہیں دے سکتا۔[5]

نجاستوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

آدمی کا پیشاب: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک بدوی آیا اور مسجد کی ایک جانب پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے ڈانٹا تو نبی ﷺ نے انھیں منع فرما دیا، جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی ﷺ نے

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب الجنب يتيمم، حديث:333,332، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في التيمم للجنب إذا لم يجد الماء، حديث: 124، واللفظ له وقال: حديث حسن صحيح، وسنن النسائي، الطهارة، باب الصلوات بتيمم واحد، حديث:323، ومسند أحمد:147,146/5، و إرواء الغليل: 181/1، حديث: 153. [2] المجموع شرح المهذب: 139/1. [3] ان احادیث کی تخریج ہماری تالیف «إرشاد الأمة إلى فقه الكتاب والسنة» جزء الطهارة میں ملاحظہ کریں۔
[4] الروضة الندية لشرح الدرر البهية لنواب محمد صديق حسن خان: 32/1. [5] الروضة الندية: 34/1.

پانی کے ایک ڈول کا حکم دیا جو اس پر بہا دیا گیا۔ [1]

انسان کا پاخانہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذٰى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُورٌ»

''جب تم میں سے کوئی اپنے جوتے سے پاخانے (اور گندگی) کو روندے تو مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔'' [2]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا وَطِئَ الْأَذٰى بِخُفَّيْهِ فَطَهُورُهُمَا التُّرَابُ»

''جب تم میں سے کوئی اپنے موزوں سے نجاست (پاخانہ) روندتا ہے تو انھیں مٹی پاک کرنے والی ہوتی ہے۔'' [3]

مذی: یعنی وہ پانی جو انسان کا اپنی اہلیہ سے بوس و کنار کرتے ہوئے نکل آتا ہے اور یہ کیفیت مرد اور عورت دونوں کو لاحق ہو جاتی ہے۔ [4]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے مذی بہت زیادہ آتی تھی اور اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنے میں حیا مانع ہوتی تھی کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے عقد میں تھی، اس لیے میں نے یہ بات مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

«يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ» ''اپنا ذکر (شرمگاہ) دھو لے اور وضو کر لے۔'' [5]

ودی: وہ لیس دار پانی جو پیشاب کے بعد نکل آتا ہے۔ یہ نجس ہے، اس کی دلیل اجماع ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب يُهَرِيق الماء على البول، حديث: 221، وصحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات......، حديث: 284، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في البول يصيب الأرض، حديث: 147. [2] [صحيح لغيره] سنن أبي داود، الطهارة، باب الأذى يصيب النعل، حديث: 385، وشرح السنة: 93/2، حديث: 300، والمستدرك للحاكم: 166/1، حديث: 590، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 430/2. [3] [صحيح لغيره] سنن أبي داود، الطهارة، باب الأذى يصيب النعل، حديث: 386، وصحيح ابن خزيمة: 148/1، حديث: 292، والمستدرك للحاكم: 166/1، حديث: 591، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 430/2، وصحيح ابن حبان (موارد): 388/1، حديث: 249. [4] **مذی:** وہ سفید پتلا لیس دار پانی جو شہوت کے وقت بغیر شہوت و زور کے نکلتا ہے، اس کے بعد سستی بھی واقع نہیں ہوتی، بسا اوقات اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ شرح صحيح مسلم للنووي، الحيض، باب المذي، حديث: 303. (عبدالولی) [5] صحيح البخاري، الوضوء، باب من لم يرالوضوء إلا من المخرجين......، حديث: 178، وصحيح مسلم، الحيض، باب المذي، حديث: 303 واللفظ له.

فرماتے ہیں: امت کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی نجس ہے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: منی نکلنے پر غسل فرض ہے اور مذی اور ودی کے ظہور پر وضو لازم ہے کہ آدمی اپنا ذکر (شرمگاہ) دھو لے اور وضو کر لے۔ [2] یہ اثر حسن الاسناد ہے۔

کتے کا لعاب: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ، ثُمَّ لْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ»

''جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں جو کچھ ہے اسے گرا دے اور پھر اسے سات بار دھوئے۔'' [3]

حیض کا خون: دختر ابوبکر اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا:

«إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيهِ»

''جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اسے انگلیوں کی پوروں سے مل کر خوب دھوئے اور پانی سے کھنگالے، پھر اس میں نماز پڑھ لے۔'' [4]

جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کی لید اور گوبر وغیرہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے آئے تو مجھ سے فرمایا: ''تین ڈھیلے لے آؤ۔'' مجھے دو ڈھیلے مل گئے، تیسرا ڈھونڈا مگر نہ ملا تو میں ایک لینڈ (گدھے کی لید) لے آیا۔ آپ نے ڈھیلے لے لیے اور لینڈ پھینک دیا اور فرمایا:

«هٰذَا رِكْسٌ» ''یہ پلید ہے۔'' [5]

[1] المجموع: 571/2. [2] السنن الكبرى للبيهقي: 115/1. [3] صحيح مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، حديث: 279، وسنن النسائي، باب سؤر الكلب، حديث: 336 واللفظ له. [4] صحيح البخاري، الحيض، باب غسل دم الحيض، حديث: 307، وصحيح مسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، حديث: 291، وسنن أبي داود، الطهارة، باب المرأة تغسل ثوبها الذي تلبسه في حيضها، حديث: 361، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في غسل دم الحيض من الثوب، حديث: 138، وسنن النسائي، الطهارة، باب دم الحيض يصيب الثوب، حديث: 294، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب في ما جاء في دم الحيض يصيب الثوب، حديث: 629. [5] صحيح البخاري، الوضوء، باب لا يستنجى بروث، حديث: 156، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الاستنجاء بالحجرين، حديث: 17، وسنن النسائي، الطهارة، باب الرخصة في الاستطابة بحجرين، حديث: 42، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الاستنجاء بالحجارة والنهي عن الروث والرمة، حديث: 314، وصحيح ابن خزيمة: 39/1، حديث: 70.

لفظ «رِكْسٌ» میں ''راء'' کے نیچے زیر اور ''کاف'' ساکن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ «رِجْسٌ» کی ایک لغت (تلفظ) ہے۔ ابن ماجہ اور ابن خزیمہ کی روایت میں «رِجْسٌ» ہی آیا ہے جس کے معنی نجس اور پلید کے ہیں۔ بقول علامہ خطابی وغیرہ ''رِکس'' سے مراد رَجیع، یعنی گوبر ہے جو حالتِ طہارت سے حالتِ نجاست میں بدل گیا۔ مگر راجح یہ ہے کہ کہا جائے جو حالت طعام سے (بعد از ہضم) گوبر بن گیا ہے۔ [1]

مردار: یعنی وہ جانور جو اپنی موت مر گیا ہو اور شرعی طور پر اسے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ» ''جب مردار کا چمڑا رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' [2]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مردار کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ مردار نجس ہے۔

إھاب مطلق کھال کو کہتے ہیں یا اس چمڑے کو جو رنگا نہ گیا ہو۔ [3]

امام ابوداود رحمہ اللہ نے نضر بن شُمیل سے نقل کیا ہے کہ رنگ دیے جانے سے پہلے چمڑے کو إھاب کہتے ہیں اور اس کے بعد اسے إھاب نہیں بلکہ شَنٌّ اور قِرْبَةٌ کہتے ہیں۔ [4]

صاحبِ صحاح کہتے ہیں: إھاب اس چمڑے کو کہتے ہیں جسے رنگا نہ گیا ہو۔ [5]

* یاد رہے کہ زندہ جانور کا اگر کوئی حصہ کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مردار ہوتا ہے۔ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس دور میں یہاں کے کچھ لوگ دنبوں کی چکیاں یا اونٹوں کے کوہان کاٹ لیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: «مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ»

''زندہ جانور کے بدن سے جو حصہ کاٹ لیا گیا ہو وہ مردار ہے۔'' [6]

مردار کی نجاست کے عموم سے مندرجہ ذیل مستثنیٰ ہیں

مسلمان آدمی موت سے نجس نہیں ہوتا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راستے میں ملے جبکہ میں

[1] فتح الباري:1/258. [2] صحيح مسلم، الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، حديث: 366، وجامع الترمذي، اللباس، باب ماجاء في جلود الميتة إذا دبغت، حديث: 1728، وسنن ابن ماجه، اللباس، باب لبس جلود الميته إذا دبغت، حديث: 3609، ومسند أحمد: 1/219. [3] القاموس، ص: 77. [4] سنن أبي داود، اللباس، باب من روى أن لا يستنفع بإهاب الميتة، بعد الحديث : 4128. [5] الصحاح:1/76(ا.ه.ب). [6] [حسن] جامع الترمذي، الصيد، باب ماجاء ما قطع من الحي فهوميت، حديث: 1480، وسنن أبي داود، الصيد، باب إذا قطع من الصيد قطعة، حديث: 2858، ومسند أحمد: 5/218، والمستدرك للحاكم:4/239، حديث:7597.

جنابت سے تھا، چنانچہ میں وہاں سے کھسک گیا اور غسل کر کے آیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے پوچھا: ''ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟'' میں نے عرض کیا کہ میں جنابت سے تھا تو میں نے بلا طہارت آپ کے پاس بیٹھنا مناسب نہ جانا۔ آپ نے فرمایا:

«سُبْحَانَ اللهِ! إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ» ''سبحان اللہ! مسلمان پلید نہیں ہوتا۔'' [1]

اسی سے استدلال ہے کہ موت آنے سے صفت ایمان معدوم نہیں ہوتی، لہٰذا جب ایمان باقی ہے تو مرنے والا آدمی نجس نہیں ہے۔ [2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تُنَجِّسُوا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا»

''اپنے مردوں کو نجس نہ سمجھا کرو، بلاشبہ مسلمان زندہ ہو یا مردہ نجس نہیں ہوتا ہے۔'' [3]

* ایک دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ، فَإِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجِسٍ، فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ»

''جب تم میت کو غسل دو تو تم پر غسل واجب نہیں ہے کیونکہ تمھاری میت نجس نہیں ہوتی۔ تم اپنے ہاتھ دھولو تو یہی کافی ہے۔'' [4]

مسلمان کے بال یا دیگر اجزاء، جو اس کے جسم سے علیحدہ ہوں، نجس نہیں ہوتے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے حج میں) جب جمرۂ عقبہ کی رمی اور قربانی کر لی اور اپنے بال منڈوانے

---

[1] صحيح البخاري، الغسل، باب عرق الجنب وأن المسلم لا ينجس، حديث:283 و 285، و صحيح مسلم، الحيض، باب الدليل على أن المسلم لا ينجس، حديث: 371، و مسند أحمد: 235/2 و 382 و 471. [2] فتح الباري: 127/3.

[3] المصنف لابن أبي شيبة: 469/2 موقوفاً واللفظ له، وسنن الدارقطني: 70/2، حديث: 1793 مرفوعًا. یہ روایت اگرچہ موقوف اور مرفوع دونوں طرح مروی ہے لیکن اس کا موقوف ہونا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ مستدرک اور سنن دارقطنی میں مروی مرفوع حدیث کے راوی ابن ابی شیبہ ہیں لیکن وہ اپنی کتاب میں اسے موقوف نقل کرتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ اسے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں کسی بعد والے راوی کا عمل دخل ہے، نیز عکرمہ رحمہ اللہ نے بھی اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باختلاف الفاظ موقوفاً نقل کیا ہے جیسا کہ متن میں اس اثر کے بعد موجود ہے۔ شاید اسی وجہ سے امام بیہقی اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے موقوف ہونے کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ (السنن الكبرٰى للبيهقي: 306/1، وتغليق التعليق: 461/2) [4] [أثر صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي: 306/1.

لگے تو آپ نے بال مونڈنے والے کی طرف اپنی دائیں جانب کی تو اس نے آپ کے بال مونڈے تو آپ نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ بال انھیں دے دیے، پھر آپ نے اس کی جانب اپنا بایاں رُخ کیا اور فرمایا: ''مونڈو''۔ اس نے بال مونڈ دیے تو آپ نے وہ بھی ابوطلحہ کو دے دیے اور فرمایا:

«اِقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ» ''انھیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔'' [1]

مردار مچھلی اور ٹڈی: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُحِلَّ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ»

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ دو مردار: مچھلی اور ٹڈی اور دو خون: جگر اور تلی ہیں۔'' [2]

وہ جانور جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا: ان کا مردار بھی طاہر ہوتا ہے، جیسے شہد کی مکھی، چیونٹی، سنڈی، مکھی اور بچھو وغیرہ۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدٰى جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الْآخَرِ دَاءً»

''جب تم میں سے کسی آدمی کے برتن میں مکھی پڑ جائے تو اسے چاہیے کہ پوری مکھی ڈبو دے، پھر نکال پھینکے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری ہوتی ہے۔'' [3]

علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مطعومات اور مشروبات، جیسے انجیر، سیب، سبزی، پنیر اور سرکہ وغیرہ میں جو کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں تو ان کے مرنے سے وہ چیز نجس نہیں ہوتی۔ [4]

مردار کے طاہر اجزاء: یعنی ہڈیاں، سینگ، ناخن، کھر، بال، پر، اون اور اس کا دودھ طاہر ہے۔ [5]

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، حديث: 171، وصحيح مسلم، الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمي ثم ينحرثم يحلق......، حديث: 1305. واللفظ له. [2] [صحيح] سنن ابن ماجه، الصيد، باب صيد الحيتان والجراد، حديث: 3218، ومسند أحمد: 97/2 واللفظ له، وسنن الدار قطني: 272,271/4، حديث: 4687، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 254/1 و257 نیز دیکھیے، السلسلة الصحيحة: 111/3، حديث: 1118. [3] صحيح البخاري، الطب، باب إذا وقع الذباب في الإناء، حديث: 5782، وسنن أبي داود، الأطعمة، باب في الذباب يقع في الطعام، حديث: 3844، ومسند أحمد: 230,229/2. [4] دیکھیے شرح السنة للبغوي: 261,260/11. [5] یہاں مؤلف نے إنفَحَة کے طاہر ہونے کا »

ان سب چیزوں میں اصل طہارت ہے۔ ان کے نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ مردار کی ہڈیوں، مثلاً: ہاتھی دانت وغیرہ، کے بارے میں کہتے ہیں: میں نے علمائے سلف کو دیکھا ہے، وہ ہاتھی دانت کی کنگھیاں استعمال کیا کرتے تھے اور ہاتھی کے دانت ہی سے بنے ہوئے برتنوں میں تیل وغیرہ رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ [1]

حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں: مردار کے پروں میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ [2]

ابن سیرین رحمہ اللہ اور ابراہیم رحمہ اللہ کا قول ہے: ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں۔ [3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن سیرین رحمہ اللہ کے قول پر لکھتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ (ابن سیرین) اسے پاک سمجھتے تھے کیونکہ وہ کسی ناپاک یا ایسی نجس چیز، جسے پاک نہ کیا جا سکتا ہو، کی تجارت کو جائز نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ زیتون کے بارے میں ان کے ایک مشہور واقعے سے استدلال کیا گیا ہے۔ [4]

حرام جانور کو ذبح کر دیا جائے تب بھی اس کا گوشت نجس ہوتا ہے: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا اس شام لوگوں نے بہت زیادہ آگ جلائی، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

«مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ؟ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ؟» قَالُوا: عَلٰى لَحْمٍ، قَالَ: «عَلٰى أَيِّ لَحْمٍ؟» قَالُوا: عَلٰى لَحْمِ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا» فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللهِ! أَوْ نُهْرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ فَقَالَ: «أَوْ ذَاكَ»

''یہ کیسی آگ ہے اور تم کس چیز کے لیے اسے جلا رہے ہو؟'' حاضرین نے کہا: گوشت کے لیے۔ آپ نے پوچھا: ''کون سے گوشت کے لیے؟'' انھوں نے کہا: پالتو گدھوں کے گوشت کے لیے۔ آپ نے

» بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے بارے میں اہل لغت نے لکھا ہے: هُوَ شَيْءٌ يُسْتَخْرَجُ مِنْ بَطْنِهِ أَصْفَرُ يُعْصَرُ فِي صُوفَةٍ مُبْتَلَّةٍ فِي اللَّبَنِ فَيَغْلُظُ كَالْجُبْنِ ''یہ ایک زردی چیز (غطا) ہوتی ہے جو بکری یا گائے کے دودھ پیتے بچے کے پیٹ سے نکالی جاتی ہے، پھر اسے اون کے تر کپڑے میں نچوڑ کر دودھ میں ڈال دیتے ہیں جس سے دودھ پنیر کی طرح گاڑھا ہو جاتا ہے۔'' (المصباح المنير للفيّومي، مادة: نفح) انگلش میں اسے Rennet stomach کہتے ہیں۔ بکری، گائے کا دودھ پیتا بچہ مر جائے تو اس کی یہ چیز پاک تو ہوتی ہے لیکن حلال نہیں۔ دودھ گاڑھا کر کے پنیر بنانے کے لیے اسے ذبح کر کے پیٹ سے یہ چیز نکالی جاتی ہے اور اس صورت میں حلال ہوتی ہے، اس طرح مردار کا دودھ پاک تو ہے لیکن حلال نہیں۔ (عبدالولی) [1] صحيح البخاري، الوضوء، باب: 67. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب: 67، والمصنف لعبدالرزاق: 67/1. [3] صحيح البخاري، الوضوء، باب: 67، والمصنف لعبدالرزاق: 68/1.

[4] فتح الباري: 343/1، نیز دیکھیے: مجموع فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیة: 21/96-104.

فرمایا: ”انھیں (برتنوں کو) انڈیل دو اور انھیں توڑ دو۔“ ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! کیا (یہ ممکن ہے کہ) اسے انڈیل دیں اور برتنوں کو دھولیں؟ آپ نے فرمایا: ”چلو یوں ہی سہی۔“ [1]

ایک روایت کے لفظ ہیں: آپ نے فرمایا: «اِغْسِلُوا» ”دھولو۔“ [2]

اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ خیبر کے دن ہم نے گدھوں کا گوشت حاصل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک منادی نے اعلان کیا:

«إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ»

”بے شک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو گھریلو گدھوں کے گوشت کی ممانعت کرتے ہیں، بلاشبہ یہ پلید ہے۔“ [3]

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حرام جانوروں کا گوشت پلید ہوتا ہے، چاہے انھیں ذبح کر لیا جائے کیونکہ پہلے حکم دیا کہ برتنوں کو توڑ ڈالو مگر پھر کہا گیا کہ چلو دھولو، پھر فرمایا کہ یہ ناپاک ہے۔ بہر حال یہ دونوں حدیثیں پالتو گدھوں کے بارے میں نص ہیں اور بقیہ جانور، جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا، اسی پر قیاس کیے جاتے ہیں۔ ان میں علت مشترکہ ”ان کے گوشت کا نہ کھایا جانا“ ہے۔

گندگی سے پاک ہونے کا طریقہ

نجاست عین ہو یا اس کا اثر، اسے صرف پانی ہی سے زائل کیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ دیگر مائعات، یعنی سرکہ یا عرق گلاب وغیرہ اس کے لیے کارآمد نہیں ہو سکتے کیونکہ تطہیر (پاک کرنے) کے لیے اصل چیز پانی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری شے شارع کی اجازت کے بغیر اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، جیسے کہ چمڑے کو پاک صاف کرنے کے لیے اسے رنگا جاتا ہے یا جوتے کا تلوا اگر پاک کرنا ہو تو اسے مٹی سے رگڑا جاتا ہے وغیرہ۔

دودھ پیتے بچے کا پیشاب کپڑے پر پڑ جائے تو اس کی طہارت: جناب ابو سمح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، جب آپ غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو مجھ سے ارشاد فرماتے کہ میری طرف پیٹھ کر

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4196، وصحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة خيبر، حديث: 1802، ومسند أحمد: 48/4. [2] صحيح البخاري، المظالم، باب هل تكسر الدّنان التي فيها الخمر......، حديث: 2477.
[3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4199,4198 و 5528 واللفظ له، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب تحريم أكل لحم الحمر، حديث: 1940، ومسند أحمد: 115/3.

لو۔ میں آپ کی طرف پیٹھ پھیر لیتا اور اس طرح آپ کے لیے پردے کا اہتمام کرتا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو آپ کی خدمت میں لایا گیا تو اس نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا، میں اسے دھونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ»

''لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔'' [1]

زمین کو پاک کرنا: جس زمین پر نجاست پڑ جائے اسے پاک کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس پر پانی بہایا جائے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی مسجد کی ایک جانب کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا، لوگوں نے اسے ڈانٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ڈانٹنے کی ممانعت فرمائی۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول لانے کا حکم دیا جو اس پر بہا دیا گیا۔ [2]

اور دوسری یہ کہ وہ جگہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر جاتا رہے۔ اس کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، جبکہ میں غیر شادی شدہ تھا، مسجد میں سویا کرتا تھا۔ کتے مسجد میں آتے جاتے پیشاب کر دیا کرتے تھے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس پر پانی نہیں بہاتے تھے۔ [3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابوداود نے سنن میں اس سے استدلال کیا ہے کہ زمین، نجاست کے خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور حدیث کے الفاظ کہ ''وہ اس پر پانی نہیں بہاتے تھے۔'' اس امر کی دلیل ہیں کہ اگر نجاست کے خشک ہونے سے زمین پاک نہ ہوئی ہوتی تو وہ اسے اس حال میں نہ چھوڑتے۔ اس استدلال میں جو کمزوری ہے، وہ مخفی نہیں ہے۔ [4]

علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ ابن حجر رحمہ اللہ کی بات پر تعاقب میں کہتے ہیں: میرے نزدیک اس استدلال میں کوئی ابہام نہیں بلکہ یہ عین واضح ہے...... [5]

اور علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں کہ امام ابوداود رحمہ اللہ کا یہ استدلال کہ خشک ہو جانے پر زمین پاک

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، حديث: 376، وسنن النسائي، الطهارة، باب بول الجارية، حديث: 305، وسنن ابن ماجه، الطهارة، ما جاء في بول الصبي الذي لم يطعم، حديث: 526. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد و باب: يهريق الماء على البول، حديث: 221,220,219، وصحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات......، حديث: 284. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في طهور الأرض إذا يبست، حديث: 382، وصحيح البخاري، الوضوء، باب إذا شرب الكلب في إناء أحدكم فليغسله سبعًا، حديث: 174 معلقًا. [4] فتح الباري: 279/1. [5] عون المعبود: 31/2.

ہو جاتی ہے، بالکل صحیح ہے، میرے نزدیک اس میں کوئی کمزوری نہیں......۔" [1]

کپڑے کو خونِ حیض لگ جائے تو اس کی طہارت: اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اگر کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو کیسے پاک کرے؟ آپ نے فرمایا:

«تَحُتُّهُ، ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ تَنْضِحُهُ، ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ»

"اسے کھرچ لے، پھر چٹکیوں سے مل کر پانی سے دھوئے، پھر اس پر پانی ڈالے، پھر اس میں نماز پڑھ لے۔" [2]

اگر اسے کھرچنے اور دھونے کے بعد داغ باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ خولہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر خون کا اثر نہ جائے؟ تو آپ نے فرمایا:

«يَكْفِيكِ الْمَاءُ وَلَا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ»

"پانی (سے دھو دینا) کافی ہے، اس کا داغ تجھے کوئی نقصان نہیں دے گا۔" [3]

زمین پر گھسٹتے دامن کی پاکیزگی: حُمیدہ کہتی ہیں کہ میں نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں اپنا دامن لمبا رکھتی ہوں اور کسی وقت گندی جگہ سے بھی گزرتی ہوں؟ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ» "اسے بعد والی جگہ پاک کر دے گی۔" [4]

یہ حدیث اپنے شواہد کی روشنی میں حسن درجے کی ہے۔

جس کپڑے پر مذی لگ جائے، اس پر پانی چھڑک دینا کافی ہے: جناب سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں مذی کی کثرت کی وجہ سے بڑی مشقت میں رہتا تھا اور اس وجہ سے بہت زیادہ غسل کرتا تھا، چنانچہ میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

«إِنَّمَا يُجْزِئُكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءُ». قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! فَكَيْفَ بِمَا يُصِيبُ ثَوْبِي مِنْهُ؟ قَالَ: «يَكْفِيكَ بِأَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِّنْ مَّاءٍ فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ حَيْثُ تُرَى

[1] تحفة الأحوذي: 139/1. [2] صحيح البخاري، الحيض، باب غسل دم الحيض، حديث: 307، و صحيح مسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، حديث: 291 واللفظ له. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب المرأة تغسل ثوبها الذي تلبسه في حيضها، حديث: 365، ومسند أحمد: 364/2 و380، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: 408/2 بإسناد صحيح. [4] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب الأذى يصيب الذيل، حديث: 383، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الوضوء من الموطئ، حديث: 143.

أَنَّهُ أَصَابَهُ»

”تمھیں اس کی وجہ سے (پاکیزگی کے لیے) وضو ہی کافی ہے۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اور وہ جو میرے کپڑے کو لگ جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”تمھیں یہی کافی ہے کہ پانی کا ایک چلو لو اور جہاں سمجھو کہ لگی ہے، اس جگہ پر چھڑک دو۔“ [1]

جوتے کے تلوے زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ أَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا»

”جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو جوتا (الٹا کر کے) دیکھ لے، اگر اس میں کوئی نجاست پائے تو اسے زمین سے رگڑ دے، پھر ان میں نماز پڑھ لے۔“ [2]

اس برتن کی پاکیزگی کا طریقہ جس میں کتا منہ مار جائے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ، إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ، أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ»

”تمھارے برتن کی پاکیزگی، جب کتا اس میں منہ مار جائے، یہ ہے کہ وہ (شخص) اسے سات بار دھو لے، پہلی بار مٹی سے دھونا چاہیے۔“ [3]

حلال مردار جانور کا چمڑا پاک کرنے کا طریقہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ فرماتے تھے:

«إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ» ”چمڑہ جب رنگ دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔“ [4]

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب في المذي، حديث:210، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المذي يصيب الثوب، حديث: 115، وسنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب الوضوء من المذي، حديث:506. [2] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة في النعل، حديث: 650، ومسند أحمد: 92/3 واللفظ له. [3] صحيح مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، حديث:279. [4] صحيح مسلم، الطهارة، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، حديث:366.

پاکی اور ناپاکی کے سلسلے میں چند دیگر احکام

آدمی کی قے پاک ہے: فی الحقیقت تمام اشیاء اصلاً پاک ہیں اور اسے اس اصل سے کسی صحیح قابل حجت دلیل ہی سے بدلا جا سکتا ہے، جبکہ اس کے برخلاف اس سے راجح یا کم از کم اس کے مساوی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اگر کسی چیز کے ناپاک ہونے کی دلیل مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں یہیں رک جانا چاہیے (کہ یہ پاک ہے) اور اس کی نجاست کے مدعی سے ہم کہیں گے کہ آپ کے اس دعوے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس چیز کا ازالہ کرنا واجب ٹھہرایا ہے جسے آپ نجس سمجھتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے نماز صحیح نہیں ہو سکتی تو اس کی دلیل پیش کیجیے، اگر وہ یہ کہے کہ اس کے بارے میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میں کنویں پر کھڑا تھا اور ڈول سے اپنی چھاگل میں پانی بھر رہا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا:

«يَاعَمَّارُ! مَا تَصْنَعُ؟» ”عمار! کیا کر رہے ہو؟“

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں کیونکہ اسے بلغم لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

«يَاعَمَّارُ! إِنَّمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ مِنْ خَمْسٍ: مِنَ الْغَائِطِ، وَالْبَوْلِ، وَالْقَيْءِ، وَالدَّمِ، وَالْمَنِيِّ. يَاعَمَّارُ! مَا نُخَامَتُكَ، وَدُمُوعُ عَيْنَيْكَ، وَالْمَاءُ الَّذِي فِي رِكْوَتِكَ إِلَّا سَوَاءٌ»

”اے عمار! کپڑا پانچ چیزوں کی وجہ سے دھویا جاتا ہے: پاخانہ، پیشاب، قے، خون اور منی سے آلودہ ہونے پر (دھویا جاتا ہے)۔ اے عمار! تیرا بلغم، آنکھوں کے آنسو اور تیری اس چھاگل کا پانی سب برابر ہیں۔“[1]

ہم کہتے ہیں: یہ روایت بے اصل اور باطل ہے، کسی صحیح یا حسن سند سے ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ لائق حجت ہے نہ لائق عمل درجے کو پہنچتی ہے، لہٰذا ایسی روایت سے ایسا کوئی حکم کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے جو بالعموم پیش آتا رہتا ہو! یہ روایت تو کسی پر کوئی ادنیٰ حکم ثابت کرنے کے لائق بھی نہیں ہے۔

اگر وہ کہے کہ احادیث میں آیا ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ہم کہیں گے: بھلا یہ بھی آیا کہ وضو صرف نجس ہی سے ٹوٹتا ہے؟ اگر کہے: ہاں، تو تمھیں اس کی کوئی دلیل نہیں ملے گی۔

[1] سنن الدارقطني: 127/1، حديث: 452، ومسند أبي يعلى: 186,185/3، حديث: 1611، ومسند البزار: 234/4.

اگر کہو کہ بعض اہل فروع نے کہا ہے کہ وضو کا ناقض ہونا نجس ہونے کی فرع ہے۔ تو ہم کہیں گے: کیا ان حضرات کا یہ قول اللہ کی مخلوق پر حجت اور دلیل ہے؟

اگر وہ کہے: ہاں، تو ہم کہہ سکتے ہیں: تم نے ایک ایسی بات کہی ہے جو اہل اسلام میں سے کسی نے نہیں کہی۔ اگر کہے کہ نہیں، تو ہم کہیں گے کہ پھر آپ ایسی چیز سے کس طرح حجت اور دلیل لے سکتے ہیں جس سے کسی نے کسی پر حجت نہیں لی؟

اگر کہے: قے کے نجس ہونے پر اتفاق ہے۔ تو ہم کہیں گے: یہ دعویٰ صحیح نہیں، ابن حزم رحمہ اللہ [1] نے اس کی تردید کی ہے، انھوں نے مسلمان کی قے پاک ہونے کی صراحت کی ہے۔ نیز علامہ شوکانی [2] اور نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ [3] دونوں نے قے کو نجاستوں میں شمار نہیں کیا بلکہ آدمی کی قے کے مطلقاً طاہر ہونے سے اتفاق کیا ہے۔ [4]

آدمی کی منی کی حیثیت: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: ...... میں دیکھتی ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچتی ہوں، پھر آپ اس میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ [5]

دوسری حدیث میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ...... میں دیکھتی ہوں کہ میں اسے جبکہ وہ خشک ہو چکی ہوتی، اپنے ناخنوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرچ ڈالتی۔ [6]

منی کی نجاست اور طہارت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض علماء اسے طاہر کہتے ہیں جبکہ دیگر اسے نجس کہتے ہیں۔ امام شوکانی اور عبدالرحمٰن مبارکپوری وغیرہ کے نزدیک منی نجس ہے۔ [7]

مسلمان کا خون پاک ہے: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں نکلے، تو ایک صحابی نے کسی مشرک کی عورت کو قتل کر دیا۔ اس (مشرک) نے قسم کھائی کہ میں اصحاب محمد میں خونریزی کیے بغیر نہیں رہوں گا، چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشانات پر چلتا آیا۔ آپ نے ایک منزل پر

---

[1] المحلّی: 183/1. [2] الدرر البهية في المسائل الفقهية، و شرحه الدراري المضية. [3] الروضة الندية :1/32-42.
[4] دیکھیے: ہماری تالیف: إرشاد الأمة إلى فقه الكتاب والسنة، جزء الطهارة. [5] صحيح مسلم، الطهارة، باب حكم المني، حديث: 288، وكذلك في سنن أبي داود، الطهارة، باب المني يصيب الثوب، حديث: 372، و جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المني يصيب الثوب، حديث: 116. [6] صحيح مسلم، الطهارة، باب حكم المني، حديث: 290.
[7] تحفة الأحوذي: 317/1 ونيل الأوطار: 70/1 وانظر أيضًا السنن الكبرى للبيهقي: 416/2، برواية محارب بن دثار، والمحلّى لابن حزم: 1/125-128، وفتح الباري: 433/1.

پڑاؤ کیا تو فرمایا: ''ہماری پہریداری کون کرے گا؟'' مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک آدمی تیار ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: «كُونَا بِفَمِ الشِّعْبِ» ''اس گھاٹی کے دہانے پر (کھڑے) ہو جاؤ۔''

وہ دونوں گھاٹی کے دہانے کی طرف نکل گئے۔ مہاجر لیٹ گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اسی دوران وہ مشرک بھی آ گیا، اس نے ایک شخص کو کھڑے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ ان لوگوں کا پہریدار ہے۔ اس نے تیر مارا جو صحابی کو لگ گیا۔ صحابی نے اسے اپنے جسم سے نکال دیا۔ اس مشرک نے اس صحابی کو پے در پے تین تیر مارے، پھر اس انصاری صحابی نے رکوع اور سجدہ کیا، پھر (نماز سے فارغ ہوکر) اپنے مہاجر ساتھی کو جگایا۔ جب مشرک نے دیکھا کہ یہ لوگ چوکنے ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کو خون میں لت پت دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! تم نے مجھے پہلے ہی تیر پر کیوں نہ جگا دیا؟ اس نے کہا: میں (فلاں) سورت پڑھ رہا تھا، مجھے اچھا نہ لگا کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ [1]

* یہ واضح ہے کہ نبی ﷺ اس صورت حال سے مطلع ہوئے لیکن آپ نے اس کے خون بہنے کی حالت میں نماز پڑھتے رہنے پر کوئی اعتراض فرمایا نہ آپ سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اس کی نماز باطل ہو گئی۔ اگر خون ناقض وضو ہوتا تو آپ اسے یا اس کے ساتھیوں کو یقیناً مطلع فرما دیتے۔ مزید برآں اگر خون نجس ہوتا تو آپ اسے یا اس کے ساتھیوں پر ضرور واضح فرما دیتے جبکہ بوقت ضرورت ضروری مسئلہ بیان نہ کرنا اور تاخیر کرنا جائز نہیں۔

* صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم معرکوں میں جایا کرتے تھے، ان کے جسم اور کپڑے خون آلود ہو جاتے تھے مگر کسی سے منقول نہیں ہے کہ وہ اس کے باعث وضو کرتے تھے بلکہ شدید زخمی حالت میں زخموں کے ساتھ ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔

* جناب ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس رات عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا اور وہ زخمی ہو گئے تو وہ (مسور رضی اللہ عنہ) نمازِ فجر پڑھ کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، جب انھیں نماز کے لیے بیدار کرنے کی غرض سے کہا گیا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے تو انھوں نے کہا: ہاں ہاں! جس نے نماز چھوڑ دی، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے شدید زخمی حالت میں بہتے خون کے باوجود نماز پڑھی۔ [2]

صحیح بخاری میں ایک اور اثر بھی منقول ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ایک مہاسہ بھینچ دیا جس سے خون نکل آیا تو آپ نے وضو نہیں کیا۔ [3]

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من الدم، حديث: 198، ومسند أحمد: 3/344، 359. [2] الموطأ للإمام مالك: 1/13، وشرح السنة للبغوي: 2/157، حديث: 330 بإسناد صحيح. [3] صحيح البخاري، الوضوء، باب: 34.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسے ابن ابوشیبہ نے صحیح سند کے ساتھ موصولاً بیان کیا ہے اور یہ جملہ مزید کہا ہے: ''پھر انھوں نے نماز پڑھی'' اور وضو نہیں کیا۔ [1]

صحیح بخاری میں ایک اور اثر نقل کیا گیا ہے کہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے خون تھوکا اور اپنی نماز بھی جاری رکھی۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسے سفیان ثوری نے اپنی جامع میں عطاء بن سائب سے موصول ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا اور سفیان نے عطاء سے اختلاط سے پہلے سنا ہے، لہٰذا اس کی سند صحیح ہے۔ [3]

بہتا ہوا خون پاک ہے: حیض کے خون کے علاوہ اور کسی خون کے نجس ہونے کی کوئی صحیح دلیل سنت سے ثابت نہیں اور قرآن کریم میں جو ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾

''(اے نبی!) کہہ دیجیے: میری طرف جو وحی کی گئی ہے، میں اس میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر جو اسے کھائے، حرام ہو مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت، کیونکہ وہ ناپاک ہے۔'' [4]

یہ آیت کریمہ ان چیزوں کے طاہر اور نجس ہونے کے بارے میں نہیں بلکہ حلال اور حرام کے بیان کے سلسلے میں ہے۔

جناب محمد بن سیرین، یحییٰ الجزار سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور ان کے پیٹ پر، اونٹنی ذبح کرنے کی وجہ سے گوبر اور خون لگا ہوا تھا مگر انھوں نے وضو نہیں کیا۔ [5] اس کی سند صحیح ہے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم گوشت کھاتے تھے جبکہ خون کی لکیریں ہنڈیا پر لگی ہوتی تھیں۔ [6] حافظ ابن کثیر نے اس ارشاد کو صحیح غریب کہا ہے۔ [7]

مختصر یہ ہے کہ جو حضرات خون کو نجس کہتے ہیں ان کے پاس سوائے اس کے کہ یہ نص قرآن سے حرام ہے اور کوئی دلیل نہیں ہے اور انھوں نے حرام ہونے سے نجس ہونے کو لازم سمجھ لیا ہے جیسا کہ شراب (خمر) کے بارے میں کیا ہے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے)۔

[1] فتح الباري: 280/1. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب: 34. [3] فتح الباري: 382/1. [4] الأنعام 45:6. [5] المعجم الكبير للطبراني: 248/9، حديث: 9219. [6] تفسير الطبري، الانعام 145:6. [7] تفسير ابن كثير، الأنعام 145:6.

یہ بڑی واضح بات ہے کہ کسی چیز کے حرام ہونے سے اس کا نجس ہونا لازمی نہیں۔ اس کے برعکس کوئی چیز نجس ہوتو وہ لازماً حرام ہوگی جیسا کہ امام صنعانی اور شوکانی رحمہما اللہ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

نسوانی رطوبت پاک ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: چاہیے کہ عورت اپنے پاس ایک کپڑا رکھے، جب اس کا شوہر فارغ ہوتو وہ اسے دے تاکہ وہ اس سے اپنی اذیٰ (گندگی) صاف کرلے اور عورت بھی صاف کر لے، پھر وہ اپنے اپنے کپڑوں میں نماز پڑھ لیں۔ [1]

جناب قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ وہ اپنی اہلیہ سے یک جائی کے لیے آتا ہے اور کپڑے پہن لیتا ہے، اسے ان کپڑوں میں پسینہ بھی آتا ہے، تو کیا یہ نجس ہے؟ انھوں نے کہا: عورت اپنے پاس ایک کپڑا رکھا کرتی تھی جب ایسی صورت ہوتی تو مرد اس کے ساتھ اپنے بدن سے اذیٰ (گندگی) کو صاف کرلیتا اور پسینہ آنے کو ناپاک کرنے والی چیز نہیں سمجھتا تھا۔ [2]

شراب حرام ہے اور منشیات کے نجس ہونے کی کوئی قابل حجت دلیل نہیں: جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ ﴾

"بے شک شراب، جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر سراسر گندے شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو۔" [3]

تو اس میں میں "رجس" سے حقیقی نجس اور پلید مراد نہیں ہے بلکہ ان کی معنوی پلیدی مراد ہے کیونکہ لفظ "رجس" شراب کے لیے خبر ہے اور ان کے لیے بھی جن کا اس پر عطف ہے، یعنی جوئے، آستانے اور فال نکالنے کے تیروں کے لیے، جبکہ جوئے، آستانے اور ازلام کو قطعی طور پر حسّی اور عینی نجس نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ ﴾ "چنانچہ تم بتوں کی گندگی سے بچو۔" [4]

تو یہاں بتوں کی معنوی گندگی مراد ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بت کو ہاتھ لگا دے تو وہ پلید ہو جائے

[1] صحيح ابن خزيمة: 142/1، حديث: 280. [2] صحيح ابن خزيمة: 142/2، حديث: 279. مؤلف رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان دو آثار سے رطوبتِ فرج کی طہارت پر استدلال کیا ہے، حالانکہ یہ استدلال واضح نہیں، رطوبتِ فرج پاک ہے اور اس کی دلیل براءت اصلیہ ہے، یعنی اس کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں جبکہ امام ابن خزیمہ نے مذکورہ آثارِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کرکے لکھا ہے کہ جنبی کا پسینہ پاک ہے۔ اور یہی حق ہے۔ (عبدالولی) [3] المآئدة 5:90. [4] الحج 22:30.

گا۔ مزید برآں اس کی تفسیر سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس ''رجس'' سے مراد معنوی نجاست ہے کہ یہ (شراب وغیرہ) شیطانی کام ہیں، یہ دلوں میں دشمنی اور بغض ڈالتے ہیں، اللہ کی یاد اور نماز سے روکتے ہیں۔[1]

صاحب سبل السلام کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ چیزیں اپنی اصل ماہیت کے اعتبار سے پاک ہیں۔ ان کے حرام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نجس بھی ہیں۔ حشیش حرام ہے مگر یہ طاہر ہے۔ ہاں! نجاست سے حرمت لازم آتی ہے، چنانچہ ہر نجس حرام ہے جبکہ ہر حرام نجس نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے نجس ہونے کا حکم اسے ہر حال میں چھونے سے روکنے کے لیے ہے، لہٰذا کسی چیز کے عین (ذات) کی نجاست کا حکم، اس کے حرام ہونے کا حکم ہے، بخلاف کسی چیز کے حرام ہونے کے حکم کے، مثلاً: مردوں کے لیے سونا اور ریشم پہننا حرام ہے مگر یہ دونوں چیزیں بالاجماع پاک ہیں۔[2]

شراب کا بھی یہی معاملہ ہے، یعنی شراب حرام ہے مگر نجس نہیں۔ اگر یہ فی نفسہ نجس بھی ہے تو لازم ہے کہ اس کی کوئی اور خارجی دلیل ہو اور وہ نہیں ہے۔[3]

مشرک کی نجاست معنوی ہے: سورۂ توبہ کی آیت کریمہ:

﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ ''بلاشبہ مشرک تو ہیں ہی پلید۔''[4]

میں ان کے نجس ہونے کی وضاحت ہے۔ مگر دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی نجاست عینی اور حسی نہیں بلکہ معنوی ہے کیونکہ مشرک ذاتی طور پر نجس نہیں ہوتا بلکہ بلحاظِ عقیدہ نجس ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ برا جانا جاتا ہے۔[5]

خنزیر کا گوشت کھانا حرام ہے مگر اس جانور کے نجس ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں: خنزیر کے نجس ہونے

[1] تفسير الطبري، الحج 30:22. [2] سبل السلام، الطهارة، باب النهي عن أكل لحوم الحمر الأهلية:202,201/1.
[3] ملاحظہ ہو: إرشاد الأمة، جزء الطهارة. مؤلف کا یہ کہنا کہ خنزیر اور شراب نجس نہیں، محل نظر ہے، صحیح بات یہ ہے کہ خنزیر کا گوشت اور شراب حرام ہونے کے ساتھ ساتھ نجس بھی ہیں، اس کی دلیل ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے امام ابوداود نے روایت کیا ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: «إِنَّا نُجَاوِرُ أَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبُخُونَ فِي قُدُورِهِمُ الْخِنْزِيرَ وَيَشْرَبُونَ فِي آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوا فِيهَا وَاشْرَبُوا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا غَيْرَهَا فَارْحَضُوهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا» ''ہم اہل کتاب کے پڑوسی ہیں اور وہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمھیں ان کے علاوہ برتن ملیں تو ان میں کھاؤ پیو اور اگر نہ ملیں تو ان ہی کو دھو ڈالو اور کھاؤ پیو۔'' سنن أبي داود، الأطعمة، باب استعمال آنية أهل الكتاب، حديث:3839. (عبدالولی) [4] التوبة 28:9. [5] فتح القدير، التوبة 28:9، وفتح الباري:390/1.

کی کوئی صحیح دلیل وارد نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾

”(اے نبی!) کہہ دیجیے: میری طرف جو وحی کی گئی ہے، میں اس میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر، جو اسے کھائے، حرام ہو مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت، کیونکہ وہ ناپاک ہے۔“ [1]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ”رجس“ سے مراد حرام ہے جیسا کہ آیت کریمہ کے سیاق سے واضح ہے۔ فی الجملہ یہاں کھانے کے سلسلے میں حرام چیزوں کا ذکر ہے، ان کے عین نجس ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قبیلہ عُکل وعُرینہ کے کچھ لوگ آئے، انھیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صدقے کے اونٹوں کے چرواہے سے ملنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ باہر چلے جاؤ اور اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیو۔ [2]

* اس حدیث میں دلیل ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب پاک ہے۔ اونٹوں کے بارے میں یہ حدیث نص ہے اور باقی حلال جانوروں کا مسئلہ قیاس سے ثابت ہے۔ [3]

* جناب مالک بن حارث سلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہمیں کوفہ کے دارالبرید میں نماز پڑھائی۔ اس جگہ دارالخلافہ سے آنے والے نمائندے ٹھہرا کرتے تھے۔ ان دنوں (عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کے امیر تھے۔ دارالبُرید شہر کے ایک طرف تھا، اس کے پہلو میں کھلی جگہ بھی تھی اور جہاں یہ لوگ ٹھہرتے تھے وہاں جانوروں کی لید اور گوبر وغیرہ بھی ہوتا تھا جبکہ دروازے کے قریب کھلی صاف زمین تھی۔ ساتھیوں نے کہا کہ اگر آپ نماز دروازے کے قریب پڑھیں تو بہتر ہے۔ انھوں نے کہا: یہاں اور وہاں سب برابر ہے۔ [4]

* اسے سفیان ثوری نے بھی اپنی جامع میں اعمش کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ہمیں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ

[1] الأنعام 145:6. [2] صحیح البخاري، الوضوء، باب أبوال الإبل والدواب......، حدیث: 233، وصحیح مسلم، القسامة والمحاربین، باب حکم المحاربین والمرتدین، حدیث: 1671. [3] اس کے علاوہ براءت اصلیہ سے بھی ان جانوروں کے گوبر اور پیشاب کا پاک ہونا ثابت ہے۔ (عبدالولی) [4] فتح الباري: 336/1 یہ اثر صحیح ہے۔

نے ایسی جگہ نماز پڑھائی جہاں گوبر پڑا ہوا تھا۔ [1] یہ الفاظ یہی ثابت کرتے ہیں کہ درمیان میں کچھ بھی حائل نہ تھا۔

* عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایسی حالت میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے جبکہ ان کے پاؤں پر گوبر لگا ہوتا تھا۔ یہ اثر صحیح ہے۔

* جناب عبید بن عمیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میرے پاس ایک چھوٹی سی بھیڑ تھی جو میری جائے نماز میں مینگنیاں کر دیتی تھی۔ یہ اثر صحیح ہے۔

* جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ منصور نے ان سے پوچھا کہ آدمی کے موزے، جوتے یا پاؤں کو گوبر لگ جائے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟ انھوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ یہ اثر صحیح ہے۔

* جناب حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بکریوں کے پیشاب کا کوئی حرج نہیں۔ یہ اثر صحیح ہے۔

* جناب محمد بن علی بن حسین اور نافع رحمہما اللہ مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ جس آدمی کے عمامے کو اونٹ کا پیشاب لگ جائے، وہ کیا کرے؟ تو ان دونوں نے کہا: اسے دھونے کی ضرورت نہیں۔ یہ اثر صحیح ہے۔ [2]

جَلَّالَہ (نجاست کھانے والے جانور) کا حکم: اس کے پیشاب اور گوبر کے نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ اس کا گوشت کھانے، دودھ پینے یا اس پر سواری کی کراہت آئی ہے۔ اور وہ بھی بچاؤ کے طور پر اور نظافت کے پیش نظر ہے۔

جَلَّالَة: اونٹ، گائے، بکری، مرغی یا بطخ وغیرہ میں سے جو جانور اس قدر نجاست کھاتا ہو کہ اس سے اس کی بو آنے لگے، اسے جَلَّالَہ کہتے ہیں۔ اگر انھیں چند دن نجاست سے دور رکھا جائے اور پاک صاف گھاس وغیرہ دی جائے اور ان کا گوشت صاف ہو جائے تو پھر ایسا جانور جَلَّالَہ نہیں کہلائے گا اور اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بھی حلال ٹھہرے گا کیونکہ نہی کی علت دور ہوگئی اور جو تبدیلی آئی تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔

اگر یہ جانور گھاس پھونس کھائیں، انھیں غلہ بھی کھلایا جائے اور ساتھ ہی کسی وقت کوئی نجاست بھی کھالیں تو اس صورت میں انھیں ''جَلَّالَہ'' قرار دیا جا سکتا ہے نہ ان کا کھانا مکروہ ہوگا۔ [3]

* اور ایسے جَلَّالَہ جانور کو چالیس دنوں تک بند رکھنے والی بات ضعیف ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ اونٹ کا گوشت کھانے اور جلالہ اونٹنی کا

[1] المصنف لعبدالرزاق: 410/1، حديث: 1606. [2] سب آثار صحیح ہیں، دیکھیے: المحلّٰی: 171,170/1. [3] معالم السنن للخطابي: 226/4، وتحفة الأحوذي: 447/5.

دودھ پینے سے منع فرمایا ہے، اس پر عام چیزیں ہی لادی جائیں، اس پر سواری نہ کی جائے حتی کہ چالیس رات تک اسے گھاس کھلائی جائے۔“ [1]

* البتہ مرغی کو تین دن تک بند رکھنے کا جو ذکر آیا ہے، وہ صحیح ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ مرغی کو تین دن تک روکے رکھتے تھے۔ [2] اس کی سند صحیح ہے۔ شیخ البانی نے فرمایا: یہ اثر صحیح ہے۔ [3]

* جلّالہ کا گوشت کھانے، دودھ پینے اور اس پر سواری کی کراہت صحیح سند سے ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جلالہ کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔ [4]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ نے جلّالہ کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔ [5]
یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

جھوٹا اور پسینہ

جھوٹے کا بیان

مسلمان کا جھوٹا پاک ہے: خواہ وہ جنابت سے ہو یا حیض ونفاس سے۔ جھوٹے سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو کھانے پینے کے بعد برتن میں باقی بچ جائے۔

* انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا جس میں پانی ملا ہوا تھا، اس موقع پر آپ کی دائیں جانب ایک بدوی بیٹھا تھا اور بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس دودھ میں سے کچھ پیا، پھر اس بدوی کو دے دیا اور فرمایا: «اَلْأَیْمَنَ فَالْأَیْمَنَ» ”دایاں اور پھر دایاں۔“ [6]

* ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] [ضعيف] سنن الدارقطني: 283/4 والسنن الكبرى للبيهقي: 333/9. [2] مصنف ابن أبي شيبة: 147/5، حديث: 24598. [3] الإرواء، حديث: 2505. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، باب النهي عن أكل الجلالة وألبانها، حديث: 3786، وسنن النسائي، الضحايا، باب النهي عن أكل لحوم الجلالة، حديث: 4453، وجامع الترمذي، الأطعمة، باب ما جاء في أكل لحوم الجلالة وألبانها، حديث: 1825. [5] [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، باب النهي عن أكل الجلالة وألبانها، حديث: 3785، و جامع الترمذي، الأطعمة، باب ما جاء في أكل لحوم الجلالة وألبانها، حديث: 1824. [6] صحيح البخاري، الأشربة، باب: الأيمن فالأيمن في الشرب، حديث: 5619، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما على يمين المبتدئ، حديث: 2029.

«سُبْحَانَ اللّٰهِ! إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ» ''سبحان اللہ! مومن پلید نہیں ہوتا۔'' [1]

* ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: میں (کوئی چیز) پیتی جبکہ میں ایام سے ہوتی، پھر میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتی تو آپ اپنے لب اسی جگہ رکھتے جہاں میں نے اپنے ہونٹ رکھے ہوتے تھے۔ میں کسی ہڈی سے گوشت نوچتی جبکہ میں ایام سے ہوتی تھی اور بقیہ ہڈی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی تو آپ اپنا دہن مبارک اسی جگہ رکھتے تھے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا تھا۔ [2]

کافر آدمی کا جھوٹا بھی پاک ہے: خواہ وہ جنابت سے ہو یا حیض اور نفاس سے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾

''اور اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور تمھارے لیے پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں حلال ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جبکہ تم انھیں ان کے مہر دے دو، نیز انھیں نکاح کی قید میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ چھپی آشنائی رکھنے والے۔'' [3]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا کھانا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا حلال فرمایا ہے۔ اس میں لازماً آدمی کا جھوٹا بھی ہوتا ہے جس طرح اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا ہے اور نکاح کا لازمی نتیجہ انتہائی حد تک اختلاط ہے۔ اس میں ایک دوسرے کے جھوٹے کھانے اور پسینے سے بچنا ممکن نہیں، یعنی مومن کا بدن، لباس اور بستر عورت کے پسینے سے آلودہ ہونا یقینی ہے اور ان تمام باتوں کے باوجود مومن پر غسل لازم نہیں آتا۔ اہل کتاب بیوی کے بارے میں غسل کی شرائط ٹھیک وہی ہیں جو مسلمان بیوی کے سلسلے میں ہیں (غسل اہل کتاب بیوی سے صحبت کے بعد ہی لازم آئے گا۔)

* عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرکہ عورت کے مشکیزے سے پینے کے لیے پانی لیا تھا، اور اپنے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ اس پانی سے غسل جنابت کر لو۔ [4]

---

[1] صحیح البخاري، الغسل، باب عرق الجنب وأن المسلم لاینجس، حدیث: 283و285. [2] صحیح مسلم، الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......، حدیث: 300، ومسند أحمد: 192/6. [3] المآئدة 5:5. [4] صحیح البخاري، التیمم، باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیه عن الماء، حدیث: 344، و صحیح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجیل قضائها، حدیث: 682.

* عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے پانی لے کر وضو کیا تھا۔ [1] یہ اثر صحیح ہے اور امام نووی نے المجموع میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

* اسی طرح مشرکین کا مسلمانوں کے برتنوں میں کھانا کھانے کا معاملہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے مشرک وفود آیا کرتے تھے۔ آپ انھیں مسجد ہی میں مسلمانوں کے برتنوں میں کھانا کھلاتے تھے۔ یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ آپ نے ان برتنوں کو اس لیے دھونے کا حکم دیا ہو کہ ان میں مشرکوں نے کھایا ہے۔ سلف صالحین سے ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے کہ وہ کافروں کی رطوبت سے بچتے تھے بلکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک مشرک ثمامہ بن اُثال کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا تھا۔ [3]

الغرض اس آیت کریمہ اور دیگر احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ کافر آدمی (جسمانی لحاظ سے) پاک ہوتا ہے اور اس کا جھوٹا بھی، خواہ وہ جنبی ہو اور یہی معاملہ کافر عورت کا بھی ہے، چاہے وہ حالت حیض و نفاس میں ہو۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا جھوٹا پاک ہے: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا جھوٹا پاک ہوتا ہے کیونکہ ان کا لعاب ان کے پاک گوشت ہی سے بنتا ہے، چنانچہ اس کا حکم بھی وہی ہے جو ان کے گوشت کا ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جائے اس کا جھوٹا پاک ہے، اس کا جھوٹا پانی پینا یا اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ [4]

علامہ ابن رشد کہتے ہیں: مسلمانوں کے جھوٹے اور حلال چوپائے مویشی کے جھوٹے کے پاک ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، البتہ ان کے علاوہ دیگر (انسانوں اور حیوانوں) کے معاملے میں اختلاف ہے۔ [5]

* عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا جبکہ اس موقع پر آپ اپنی اونٹنی پر تھے اور اس کا لعاب میرے کندھے پر گر رہا تھا۔ [6]

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي: 32/1. [2] المجموع: 319/1. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب وفد بني حنيفة و حديث ثُمامة بن أثال، حديث: 4372، وصحيح مسلم، الجهاد، باب ربط الأسير وحبسه وجواز المنّ عليه، حديث: 1764. بعد میں یہ شخص اسلام لے آئے رضی اللہ عنہ [4] الإجماع، ص: 24. [5] بداية المجتهد: 20/1. [6] [صحيح لغيره] مسند أحمد: 187,186/4 و239,238، وجامع الترمذي، الوصايا، باب ما جاء لاوصية لوارث، حديث: 2121.

ان جانوروں کا جھوٹا جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا

بلی کا جھوٹا پاک ہے: کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا، جو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی زوجہ تھیں، بیان کرتی ہیں کہ (ان کے خسر) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے تو میں نے ان کے وضو کے لیے پانی انڈیلا۔ اچانک ایک بلی آئی اور وضو کا پانی پینے لگی تو انھوں نے بلی کے لیے برتن اور ٹیڑھا کر دیا حتی کہ اس نے پوری طرح پانی پی لیا، پھر انھوں نے مجھے دیکھا کہ میں انھیں حیرانی سے دیکھ رہی ہوں تو وہ مجھ سے فرمانے لگے: اے بھتیجی! کیا تم تعجب کر رہی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، إِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ»

''یہ بلی نجس نہیں ہے، یہ تم پر گھومنے پھرنے والے جانوروں میں سے ہے۔'' [1]

کتے کا جھوٹا نجس اور ناپاک ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

«إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ، ثُمَّ لْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ»

''جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے گرا دے اور برتن کو سات بار دھوئے۔'' [2]

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کتا جس چیز میں منہ ڈال جائے وہ اگرچہ سیال طعام ہو، اسے کھانا حرام ہے، کیونکہ کھانا پھینک دینا درحقیقت اسے ضائع کرنا ہے۔ اگر یہ پاک ہوتا تو اسے گرانے کا حکم نہ دیا جاتا، جب کہ مال ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہمارا اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ جس چیز میں کتا منہ مار جائے، وہ ناپاک ہو جاتی ہے اور کتوں میں کوئی تخصیص نہیں، چاہے کتا اس قسم کا ہو جسے رکھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، یعنی شکاری یا محافظ کتا، یا کوئی عام دیہی یا شہری کتا ہو، سب کتوں کے لیے حکم عام ہے۔ [3]

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں ان لوگوں کے قول کی تردید اور ابطال ہے جو سمجھتے ہیں کہ پانی پاک ہے اور برتن دھونے کا حکم محض تعبدی ہے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاک پانی، جو نجس نہیں ہے، گرا دینے کا حکم

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب سؤر الهرة، حديث: 75، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في سؤر الهرة، حديث: 92، ومسند أحمد: 5/303-309 واللفظ له. [2] صحيح مسلم، الطهارة، باب حكم و لوغ الكلب، حديث: 279.
[3] صحيح مسلم مع شرح النووي: 3/237.

صادر فرمائیں۔[1] اور اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ ﴾ ''پس وہ جس شکار کو تمھارے لیے پکڑ رکھیں، اس میں سے کھاؤ۔''[2]

میں دلیل ہے کہ (شکاری) کتے کا لعاب پاک ہے کیونکہ حکم عام ہے اور اس میں اس چیز کو دھونے کا حکم نہیں دیا جسے اس کا لعاب لگا ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس آیت کریمہ میں لعاب لگی جگہ کو دھونے کا حکم نہ دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ کتے کا لعاب پاک ہے کیونکہ امکان ہے کہ ان دوسرے عمومی دلائل پر اکتفا کر لیا گیا ہو جو کسی نجس کو پاک کرنے کے وجوب میں آئے ہیں (اور اسے بھی انھی میں شامل کر لیا گیا ہو) کیونکہ کتنے ہی احکام ایسے ہیں جن میں شارع کسی حکم کی تخصیص اور تصریح کرتے ہیں اور اس کے متعلقہ دیگر احکام کو اپنے اپنے محل میں بیان کر دیا جاتا ہے۔[3]

پسینے کا بیان

انسان کا پسینہ پاک ہے: چاہے مسلمان کا ہو یا کافر کا، جنبی کا ہو یا حیض و نفاس والی خاتون کا۔ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور پوچھا: ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا کچھ خون لگ جاتا ہے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا:

«تَحُتُّهُ، ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ تَنْضِحُهُ، ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ»

''اسے کھرچ ڈالے، پھر پانی لگا کر اپنی انگلیوں سے ملے، پھر پانی میں خوب کھنگالے، پھر اس میں نماز پڑھ لے۔''[4]

اس حدیث سے یہ دلیل اجاگر ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے سے خون حیض کو دھونے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، سارے کپڑے کو دھونے کا حکم نہیں دیا، اس میں شک نہیں کہ کپڑے میں عورت کا پسینہ بھی لگا ہوتا ہے۔[5]

علامہ ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ جنبی کا پسینہ پاک ہوتا ہے، اسی طرح حائضہ کا پسینہ بھی پاک ہوتا ہے۔[6]

گزشتہ بحث میں جھوٹے کے بیان میں صحیح دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ آدمی کا جھوٹا، چاہے وہ مسلمان ہو یا

[1] صحیح ابن خزیمة: 51/1 في ترجمة الباب. [2] المآئدة 4:5. [3] الروض النضير للسياغي: 1/247-249. [4] صحيح البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، حديث: 227، وصحيح مسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، حديث: 291 واللفظ له، ومسند أحمد: 6/353،345. [5] دیکھیے: السنن الکبرٰی للبیهقي: 1/186. [6] الاجماع، ص: 26.

کافر، جنبی ہو یا حیض ونفاس والی عورت، پاک ہوتا ہے، لہٰذا اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔

سواری کے جانور کا پسینہ پاک ہے: انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ احسان کرنے والے، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ نے کوئی آواز سنی تو وہ دہشت زدہ ہو گئے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سو (اسی دوران) لوگوں سے نبی ﷺ ملے جبکہ آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے جس پر کوئی جھول وغیرہ نہیں تھی۔ آپ اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے:

«لَمْ تُرَاعُوا، لَمْ تُرَاعُوا» ”گھبراؤ نہیں، گھبراؤ نہیں۔“

پھر آپ نے فرمایا: «وَجَدْنَاهُ بَحْرًا» ”اس (گھوڑے) کو تو ہم نے سمندر پایا ہے۔“ [1]

* جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن دحداح رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا، پھر ایک گھوڑا لایا گیا جس پر جھول نہیں تھی۔ ایک آدمی نے اسے پکڑا اور آپ اس پر سوار ہو گئے تو وہ تُوَقُّص کی چال سے دوڑنے لگا (اچھل اچھل کر چھوٹے چھوٹے قدم بھرنے لگا) اور ہم اس کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«كَمْ مِنْ عِذْقٍ مُعَلَّقٍ - أَوْ مُدَلًّى - فِي الْجَنَّةِ لِابْنِ الدَّحْدَاحِ» [2]

”ابن دحداح کے لیے جنت میں کھجوروں کے بے شمار خوشے آویزاں ہیں۔“

ضروری وضاحت: لفظ ”مشرک“ اہل کتاب کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں شرکِ مطلق کا تذکرہ آیا ہے، اس میں اہل کتاب شامل نہیں ہوتے، ان کا ذکر شرکِ مقیّد کے تحت کیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ ﴾

”اہل کتاب کے بعض کافر اور مشرکین (کفر سے) رکنے والے نہ تھے۔“ [3]

اس آیت میں مشرکین کو اہل کتاب سے علیحدہ ایک مستقل قسم قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ ﴾

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابی (بے دین) اور نصاریٰ اور مجوسی اور وہ لوگ

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الحمائل و تعليق السيف بالعنق، حديث: 2908 و صحيح مسلم، الفضائل، باب شجاعته ﷺ، حديث: 2307. [2] صحيح مسلم، الجنائز، باب ركوب المصلي على الجنازة إذا انصرف، حديث: 965. [3] البينة 1:98.

جنھوں نے (اللہ کے ساتھ) شرک کیا۔"[1]

یہاں بھی مشرکوں کو دوسروں سے علیحدہ ایک مستقل قسم قرار دیا گیا ہے۔البتہ شرکِ مقیّد میں اہل کتاب کا شمار ساتھ ہوا ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾

"انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور درویشوں کو (اپنا) رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو (بھی)، حالانکہ انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک معبود (اللہ) کی عبادت کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس شرک سے پاک ہے جو وہ کرتے ہیں۔"[2]

یہاں انھیں مشرک کہا گیا ہے۔اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا اصل دین، جو اللہ نے اپنی کتابوں میں نازل کیا یا رسولوں کو دے کر ان کی طرف مبعوث فرمایا، اس میں شرک نہیں ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾

"اور آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔"[3]

اور فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ ﴾

"اور ہم نے جو اپنے رسول آپ سے پہلے بھیجے تھے ان سے پوچھیے، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟"[4]

اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ ﴾

"اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"[5]

لیکن ان لوگوں نے اصل دین کو بدل ڈالا اور اس میں شرک کی ایسی ملاوٹ کی جس کی اللہ عزوجل نے کوئی دلیل نہیں اتاری تھی تو ان کا شرک ان کی اپنی ہی ایجاد ہے، باعتبار اصلِ دین اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔[6]

مسلمان کے جھوٹے کے بارے میں بعض بے اصل روایات: مسلمان کا جھوٹا کھانے پینے کے سلسلے میں بعض بے بنیاد وضعی روایات راہ پا گئی ہیں، ان سے خبردار رہنا چاہیے۔ایسی چند روایات درج ذیل ہیں:

[1] الحج 17:22. [2] التوبة 31:9. [3] الأنبياء 25:21. [4] الزخرف 45:43. [5] النحل 36:16. [6] دقائق التفسير لابن تيمية رحمه الله: 14/3.

* ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مِنَ التَّوَاضُعِ أَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤْرِ أَخِيهِ وَمَنْ شَرِبَ مِنْ سُؤْرِ أَخِيهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ رُفِعَتْ لَهُ سَبْعُونَ دَرَجَةً، وَمُحِيَتْ عَنْهُ سَبْعُونَ خَطِيئَةً، وَكُتِبَ لَهُ سَبْعُونَ حَسَنَةً»

''یہ بھی تواضع سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لے۔ جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا، اس کے ستر درجے بلند کیے جائیں گے، ستر غلطیاں مٹائی جائیں گی اور ستر نیکیاں لکھی جائیں گی۔'' [1]

* فرمان نبوی ہے: «سُؤْرُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ» ''مومن کا جھوٹا شفا ہے۔'' یہ بے اصل روایت ہے۔ [2]

* فرمان نبوی ہے: «رِيقُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ» ''مومن کا لعاب شفا ہے۔'' یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ [3]

برتنوں کے متعلق مسائل

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے: حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

«لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ»

''حریر و دیباج (ریشم) کا لباس مت پہنو اور سونے چاندی کے برتنوں میں پیو نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ، بلاشبہ یہ ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔'' [4]

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«الَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ»

''جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ انڈیلتا ہے۔'' [5]

---

[1] [موضوع] الموضوعات لابن الجوزي: 3/40، وسلسلة الأحاديث الضعيفة: 1/177، حديث: 79. [2] سلسلة الأحاديث الضعيفة: 1/177، حديث: 78، وكشف الخفاء للعجلوني: 1/555، حديث: 1500، والمصنوع لِمُلّا علي القاري، ص: 106. [3] كشف الخفاء للعجلوني: 1/525، حديث: 1405، والمصنوع لمُلّا علي القاري، ص: 106. [4] صحيح البخاري، الأطعمة، باب الأكل في إناء مفضض، حديث: 5426، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة......، حديث: 2067، ومسند أحمد: 5/385. [5] صحيح البخاري، الأشربة، باب آنية الفضة، حديث: 5634، »

کسی برتن کو چاندی کے تار سے جوڑ لگانا جائز ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اسی ٹوٹی ہوئی جگہ میں چاندی کا ایک تار لگا لیا۔ [1]

تانبے اور پیتل کے برتن استعمال کرنا جائز ہے: عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، تو ہم نے آپ کو تانبے کے ایک بڑے پیالے میں پانی پیش کیا تو آپ نے اس سے وضو فرمایا۔۔۔۔۔ [2]

برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی ابوحمید رضی اللہ عنہ مقامِ نقیع سے نبی ﷺ کے پاس دودھ کا برتن لے کے آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَلَّا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا!»

''تو نے اسے ڈھانپ کیوں نہ لیا، چاہے کوئی چھڑی ہی اس کے اوپر رکھ لیتا (جس سے تو اسے ڈھانپ لیتا)!'' [3]

کافروں کے برتن استعمال کرنے کا مسئلہ: ابوثعلبہ خُشنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھا لیتے ہیں۔۔۔۔۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ جو تم نے بتایا کہ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے علاقے میں رہتے ہو اور ان کے برتنوں میں کھا لیتے ہو تو اگر تمھیں ان کے علاوہ برتن مل جاتے ہیں تو ان کے برتنوں میں مت کھاؤ اور اگر تم اور برتن نہ پاؤ۔ (اور تمھیں انھی میں کھانا پڑ جائے) تو انھیں دھو لو اور پھر ان میں کھا لو۔'' [4]

* امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنہ میں کہتے ہیں: کفار کے برتن اُس وقت دھونا ضروری ہیں جب ان کی نجاست کا یقین ہو۔ [5]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ جب ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے جاتے تھے تو

» وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة......، حديث: 2065 واللفظ له، ومسند أحمد: 306,304/6. [1] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ما ذكر من...... قدحه و خاتمه، حديث: 3109، ومسند أحمد: 39/3و155. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخضب......، حديث: 197، وسنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء في آنية الصفر، حديث: 100، وسنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب الوضوء بالصفر، حديث: 471. [3] صحيح البخاري، الأشربة، باب شرب اللبن......، حديث: 5606، وصحيح مسلم، الأشربة، باب في شرب النبيذ وتخمير الإناء، حديث: 2011. [4] صحيح البخاري، الصيد والذبائح، باب صيد القوس، حديث: 5478، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة، حديث: 1930 واللفظ له. [5] شرح السنة للبغوي: 200/11. یہی بات حق ہے، یعنی »

ہمیں مشرکوں کے جو برتن اور مشکیزے وغیرہ ملتے تھے، ہم انھیں زیر استعمال لے آتے تھے اور اس میں عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ [1]

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مجوسی لوگوں کی ہنڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: «أَنْقُوهَا غَسْلًا، وَاطْبُخُوا فِيهَا، وَنَهٰى عَنْ كُلِّ سَبُعٍ ذِي نَابٍ»

''انھیں دھو کر صاف کر لیا کرو، پھر ان میں پکا لیا کرو۔ اور آپ نے ہر نیش دار (کچلیوں والے) درندے (کے کھانے) سے منع فرمایا۔'' [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجوسیوں کے برتنوں کا حکم اہل کتاب کے برتنوں سے مختلف نہیں ہے۔ اس لیے کہ علت اگر ان کے ذبیحے کا حلال ہونا ہے، جیسا کہ اہل کتاب کا تو پھر کوئی اشکال نہیں اور اگر ان کا ذبیحہ حلال نہیں تو پھر وہ برتن جن میں وہ اپنے ذبیحے پکاتے اور انڈیلتے ہیں تو مردار پڑنے سے وہ ناپاک ہو جاتے ہیں۔ پس اہل کتاب بھی ایسے ہی ہیں کہ یہ لوگ نجاست سے دور رہنے کو دین کا حصہ نہیں سمجھتے بلکہ ان برتنوں میں خنزیر پکاتے ہیں، اور شراب بھی رکھتے ہیں۔ [3]

رات کو پیشاب کے لیے برتن رکھنا جائز ہے: اُمیمہ بنت رُقیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کے وقت لکڑی کے ایک پیالے میں پیشاب کر لیا کرتے تھے جو آپ کی چارپائی کے نیچے رکھا ہوتا تھا۔ [4]

قضائے حاجت کے مسائل

جو شخص بیت الخلا جانے لگے تو وہ یہ دعا پڑھے:

«بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ»

»» کفار جب اپنے برتن خنزیر، شراب اور دیگر نجس چیزوں کے لیے استعمال کرتے ہوں تو پھر ان کا دھونا لازم اور ضروری ہے۔ (عبدالولی)

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، باب في استعمال آنية أهل الكتاب، حديث: 3838، ومسند أحمد: 379/3 و إرواء الغليل: 76/1. [2] [صحيح] جامع الترمذي، الأطعمة، باب ما جاء في الأكل في آنية الكفار، حديث: 1796 وصحيح سنن الترمذي، حديث: 1796. [3] فتح الباري: 623/9، نیز ملاحظہ ہو، ''جھوٹا اور پسینہ'' کے تحت ''کافر آدمی کا جھوٹا بھی پاک ہے، خواہ وہ جنابت سے ہو یا حیض اور نفاس سے۔'' [4] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الرجل يبول بالليل في الإناء ثم يضعه عنده، حديث: 24، وسنن النسائي، الطهارة، باب البول في الإناء، حديث: 32.

”اللہ کے نام سے (داخل ہوتا ہوں۔) اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں اور خبیث جنّیوں سے۔“

سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ»

”جنوں کی نگاہوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے مابین پردہ یہ ہے کہ جب کوئی بیت الخلا جانا چاہے تو یوں کہہ لے: بسم اللہ (میں اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں۔)“ [1]

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں جانے کا ارادہ کرتے تو کہتے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ»

”اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں خبیث جنّوں اور خبیث جنّیوں سے۔“ [2]

مستحب یہ ہے کہ جب بیت الخلا سے نکلے تو یوں کہے: «غُفْرَانَكَ» ”(اے اللہ!) میں تیری مغفرت چاہتا ہوں۔“

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا سے باہر آتے تو کہتے:

«غُفْرَانَكَ» (اے اللہ!) ”میں تیری مغفرت چاہتا ہوں۔“ [3]

جب آدمی کسی کھلی جگہ پر ہو تو مستحب یہ ہے کہ دور چلا جائے حتی کہ اوجھل ہو جائے: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو دور چلے جاتے تھے۔“ [4]

مستحب یہ ہے کہ آدمی جب تک زمین کے قریب نہ ہو جائے، کپڑا نہ اٹھائے: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے، اپنا

---

[1] [صحيح لغيره] جامع الترمذي، الجمعة، باب ما ذكر من التسمية عند دخول الخلاء، حديث: 606، وسنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء، حديث: 297 وانظر أيضًا إرواء الغليل: 87/1. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء، حديث: 142، وصحيح مسلم، الحيض، باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء، حديث: 375، ومسند أحمد: 99/3. [3] سنن أبي داود، الطهارة، باب مايقول الرجل إذا خرج من الخلاء، حديث: 30، وجامع الترمذي، الطهارة، باب مايقول إذا خرج من الخلاء، حديث: 7. [4] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة، حديث: 1، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء: أن النبي ﷺ كان إذا أراد الحاجة أبعد في المذهب، حديث: 20، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب التباعد للبراز في الفضاء، حديث: 331.

کپڑا نہیں اٹھاتے تھے۔“ [1]

قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا: صحرا یا کسی اور کھلی فضا میں قضائے حاجت کے لیے قبلہ رخ بیٹھنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے، البتہ گھروں (یا تعمیر شدہ طہارت خانوں) میں رخصت ہے۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا»

”قضائے حاجت کے وقت تم قبلے کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کیا کرو۔“

ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم شام پہنچے تو ہم نے بیت الخلا دیکھے جو قبلہ رخ بنے ہوئے تھے۔ ہم ان میں گھوم کر بیٹھتے تھے اور اللہ سے استغفار کرتے تھے۔ [2]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے شرمگاہیں یا پیٹھ قبلہ رخ کر کے رفع حاجت کی ممانعت فرمائی، پھر میں نے ایک مرتبہ آپ ﷺ کو، آپ کی وفات سے ایک سال پہلے دیکھا کہ آپ قبلے کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ [3]

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث، جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے مگر معاملہ یہ نہیں ہے، بلکہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث ایسے فرد کے بارے میں ہے جو کسی صحرا یا ویرانے میں ہو جبکہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق تعمیر شدہ عمارات سے ہے۔ [4]

لوگوں کے راستے یا سائے میں رفعِ حاجت حرام ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ» ”لعنت کے دو کاموں سے بچو۔“

---

[1] [صحيح لغيره] سنن أبي داود، الطهارة، باب كيف التكشف عند الحاجة، حديث: 14، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الاستتار عند الحاجة، حديث: 14. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب قبلة أهل المدينة و أهل الشام والمشرق، حديث: 394، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، حديث: 264. [3] [حسن] مسند أحمد: 360/3، و سنن أبي داود، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، حديث: 13، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء من الرخصة في ذلك، حديث: 9، وسنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب الرخصة في ذلك في الكنيف......، حديث: 325. [4] إخبار أهل الرسوخ في الفقه والتحديث بمقدار المنسوخ من الحديث، بتحقيق المؤلف، ص: 34. اصل بات یہ ہے کہ قضائے حاجت کے دوران میں قبلے کی طرف منہ اور پشت نہ کرنا مستحب ہے، خواہ انسان صحرا میں ہو یا گھر اور تعمیر شدہ طہارت خانے میں، تمام روایات کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ دیکھیے فتح الباري: 246,245/1. (عبدالولی)

لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ دونوں کام کون کون سے ہیں؟ فرمایا:

«اَلَّذِي يَتَخَلّٰى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ»

''وہ جو لوگوں کے رستے میں قضائے حاجت کے لیے بیٹھتا ہے یا ان کے سائے (کی جگہوں) میں۔'' [1]

غسل خانے میں پیشاب کرنا منع ہے: جناب حمید بن عبدالرحمٰن حمیری کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے آدمی سے ملا جو رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک سے اسی طرح فیض یاب ہوا تھا جس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اس نے بیان کیا:

«نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَمْتَشِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ أَوْ يَبُولَ فِي مُغْتَسَلِهِ»

''رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم میں سے کوئی ہر روز کنگھی کرے یا اپنے نہانے کی جگہ پیشاب کرے۔'' [2]

کھڑے پانی میں پیشاب کرنا حرام ہے: جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ [3]

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے: جبکہ بیٹھ کر پیشاب کرنا افضل ہے، اس لیے کہ اس صورت میں چھینٹے پڑنے سے زیادہ بچاؤ ہو جاتا ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر پر پہنچے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگے۔ میں آپ سے دور ہٹ گیا تو آپ نے فرمایا: ''نزدیک ہو جاؤ۔'' میں آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا، پھر آپ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔ [4]

* جن احادیث میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت بیان کی گئی ہے تو وہ سب ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔

---

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن التخلي في الطرق والظلال، حديث: 269، وسنن أبي داود، الطهارة، باب المواضع التي نهي عن البول فيها، حديث: 25، ومسند أحمد: 372/2. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في البول في المستحم، حديث: 28، وسنن النسائي، الطهارة، باب ذكر النهي عن الاغتسال بفضل الجنب، حديث: 239. اس سے مراد غسل خانے کا فرش ہے۔ اگر کمرہ نما مقام میں پیشاب کے لیے علیحدہ جگہ بنی ہوئی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ اس جگہ کو غسل خانہ نہیں کہتے، یعنی اس ایک کمرہ نما موضع میں ایک قضائے حاجت کی جبکہ دوسری غسل کی جگہ ہے۔ (عبدالولی)

[3] صحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، حديث: 281، وسنن النسائي، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، حديث: 35، وسنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب النهي عن البول في الماء الراكد، حديث: 343.

[4] صحيح البخاري، الوضوء، باب البول عند صاحبه والتستر بالحائط، حديث: 225، و صحيح مسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، حديث: 273 واللفظ له.

* افضلیت کی دلیل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ جو تمھیں یہ بتائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ میں نے آپ کو بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے دیکھا ہے۔[1]

اور دوسری روایت میں کہتی ہیں کہ جب سے آپ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا، آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔[2] دونوں صحیح ہیں۔

* ان احادیث کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی روایت کی وضاحت یہ ہے کہ یہ ان کے اپنے علم کی حد تک ہے، یعنی جو معمولات گھر میں تھے، ان کے علم میں وہی معمولات تھے مگر گھر سے باہر کے معاملات سے وہ مطلع نہیں تھیں جبکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ یاد رکھا ہے، وہ بھی درست ہے اور وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے تو یہ ضمناً ان کے اس قول کی تردید ہے کہ نزولِ قرآن کے بعد ایسا نہیں ہوا، نیز عمر، علی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور یہ دلیل ہے کہ یہ عمل جائز ہے بشرطیکہ چھینٹے قطعاً نہ پڑنے پائیں۔[3] واللہ أعلم.

پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا واجب ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو نئی قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

«إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ. أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ»

”بلاشبہ انھیں عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ کسی بڑی (مشکل) بات کی وجہ سے زیرِ عذاب نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا۔“[4]

دائیں ہاتھ سے اِستنجا کرنا منع ہے: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ، وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ»

”تم میں سے کوئی پیشاب کر رہا ہو تو اپنے ذکر (عضوِ تناسل) کو دائیں ہاتھ سے ہرگز نہ پکڑے اور رفع

---

[1] [صحيح] جامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في النهي عن البول قائمًا، حديث: 12، و سنن النسائي، الطهارة، باب البول في البيت جالسًا، حديث: 29. [2] [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي: 101/1. [3] فتح الباري: 330/1. [4] صحيح البخاري، الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، حديث: 216، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول......، حديث: 292، و سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب التشديد في البول، حديث: 347 واللفظ له.

حاجت کے بعد دائیں ہاتھ سے استنجا بھی نہ کرے۔“ [1]

پانی، ڈھیلوں یا ان جیسی دیگر چیزوں سے استنجا جائز ہے: انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلا جاتے تو میں اور میرے جیسا ایک اور لڑکا پانی کا لوٹا اور عصا (جس کے نیچے پھل لگا ہوتا تھا) اٹھا لیتے تو آپ پانی سے استنجا کرتے۔ [2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَلْيَسْتَطِبْ بِهَا، فَإِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ»

”جب تم میں سے کوئی رفع حاجت کے لیے جائے تو تین ڈھیلے ساتھ لے جائے اور ان سے استنجا کرلے، یہ اسے کفایت کر جائیں گے۔“ [3]

یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ حسن درجے کی ہے۔

* کوئی اور پاک جامد چیز ہو جو نجاست کو زائل کر دے، بشرطیکہ نہ حرام ہو، نہ کسی حیوان کا جز ہو، جیسے لکڑی، چیتھڑا، پکی اینٹ یا ٹھیکرا وغیرہ تو اس سے بھی استنجا جائز ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ہڈی، لید یا گوبر کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس سے یہ سمجھا گیا ہے کہ جس چیز سے منع نہیں فرمایا، اس سے استنجا جائز ہے بشرطیکہ اس سے صفائی ہو جائے۔ [4]

تین سے کم ڈھیلے استعمال کرنا جائز نہیں: سلمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان سے کہا گیا: تمھارے نبی نے تمھیں ہر بات سکھائی ہے حتی کہ رفع حاجت کا طریقہ بھی! انھوں نے کہا: ہاں ہاں!

«لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، أَوْ أَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ أَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ»

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب لا يُمسك ذكره بيمينه إذا بال، حديث: 154، وصحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، حديث: 267. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب حمل العنزة مع الماء في الاستنجاء، حديث: 152، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الاستنجاء بالماء من التبرز، حديث: 271. [3] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب الاستنجاء بالأحجار، حديث: 40، وسنن النسائي، الطهارة، باب الاجتزاء في الاستطابة بالحجارة دون غيرها، حديث: 44، ومسند أحمد: 108/6. ”کفایت کر جائیں گے“ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے استعمال سے استنجا ہو گیا، مزید پانی وغیرہ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔ [4] المجموع: 130/2، 131، والمغني: 213/1 و 315.

''آپ ﷺ نے ہمیں پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ رخ ہونے سے منع فرمایا ہے اور دائیں ہاتھ سے اور تین سے کم ڈھیلوں سے، نیز لید، گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔'' [1]

ہڈی، لید یا گوبر سے استنجا جائز نہیں: جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ أَوْ بِبَعْرٍ»

''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ ہڈی یا مینگنی (لید) سے استنجا کیا جائے۔'' [2]

رفع حاجت کے وقت لوگوں کی نظروں سے چھپ جانا مستحب ہے: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: «خُذِ الْإِدَاوَةَ» ''لوٹا (مشکیزہ) لے لو۔''

پھر چل دیے حتی کہ مجھ سے چھپ گئے اور حاجت سے فارغ ہوئے۔ [3]

اعمالِ فطرت

* ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ - أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ - : اَلْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ»

''فطری امور پانچ ہیں یا پانچ باتیں فطرت [4] سے ہیں: ختنہ، زیر ناف کی صفائی، بغل کے بال نوچنا، ناخن

---

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، حديث: 262، وجامع الترمذي، الطهارة، باب الاستنجاء بالحجارة، حديث: 16. ایک سچے اور کھرے مسلمان کو چھوٹی سے چھوٹی سنت بھی نہایت خوش دلی سے ذہنی اور عملی طور پر مان لینی چاہیے اور بوقت ضرورت صاف صاف بیان بھی کر دینی چاہیے۔ اس کے بارے میں کفار، مشرکین اور متشکک لوگوں کی ہرگز پروا نہیں کرنی چاہیے۔ شرعی حقائق جاننا، ماننا اور کھول کھول کر بیان کرنا ایمان و یقین کا تقاضا ہے۔ اس سلسلے میں کسی ذہنی تحفظ یا معذرت خواہانہ رویے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ (مترجم) [2] صحيح مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، حديث: 263، وسنن أبي داود، الطهارة، باب ما يُنهى عنه أن يُستنجى به، حديث: 38. [3] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الجبة الشامية، حديث: 363، وصحيح مسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، حديث: 274. [4] (فطری امور) اللہ عزوجل نے اپنے انبیاء کے لیے چند امور پسند فرمائے اور ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ ان امور کو ان کی عمومیت کے باعث ان انبیاء کا شعار اور علامت قرار دیا گیا ہے تاکہ ان کے متبعین ان کے ذریعے سے دوسروں سے ممتاز رہیں اور نمایاں طور پر پہچانے جائیں۔ (فقه السنة للسيد سابق رحمه الله: 45/1 (مترجم)

کاٹنا اور مونچھیں خوب پست کرنا۔“ [1]

* ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ»

”دس باتیں فطرت سے ہیں: مونچھیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال مونڈنا اور استنجا کرنا۔“

مصعب نے کہا: اور دسویں بات میں بھول رہا ہوں، شاید یہ ”کلی کرنا“ ہے وکیع نے اِنْتِقَاصُ الْمَاء کے معنی ”استنجا کرنا“ بتایا ہے۔ [2]

ختنہ: یہ مردوں اور عورتوں کے لیے واجب ہے [3] کیونکہ یہ اسلام کی علامات میں سے ہے۔ جناب عثیم بن کلیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بتایا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: «أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ» ”اپنے کفر کے بال اتار دو اور ختنہ کروالو۔“

یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ حسن درجے کی ہے۔ [4]

ختنہ ملت ابراہیمی کی علامت ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

«اِخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً بِالْقَدُومِ»

”ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کی عمر میں کلہاڑی سے اپنا ختنہ کیا تھا۔“ [5]

---

[1] صحيح البخاري، اللباس، باب قص الشارب، حديث: 5889، وصحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: 257. [2] صحيح مسلم، الطهارة، باب خصاص الفطرة، حديث: 261، وسنن أبي داود، الطهارة، باب السواك من الفطرة، حديث: 53. [3] عورتوں کے لیے ختنہ کو واجب کہنا درست نہیں، مردوں کے لیے ختنہ کرنا واجب ہے جبکہ عورتوں کے لیے ایک باعث تکریم وتحسین عمل ہے، خصوصاً ان عورتوں کے لیے جن کی فرج پر پیدائشی طور پر مرغ کی کلغی کی طرح کسی قدر گوشت بڑھا ہوا ہوتا ہے جو حساسیت کی وجہ سے ان کے صنفی جذبات کو زیادہ ہی برانگیختہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباري: 340/10، و تمام المنة، ص: 67 اور الإحكام فيما يختلف فيه الرجال والنساء من الأحكام: 61/1. (عبدالولی) [4] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب الرجل يسلم فيؤمر بالغسل، حديث: 356، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: 172/1، وانظر أيضًا إرواء الغليل: 120/1، حديث: 79. [5] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النسآء

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

«اِخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ ثَمَانِينَ سَنَةً وَّاخْتَتَنَ بِالْقَدُّومِ»

"ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کے بعد کلہاڑی سے اپنا ختنہ کیا۔" [1]

اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾

"(اے نبی!) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں جو (اللہ کی طرف) یکسو تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔" [2]

اور مستحب ہے کہ بچے کا ختنہ ساتویں دن کرا دیا جائے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ اور ختنہ ساتویں دن کیا۔ [3]

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بچے کے بارے میں سات باتیں سنت ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے اور ختنہ کر دیا جائے۔ [4]

ڈاڑھی بڑھانا اور مونچھیں کتروانا: ڈاڑھی بڑھانا واجب اور مونڈنا حرام ہے کیونکہ یہ اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے کا ایک شیطانی عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے کہ ابلیس نے کہا تھا:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ﴾ "اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بناوٹ میں ردو بدل کریں گے۔" [5]

ڈاڑھی منڈانے میں عورتوں سے مشابہت ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ»

"رسول اللہ ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔" [6]

◄◄ 125:4)......، حديث: 3356، وصحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل، حديث: 2370. [1] صحيح البخاري، الاستئذان، باب الختان بعد الكِبَر ......، حديث: 6298. [2] النحل 123:16. [3] المعجم الصغير للطبراني، حديث: 891. [4] المعجم الأوسط للطبراني: 334/1، حديث: 558، ومجمع الزوائد للهيثمي: 59/4، شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جابر بن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں دیکھیے: تمام المنة، ص: 68. [5] النسآء 119:4.
[6] صحيح البخاري، اللباس، باب المتشبّهين بالنساء والمتشبّهات بالرجال، حديث: 5885.

رسول اللہ ﷺ نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے اور یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ صیغۂ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوسَ»

''مونچھیں کترواؤ اور ڈاڑھیاں لٹکاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' [1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَوْفُوا اللِّحٰى»

''مشرکوں کی مخالفت کرو، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں خوب منڈاؤ۔'' [2]

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا» ''جو شخص اپنی مونچھیں نہ کتروائے، وہ ہم میں سے نہیں۔'' [3]

مسواک: مسواک کرنا بہر حال مستحب ہے، بالخصوص درج ذیل مواقع پر اور زیادہ تاکیدی ارشاد ہے، مثلاً:

* **وضو کرتے وقت:** ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ الْوُضُوءِ»

''اگر مجھے امت کے لیے مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو میں وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔'' [4]

* **نماز کے وقت:** ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ: عَلٰى أُمَّتِي - لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ»

''اگر مجھے اہل ایمان کے لیے۔ اور راوی زہیر کی حدیث میں ہے: اپنی امت کے لیے۔ مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔'' [5]

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: 260. [2] صحيح البخاري، اللباس، باب تقليم الأظفار، حديث: 5892، وصحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: 259 و اللفظ له. [3] [صحيح] سنن النسائي، الطهارة، باب قص الشارب، حديث: 13، وجامع الترمذي، الأدب، باب ما جاء في قص الشارب، حديث: 2761، و مسند أحمد: 368,366/4، وصححه الألباني في الجامع الصغير، حديث: 6533. [4] [صحيح] مسند أحمد: 433/2، وانظر أيضًا إرواء الغليل: 108/1، حديث: 70. [5] صحيح البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، حديث: 887، وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 252 و اللفظ له.

* **تلاوت قرآن کے وقت:** علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں مسواک کا حکم دیا گیا ہے، نیز آپ نے بیان کیا کہ جب بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر قرآن سننے لگتا ہے اور اس کے قریب ہوتا جاتا ہے، اور اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے، چنانچہ وہ جو بھی آیت پڑھتا ہے، وہ فرشتے کے اندر چلی جاتی ہے۔[1] یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

* **اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت:** جناب مقدام بن شریح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کیا کرتے؟ تو انھوں نے فرمایا: مسواک کرتے تھے۔[2]

* **رات کو تہجد کے لیے اٹھنے پر:** حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک سے اپنا منہ صاف کیا کرتے۔[3]

ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال نوچنا اور زیر ناف کی صفائی سنت ہے: زیر ناف کی صفائی میں استرے سے مونڈنا، کاٹنا، نوچ ڈالنا یا بال صفا پاؤڈر، کریم بروئے کار لانا سب جائز ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ - أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ -: اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ»

"پانچ باتیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرنا، استرا استعمال کرنا، مونچھیں کاٹنا، بغل کے بال نوچنا اور ناخن کاٹنا۔"[4]

اس امر کی رخصت ہے کہ ان امور کو چالیس رات تک مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مقرر فرمایا تھا کہ مونچھیں مونڈنے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے بال نوچنے اور زیرناف کی صفائی میں چالیس راتوں سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔[5]

سفید بالوں کو نوچنا حرام ہے: جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں

[1] السنن الكبرى للبيهقي: 38/1 وانظر أيضًا السلسلة الصحيحة: 214/3، حديث: 1213. [2] صحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 253. [3] صحيح البخاري، الوضوء، باب السواك، حديث: 245، وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 255. [4] صحيح البخاري، اللباس، باب قص الشارب، حديث: 5889، وصحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: 257. [5] صحيح مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: 258.

کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيبُ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ» قَالَ عَنْ سُفْيَانَ: «إِلَّا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، وَقَالَ فِي حَدِيثِ يَحْيٰى: «إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً، وَحَطَّ بِهَا عَنْهُ خَطِيئَةً»

''اپنے سفید بال مت نوچا کرو۔ جو مسلمان بحالت اسلام بوڑھا ہوتا ہے (اور اس کے سفید بال آ جاتے ہیں) تو بروایت سفیان: یہ سفید بال روز قیامت اس کے لیے نور ہوں گے۔ اور بروایت یحیٰ: اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک نیکی لکھتا اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔'' [1]

سفید بالوں کو مہندی یا کتم (وسمہ) سے رنگ لینا چاہیے، کالا کرنا حرام ہے: ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ هٰذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ»

''بہترین چیز جس سے (بالوں کی) سفیدی بدلی جا سکتی ہے، وہ مہندی اور کتم (وسمہ) ہے۔'' [2]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ»

''یہودی اور نصرانی اپنے سفید بال نہیں رنگتے، چنانچہ تم ان کی مخالفت کرو۔'' [3]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن جناب ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، ان کا سر ثَغامہ (سفید پھل پھول والی بوٹی) کی مانند سفید تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِذْهَبُوا بِهِ إِلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَلْتُغَيِّرْهُ وَجَنِّبُوهُ السَّوَادَ»

''ان کو ان کے ہاں کی کسی عورت کے پاس لے جاؤ جو ان کی سفیدی کو کسی چیز سے بدل دے، مگر سیاہی سے بچانا۔'' [4]

---

[1] [حسن] سنن أبي داود، الترجل، باب في نتف الشيب، حديث: 4202، وجامع الترمذي، الأدب، باب ما جاء في النهي عن نتف الشيب، حديث: 2821. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الترجل، باب في الخضاب، حديث: 4205، و جامع الترمذي، اللباس، باب ما جاء في الخضاب، حديث: 1753. [3] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث: 3462، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب في مخالفة اليهود في الصبغ، حديث: 2103.
[4] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة وحمرة و تحريمه بالسواد، حديث: 2102، وسنن أبي داود، الترجل، باب في الخضاب، حديث: 4204، وسنن ابن ماجه، اللباس، باب الخضاب بالسواد، حديث: 3624 واللفظ له.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ»

''آخری زمانے میں ایک قوم اپنے بال سیاہی سے کالے کرے گی جیسے کبوتروں کے پوٹے ہوتے ہیں، ایسے لوگ جنت کی خوشبو نہیں پا سکیں گے۔'' [1]

جائز ہے کہ آدمی بال رکھے: مگر ان کا اکرام کرے، انھیں چھوٹا کرنا مستحب ہے اور قزع [2] مکروہ ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال وفرہ سے زائد اور جمہ سے کم ہوتے تھے۔ [3] یہ حدیث اپنی اسانید کی روشنی میں صحیح ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُهُ مَنْكِبَيْهِ»

''نبی ﷺ کے بال آپ کے کندھوں کو لگتے تھے۔'' [4]

اور دوسری روایت میں یوں ہے:

«كَانَ شَعْرُهُ رَجِلًا، لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبِطِ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ»

''آپ کے بال قدرے خمدار تھے، بہت گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے تھے اور وہ کانوں اور کندھوں کے درمیان تک آتے تھے۔'' [5]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ»

''جس نے بال رکھے ہوں تو اسے چاہیے کہ ان کا اکرام کرے (صاف ستھرے اور سنوار کر رکھے۔)'' [6]

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ میرے لمبے لمبے بال تھے۔ آپ نے

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الترجل، باب ما جاء في خضاب السواد، حديث: 4212، وسنن النسائي، الزينة، باب النهي عن الخضاب بالسواد، حديث: 5078، ومسند أحمد: 273/1. [2] ''قزع'' کی وضاحت آگے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں آ رہی ہے۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الترجل، باب ما جاء في الشعر، حديث 4187، ومسند أحمد: 108/6. سر کے بال جب کانوں کی لووں تک آئیں تو وہ وفرہ اور جب کندھوں تک پہنچیں تو جُمہ کہلاتے ہیں اور ان کے درمیان والی حالت کے بالوں کو لمہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ (مترجم) [4] صحيح البخاري، اللباس، باب الجعد، حديث: 5904,5903، وصحيح مسلم، الفضائل، باب صفة شعر النبي ﷺ، حديث: 2338. [5] صحيح البخاري، اللباس، باب الجعد، حديث: 5906,5905، وصحيح مسلم، الفضائل، باب صفة شعر النبي ﷺ، حديث: 2338. [6] [حسن لغيره] سنن أبي داود، الترجل، باب في إصلاح الشعر، حديث: 4163، ومشكل الآثار للطحاوي: 435,434/8، حديث: 3365.

مجھے دیکھا تو فرمایا:

«ذُبَابٌ ذُبَابٌ». قَالَ: فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ: «إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ وَهٰذَا أَحْسَنُ»

''نحوست ہے، نحوست ہے۔'' کہتے ہیں: چنانچہ میں لوٹ گیا اور بال کٹوا ڈالے، پھر میں اگلے دن حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا: ''یقیناً میری مراد آپ نہیں تھے اور یہ (بال چھوٹے کرنا) بہتر ہے۔'' [1]

جناب نافع رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قزع'' سے منع فرمایا ہے۔ جناب نافع سے پوچھا گیا کہ قزع سے کیا مراد ہے؟ تو انھوں نے کہا:

«أَنْ يُحْلَقَ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكَ بَعْضٌ»

''بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے۔'' [2]

خوشبو لگانا: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ»

''مجھے دنیا میں سے عورتیں اور خوشبو محبوب بنا دی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔'' [3]

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کستوری کے متعلق فرمایا:

«أَطْيَبُ طِيبِكُمُ الْمِسْكُ» ''تمھاری سب سے بہتر خوشبو کستوری ہے۔'' [4]

وضو کا بیان

* "وضوء" اسے واو کی پیش سے پڑھا جائے تو اس کے معنی وضو کرنا، یعنی پاکیزگی حاصل کرنا ہیں اور اگر واو

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الترجل، باب في تطويل الجمة، حديث: 4190، وسنن النسائي، الزينة، باب تطويل الجمة، حديث: 5069. [2] صحيح البخاري، اللباس، باب القزع، حديث: 5920، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب كراهة القزع، حديث: 2120. [3] [حسن] سنن النسائي، عشرة النساء، باب حب النساء، حديث: 3391، ومسند أحمد: 128/3، 199، 285 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں سے محبت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردانگی میں انتہائی کامل تھے۔ علاوہ ازیں آپ پر اللہ عزوجل کی محبت کا زبردست غلبہ تھا اور ذکر وفکر اور عبادت میں انتہائی عروج کو پہنچے ہوئے تھے یہاں تک کہ نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گئی تھی۔ (مترجم) [4] صحيح مسلم، الألفاظ، باب استعمال المسك......، حديث: 2252، وسنن أبي

پر زبر پڑھی جائے تو اس سے مراد وہ پانی ہے جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے۔ اور کہیں ان دونوں سے مصدری معنی، یعنی وضو کرنا یا پانی بھی مراد لیا گیا ہے۔ (اور اصطلاحًا: طہارت کی نیت سے اعضائے وضو کا دھونا اور ان پر مسح کرنا۔)

وضو کا طریقہ: جناب حُمران رحمہ اللہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا اور وضو کیا (اس طرح کہ) آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوئے، پھر کلی کی اور ناک جھاڑی، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا، پھر بایاں ہاتھ اسی طرح دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں ٹخنے تک تین بار دھویا، پھر بایاں پاؤں اسی طرح دھویا، پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح وضو کیا جس طرح میں نے ابھی کیا ہے، بعدازاں نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ اس دوران میں اپنے جی میں باتیں نہ کرتا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔'' [1]

وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں: * دل سے نیت کرنا (زبان سے بولنا درست نہیں): عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ» ''اعمال کا اعتبار نیت ہی کے ساتھ ہے۔'' [2]

* بسم اللہ پڑھنا: انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بعض صحابہ نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ مَّاءٌ؟» فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ وَيَقُولُ: «تَوَضَّئُوا بِسْمِ اللهِ» فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ حَتّٰى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ»

''کیا تم میں سے کسی کے پاس کچھ پانی ہے؟'' پھر آپ نے اپنا ہاتھ پانی میں رکھ دیا اور فرمایا: ''اللہ کے نام سے وضو کرلو۔'' انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا تھا حتی کہ ان سب نے وضو کرلیا۔''

◂◂ داود، الجنائز، باب في المسك للميت، حديث: 3158 واللفظ له. [1] صحيح البخاري، الوضوء، باب المضمضة في الوضوء، حديث: 164، و صحيح مسلم، الطهارة، باب صفة الوضوء و كماله، حديث: 226. [2] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ......، حديث: 1، وصحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنية......، حديث: 1907 واللفظ له.

راویِ حدیث ثابت کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کا کیا اندازہ ہے کہ آپ لوگ تعداد میں کتنے تھے؟ فرمایا: تقریباً ستر تھے۔[1]

* وضو مسلسل (بغیر وقفے کے) ہو: جناب خالد بن معدان صحابہ میں سے کسی سے روایت کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لُمْعَةٌ قَدْرُ الدِّرْهَمِ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ»

''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے پاؤں پر ایک درہم کے برابر خشک جگہ دیکھی کہ اس پر پانی نہیں لگا تھا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ وضو دوبارہ کرے۔''[2]

وضو کے فرائض: (1) چہرہ دھونا۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی اسی میں شامل ہے: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَوٰةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے دھولو۔''[3]

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا چہرے ہی کو دھونے کا حصہ ہیں، لہٰذا یہ دونوں بھی واجب ٹھہرے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اپنی کتاب میں چہرہ دھونے کا حکم دیا ہے اور نبی ﷺ کے دائمی عمل سے ثابت ہے کہ آپ اپنے ہر وضو میں کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالا کرتے تھے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] [صحيح] سنن النسائي، الطهارة، باب التسمية عند الوضوء، حديث: 78، وصحيح ابن خزيمة: 74/1، حديث: 144، وسنن الدارقطني: 71/1، حديث: 218، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 43/1 عن معمر عن ثابت و قتاده عن أنس. امام بیہقی فرماتے ہیں: بسم اللہ کہنے کے مسئلے میں یہ روایت سب سے صحیح ہے۔ امام نووی المجموع: 385/1 میں کہتے ہیں: اس کی سند جید اور بیہقی نے اپنی کتاب معرفة السنن والآثار میں اس سے حجت لی ہے اور باقی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داود میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ اصل بات وہی ہے جو محدث البانی رحمہ اللہ نے کہی ہے اگرچہ معمر عن ثابت کی روایت میں انھوں نے کلام کیا ہے مگر اس کی روایت کی تائید یہاں قتادہ کی روایت سے ہو رہی ہے جو اس کے لیے تقویت کا باعث ہے۔ واللہ أعلم. اور اس کی اصل صحيح البخاري، حديث: 169 اور صحيح مسلم، حديث: 2279 میں بھی ہے مگر ان میں «توضئوا بسم الله» کا ذکر نہیں ہے۔ [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب تفريق الوضوء، حديث: 175، مسند أحمد: 424/3 احمد کی روایت میں راوی بقية نے تحدیث کی صراحت کی ہے اور صحابی کا مجہول ہونا سبب ضعف نہیں ہے۔ آپ نے جو اسے دوبارہ وضو کا حکم دیا تو اس سے استدلال یہ ہے کہ وضو مسلسل اور پے درپے کرنا چاہیے، درمیان میں وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔
[3] المآئدة 6:5.

«إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ» -

''جب تم میں سے کوئی وضو کرنے لگے تو لازم ہے کہ اپنی ناک میں پانی ڈالے، پھر اسے سِنک دے۔'' [1]

اور جناب لَقِیط بن صَبِرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وضو کے بارے میں آگاہ فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

«أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا»

''مکمل وضو کر، انگلیوں میں خلال کر اور ناک میں پانی خوب چڑھا ماسوا اس صورت کے کہ تو روزے سے ہو۔'' [2]

اور ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا:

«إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ» ''جب تو وضو کرے تو کلی کر۔'' [3]

2 کہنیوں تک ہاتھ دھونا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾

''(جب تم نماز کے لیے اٹھو) تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو۔'' [4]

اور جناب حُمران مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ''وضو کا طریقہ'' کے تحت گزر چکی ہے، اس میں بھی یہ بیان موجود ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آؤ میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کر کے دکھاؤں، چنانچہ انھوں نے اپنا چہرہ دھویا، پھر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے حتی کہ بازو (عَضُد) کے سرے کو چھولیا، پھر سر کا مسح کیا، پھر ہاتھ اپنے کانوں اور ڈاڑھی پر پھیرے، پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ اس کی سند حسن درجے کی ہے۔ [5]

جناب نعیم بن عبداللہ المُجْمِر کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، انھوں نے اپنا پورا چہرہ دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ دھویا (کہنی تک) حتی کہ کہنی سے اوپر بھی کچھ حصہ دھویا، پھر بایاں ہاتھ دھویا کہنی تک حتی کہ کہنی سے بھی اوپر کچھ حصہ دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنا دایاں پاؤں دھویا حتی کہ دھوتے دھوتے پنڈلی کا بھی کچھ حصہ دھویا، پھر اپنا بایاں پاؤں دھویا حتی کہ پنڈلی کا بھی کچھ حصہ دھویا، پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، پھر انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب الاستجمار وترًا، حديث: 162، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الإيتار في الاستنثار والاستجمار، حديث: 237. [2] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الاستنثار، حديث: 142، وصححه الشيخ الألباني رحمه الله في صحيح سنن أبي داود. [3] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الاستنثار، حديث: 144، وصححه الشيخ الألباني رحمه الله في صحيح سنن أبي داود. [4] المآئدة 6:5. [5] [حسن] سنن الدارقطني، الطهارة، باب وضوء رسول الله ﷺ: 83/1، حديث: 270.

«أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيلَهُ»

''تم لوگ قیامت کے دن کامل وضو کی بنا پر پنج کلیان ہو گے تو جو طاقت رکھے اسے چاہیے کہ وہ اپنی سفیدی اور چمک کو لمبا کر لے۔'' [1]

3 پورے سر کا مسح کرنا اور کان بھی سر کا حصہ ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ ﴾ ''اور اپنے سروں کا مسح کرلو۔'' [2]

اور سر کے مسح کا ذکر جناب حُمران مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی پہلے گزر چکا ہے۔

* مسح میں پورے سر کا احاطہ واجب ہے کیونکہ مسح کا حکم قرآن کریم میں مجمل ہے جسے سنت نے واضح کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے پورے سر کا مسح کیا کرتے تھے اور یہی اس بات کی دلیل ہے۔

* کان بھی سر کا حصہ ہیں اور ان کے مسح کے واجب ہونے کی دلیل ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اَلْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ» ''دونوں کان سر سے ہیں۔'' [3]

یہ حدیث اپنی بہت سی سندوں کی وجہ سے صحیح ہے۔

* خلاصہ یہ کہ مسح کرتے ہوئے پورے سر کا مسح واجب ہے۔ مسح کرنے والے کو اختیار ہے کہ سر پر مسح کرے یا پگڑی پر، یا چاہے تو کچھ حصہ سر پر اور باقی پگڑی پر کر لے۔ یہ سب صورتیں صحیح اور ثابت ہیں۔

جناب عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلٰى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ» ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی پگڑی اور اپنے موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔'' [4]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ، فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ، وَعَلَى الْعِمَامَةِ، وَعَلَى الْخُفَّيْنِ»

''نبی ﷺ نے وضو کیا تو آپ نے اپنے سر کے اگلے حصے، پگڑی اور موزوں پر مسح کیا۔'' [5]

4 دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل، حديث: 246. [2] المآئدة 6:5. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبيﷺ، حديث: 134، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء أن الأذنين من الرأس، حديث: 37، وانظر طرق الحديث أيضًا في سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 36. [4] صحيح البخاري، الوضوء، باب المسح على الخفين، حديث: 205. [5] صحيح مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، حديث: 274.

﴿ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ ''اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو)۔'' [1]

قبل ازیں حُمران مولیٰ عثمان اور نُعیم بن عبداللہ مُجمر کی روایات میں بھی پاؤں دھونے کا بیان گزر چکا ہے۔

5 ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا: جناب لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کچھ وضو کے متعلق ارشاد فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

«أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ .....»

''وضو مکمل کر اور اپنی انگلیوں میں خلال کر......'' [2]

اسی طرح مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب وضو فرماتے تو اپنے پاؤں کی انگلیوں میں چھنگلی سے خلال کرتے تھے۔ [3]

* علامہ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ انگلیوں میں خلال واجب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان صورتوں میں کوئی فرق نہیں کہ خلال کے بغیر پانی پہنچ جائے یا نہ پہنچے۔ اسی طرح ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں بھی کوئی فرق نہیں، لہٰذا خلال کو پاؤں کی انگلیوں کے ساتھ خاص کرنا یا پانی نہ پہنچ جانے کی صورت کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں۔ [4]

وضو کے مستحبات

اعضائے وضو دھونے سے پہلے ہاتھوں کو کلائیوں تک تین بار دھونا: اس کی دلیل حمران مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود ہے جو ''وضو کا طریقہ'' کے تحت گزر چکی ہے۔

مسواک کرنا: اس کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ''اعمالِ فطرت'' میں ''مسواک'' کے تحت بیان ہوئی ہے۔

کلی اور ناک میں ایک ہی چلو سے تین بار پانی ڈالنا: جیسا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی تعلیم دی تو بتایا:

«فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدَةٍ، فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا»

---

[1] المآئدة 6:5. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الاستنثار، حديث: 142، و صححه الألباني رحمه الله في صحيح سنن أبي داود. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب غسل الرجل، حديث: 148، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في تخليل الأصابع، حديث: 40، وسنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب تخليل الأصابع، حديث: 446، ومسند أحمد: 229/4. [4] نيل الأوطار: 182/1.

’’آپ ﷺ نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور تین بار اسی طرح کیا۔‘‘ [1]

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا: ماسوا اس صورت کے کہ آدمی روزے سے ہو، اس کی دلیل لَقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جو ’’وضو کے فرائض‘‘ کے تحت بیان ہو چکی ہے۔

دائیں اعضاء کو بائیں سے پہلے دھونا: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ»

’’نبی ﷺ کو اپنا جوتا پہننے، کنگھی کرنے اور وضو کرنے بلکہ سبھی کاموں میں داہنی جانب سے ابتدا کرنا بہت پسند تھا۔‘‘ [2]

یہی بات ’’وضو کا طریقہ‘‘ میں جناب حمران مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی گزر چکی ہے۔

اعضاء کو دھوتے وقت ملنا: عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو (وضو کے لیے) دو تہائی مد (354 گرام یا تقریباً ڈیڑھ پاؤ) پانی دیا گیا تو آپ اپنی کلائیوں کو مل مل کر دھونے لگے۔ [3]

ڈاڑھی کا خلال کرنا: انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے اور اس کے ذریعے سے ڈاڑھی کا خلال کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

’’میرے رب عزوجل نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم فرمایا ہے۔‘‘ [4]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع کی احادیث، یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ یہ حجت و استدلال کے لائق ہیں، ڈاڑھی کا خلال واجب ہونے پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کے افعال ہیں۔ یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ ’’میرے رب نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔‘‘ یہ امت کے حق میں وجوب کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان الفاظ میں دراصل نبی ﷺ کے لیے خصوصیت کا اظہار ہے۔ [5]

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب مسح الرأس مرة، حديث: 192، وصحيح مسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، حديث: 235. کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی استعمال کرنا، یعنی مضمضہ واستنشاق میں فصل کرنا بھی ثابت ہے، دیکھیے: التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة، ص: 588، حديث: 1410، وسنده حسن لذاته، قاله الشيخ زبير. (عبدالولی)

[2] صحيح البخاري، الوضوء، باب التيمّن في الوضوء والغسل، حديث: 168، وصحيح مسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، حديث: 268. [3] [حسن] صحيح ابن خزيمة: 62/1، رقم: 118، والمستدرك للحاكم: 144/1 و162,161، حديث: 576,509. [4] [صحيح لغيره] سنن أبي داود، الطهارة، باب تخليل اللحية، حديث: 145، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: 54/1، وشرح السنة للبغوي: 422/1، حديث: 215. [5] نيل الأوطار: 178,177/1. علاوہ ازیں جملہ ’’میرے رب »

ہر عضو کو تین تین بار دھونا: ابوانس کی روایت میں ہے کہ ''عثمان رضی اللہ عنہ نے مقام مقاعد میں وضو کیا اور بولے: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کر کے نہ دکھاؤں؟ پھر انھوں نے وضو کیا اور اعضاء کو تین تین بار دھویا......'' [1]

* ''المقاعد'' کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس کچھ دکانیں تھیں۔ یا المقاعد کا مطلب سیڑھیاں ہے۔ مزید برآں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسجد کے قریب ایک جگہ تھی جہاں لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ بیٹھا کرتے تھے اور وضو وغیرہ بھی اس جگہ کر لیتے تھے۔

کبھی کبھی سر کا مسح بھی تین بار کرنا مستحب ہے: جیسا کہ جناب حُمران روایت کرتے ہیں کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے سر کا مسح تین بار کیا، پھر بولے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: ''جس نے اس سے کم بار (بھی) اعضاء دھو لیے تو اس کے لیے یہ وضو کافی ہوگا۔'' [2]

اسی طرح جناب شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے اپنے بازو تین تین بار دھوئے اور سر کا مسح بھی تین بار کیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح کیا تھا۔ [3]

ترتیب سے وضو کرنا: ترتیب کے ساتھ وضو کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اکثر وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا حال بتلایا ہے، وہ سب ترتیب کے ساتھ وضو کرنا ہی بیان کرتے ہیں، البتہ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کے لیے پانی لایا گیا تو آپ نے وضو کیا اور اپنے ہاتھوں کو تین بار دھویا اور چہرہ تین بار دھویا، پھر کلائیاں (کہنیوں تک) تین بار دھوئیں، پھر تین بار کلی کی اور ناک سنکی، پھر اپنے سر کا اور کانوں کے اندر باہر کا مسح کیا۔ [4]

وضو کے بعد کی دعا: عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ - أَوْ فَيُسْبِغُ - الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ»

عزوجل نے......'' کے لیے کوئی معتبر شاہد نہیں، دیکھیے: جُنة المرتاب، ص: 205. (عبدالولی) [1] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، حديث: 230. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، حديث: 107. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، حديث: 110، وانظر فتح الباري: 260/1، وسبل السلام: 81,80/1، وتمام المنة، ص: 91. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، حديث: 121.

’’تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور کامل وضو کرے، پھر کہے: ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔‘‘ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو جائے۔‘‘ [1]

ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، كُتِبَ فِي رِقٍّ ثُمَّ طُبِعَ بِطَابِعٍ فَلَا يُكْسَرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

’’جو شخص وضو کرے اور کہے: ’’اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا اور کوئی (سچا) معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ (رجوع) کرتا ہوں۔‘‘ تو اسے ایک کاغذ پر لکھ کر اس پر مہر لگا دی جاتی ہے جو قیامت تک توڑی نہ جا سکے گی۔‘‘ [2]

تحیۃ الوضو (وضو کے بعد دو رکعتیں): اس کی دلیل عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا وضو کر کے دکھانے کے بعد کہا تھا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر فرمایا:

«مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

’’جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھے اور ان میں اپنے جی میں باتیں نہ کرتا ہو تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔‘‘ [3]

نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز کے وقت پوچھا:

«يَا بِلَالُ! حَدِّثْنِي بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ عِنْدَكَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْفَعَةً، فَإِنِّي سَمِعْتُ اللَّيْلَةَ خَشْفَ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ»

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، حديث: 234، وجامع الترمذي، الطهارة، باب في ما يقال بعد الوضوء، حديث: 55 اور یہ اضافہ کیا: «اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ» ’’اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا دے اور پاکیزہ رہنے والوں میں کر دے۔‘‘ [2] المستدرك للحاكم: 564/1، حديث: 2072، وصححه الشيخ الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: 209/1، حديث: 225. [3] صحيح البخاري، الوضوء، باب الوضوء ثلاثا، حديث: 159، وصحيح مسلم، الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله، حديث: 226 واللفظ له.

”اے بلال! مجھے بتاؤ کہ اسلام لانے کے بعد تم نے وہ کون سا عمل اختیار کیا ہے جس کے فائدے کی تمھیں بہت زیادہ امید ہے؟ بلاشبہ آج رات میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمھارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔“

تو بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسلام لانے کے بعد یہی عمل کیا ہے کہ دن رات جب بھی میں نے مکمل وضو کیا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نماز پڑھی ہے۔ اس عمل سے مجھے نفع کی بہت زیادہ امید ہے۔ [1]

وضو توڑنے والے امور

شرمگاہ (آگے یا پیچھے) سے کسی چیز کا نکلنا: اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ﴾ ”یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے (فارغ ہوکر) آیا ہو۔“ [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ»

”وضو ٹوٹ جانے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی حتی کہ وضو کرلے۔“

حضرموت کے آدمی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حدث سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے جواب دیا: (پیٹ کی) ہوا خارج ہونا، پھسکی یا آواز سے۔ [3]

* علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے بہت زیادہ مذی آتی تھی۔ میں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کرو۔ انھوں نے پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فِيهِ الْوُضُوءُ» ”اس میں وضو ہے۔“ [4]

* صفوان بن عسّال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ سفر میں تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ تین دن رات اپنے موزے نہ اتارو، ماسوا اس صورت کے کہ حالت جنابت پیش آجائے لیکن پیشاب، پاخانہ یا نیند کی صورت میں نہ اتارو (بلکہ اس پر مسح کیا کرو۔)“ [5]

[1] صحيح البخاري، التهجد، باب فضل الطُّهور بالليل والنهار......، حديث: 1149، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل بلال رضی اللہ عنہ، حديث: 2458 واللفظ له. [2] المآئدة 6:5. [3] صحيح البخاري، الوضوء، باب لا تقبل صلاة بغير طُهور، حديث: 135، و صحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حديث: 225. [4] صحيح البخاري، العلم، باب من استحيا فأمَرَ غيره بالسؤال، حديث: 132، وصحيح مسلم، الحيض، باب المذي، حديث: 303. [5] [حسن] جامع الترمذي، الطهارة، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، حديث: 96، وسنن النسائي، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين للمسافر، حديث: 127 و انظر أيضًا نصب الراية: 164/1 و182، وإرواء الغليل: 140/1، حديث: 104.

* عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی کی شکایت کی کہ نماز کے دوران اسے خیال آتا ہے کہ شاید (میرے وجود سے) کوئی چیز (ہوا وغیرہ) خارج ہوئی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَنْفَتِلْ - أَوْ: لَا يَنْصَرِفْ - حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا»

''وہ نماز سے مت پھرے حتی کہ آواز سن لے یا بو پالے۔'' [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما شرم گاہ سے نکلنے والی شے کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس سے مراد منی، مذی یا ودی ہے۔ مذی اور ودی کی صورت میں آدمی کو چاہیے کہ وہ شرمگاہ کو دھوئے اور وضو کر لے جبکہ منی کی حالت میں غسل لازم ہے۔ [2]

گہری نیند جس سے ادراک ختم ہو جائے: اس کی دلیل صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ، فَمَنْ نَّامَ فَلْيَتَوَضَّأْ»

''آنکھیں دبر کا بندھن ہیں، چنانچہ جو سو گیا، وہ وضو کر لے۔'' [3]

اس کا مطلب یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں انسان کو یہ علم واحساس ہو جاتا ہے کہ اس کے وجود سے کوئی چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ نیند مطلق طور پر ناقض وضو ہے اور حدیثِ صفوان کو مقید کرنے کی کوئی قوی دلیل نہیں بلکہ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی مؤید ہے کہ آپ نے سو جانے والے ہر فرد کو حکم دیا کہ وہ وضو کرے۔ [4]

عقل زائل ہو جانا: علامہ ابن رشد رحمہ اللہ لکھتے ہیں: معلوم رہے کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ بے ہوشی، جنون یا نشہ ان میں سے جو حالت بھی پیش آئے گی، عقل کو زائل کر دے گی۔ علماء نے ان صورتوں کو نیند پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح نیند طبیعت کے بھاری پن کے باعث وضو ٹوٹنے کا سبب بنتی ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ عقل کا زائل ہونا وضو ٹوٹنے کا سبب ہے۔ [5]

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب لايتوضأ من الشك حتى يستيقن، حديث: 137، وصحيح مسلم، الحيض، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة ثم شك في الحدث......، حديث: 361. [2] المصنف لعبدالرزاق: 159/1، حديث: 610، وشرح معاني الآثار: 47/1. [3] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الوضوء من النوم، حديث: 203، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الوضوء من النوم، حديث: 477. [4] تمام المنة، ص: 100. [5] بداية المجتهد: 29/1.

شہوت کے ساتھ براہِ راست (بغیر حائل کے) شرمگاہ چھونا: بُسرہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ»

''جب تم میں سے کوئی اپنے ذکر (شرمگاہ) کو چھوئے تو لازم ہے کہ وضو کرے۔'' [1]

طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ کے پاس ایک شیخ بیٹھا تھا جو بدوی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آدمی (وضو کر لینے کے بعد) نماز میں اپنی شرمگاہ کو چھو لے، اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

«وَهَلْ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِّنْكَ» ''وہ تمھارے جسم ہی کا ایک حصہ ہے۔'' [2]

علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ علیہ السلام کا یہ فرمانا: ''یہ تیرے جسم کا ٹکڑا یا حصہ ہے۔'' اس میں بڑا لطیف اشارہ ہے کہ ایسا چھونا جس سے وضو لازم نہیں آتا، وہ وہی ہے جس میں شہوت کا عنصر نہ ہو کیونکہ اسی حالت میں اسے جسم کے کسی دوسرے عضو سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس جب چھونا شہوت کے ساتھ ہو تو اسے جسم کے کسی عضو سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی کیونکہ دیگر اعضاء میں عموماً شہوت نہیں ہوتی۔ یہ بالکل واضح بات ہے۔ اس لحاظ سے یہ حدیث علمائے احناف کی دلیل نہیں بن سکتی جو کہتے ہیں کہ مَسِّ ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بلا شہوت اگر ہاتھ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور شہوت کے ساتھ چھوئے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی دلیل بسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے اور یہی ان دونوں حدیثوں کی جمع و تطبیق ہے۔ [3]

اونٹ کا گوشت کھانا: براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے؟ آپ نے فرمایا:

«تَوَضَّئُوا مِنْهَا» وَسُئِلَ عَنْ لُحُومِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: «لَا تَوَضَّئُوا مِنْهَا»

''(ہاں!) اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو۔'' اور بکری کے گوشت کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا:

''بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہ کرو۔'' [4]

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، حديث: 181، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الوضوء من مس الذكر، حديث: 479. واللفظ له، وانظر أيضاً التلخيص الحبير: 122/1، حديث: 165، وإرواء الغليل: 150/1، حديث: 116. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، حديث: 182، وسنن النسائي، الطهارة، باب الوضوء من ذلك، حديث: 165 واللفظ له وانظر التلخيص الحبير: 125/1. [3] تمام المنة، ص: 103. تقریباً یہی قول شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے، دیکھیے: فتاویٰ شیخ الإسلام: 241/21. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من لحوم»

اسی طرح جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا میں بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کروں؟ آپ نے فرمایا:

«إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَوَضَّأْ» قَالَ: أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ»

”چاہو تو کرلو، نہ چاہو تو نہ کرو۔“ اس نے پوچھا: کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کروں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو۔“ [1]

وہ مواقع جن کے لیے وضو واجب ہے

نماز کے لیے: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو)۔“ [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے جب کوئی بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی حتی کہ وضو کر لے۔“ [3]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ وَّلَا صَدَقَةً مِّنْ غُلُولٍ»

”اللہ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا ہے اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ۔“ [4]

بیت اللہ کے طواف کے لیے: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللهَ أَحَلَّ فِيهِ الْكَلَامَ»

”بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر اللہ نے اس میں بات کر لینے کو حلال فرمایا ہے۔“ [5]

» الإبل، حدیث: 184 وغیرہ. [1] صحیح مسلم، الحیض، باب الوضوء من لحوم الإبل، حدیث: 360. [2] المآئدة 5:6. [3] صحیح البخاري، الوضوء، باب لا تقبل صلاة بغیر طهور، حدیث: 135، و صحیح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حدیث: 225 واللفظ له. [4] صحیح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حدیث: 224. [5] [صحیح] جامع «

جن مواقع پر وضو کرنا مستحب ہے

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے: مہاجر بن قُنفُذ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو اس وقت سلام کیا جبکہ آپ پیشاب کر رہے تھے تو آپ نے جواب نہیں دیا حتی کہ وضو کرلیا، پھر جواب دیا اور فرمایا:

«إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي مِنْ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْكَ، إِلَّا أَنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللهَ إِلَّا عَلٰى طَهَارَةٍ»

”مجھے تمھیں جواب دینے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی مگر میں نے پسند نہیں کیا کہ بلا وضو اللہ کا ذکر کروں۔“ [1]

رات کو سوتے وقت: براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: اَللّٰهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ، مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ»

”جب تو (سونے کے لیے) اپنے بستر پر آئے تو نماز والا وضو کر، پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جا، پھر کہہ: ”اے اللہ! میں نے اپنا نفس تیرے سپرد کر دیا اور اپنا رخ تیری طرف کر لیا اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دیا اور اپنی پشت تیری طرف جھکا دی، تجھے اپنا معاون و مددگار بنالیا، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، تیرے عذاب سے (بچنے کے لیے) کوئی جائے پناہ اور نجات نہیں مگر صرف تیرے ہاں، (اے اللہ!) میں ایمان لایا اس کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے اس نبی پر جسے تو نے بھیجا ہے۔“ اگر تو اسی رات مر گیا تو تو فطرت پر مرے گا اور ان کلمات کو اپنی آخری بات بنا۔“ [2]

جنبی کے لیے جبکہ وہ کھانا، پینا یا سونا چاہے یا اپنی بیوی کے پاس دوبارہ آنا چاہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

» الترمذي، الحج، باب ماجاء في الكلام في الطواف، حديث: 960، والمستدرك للحاكم: 459/1 و 267/2، حديث: 1686 و 3058 وغیرہ . [1] [صحيح] سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الرجل يسلم عليه وهو يبول، حديث: 350 و سنن أبي داود، الطهارة، باب في الرجل يرد السلام وهو يبول؟ حديث: 17، ومسند أحمد: 345/4. [2] صحيح البخاري، الدعوات، إذا بات طاهرًا ، حديث: 247 و 6311 و 6315 و 7488، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، حديث: 2710.

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ»

”نبی کریم ﷺ جب جنابت سے ہوتے اور کچھ کھانا یا سونا چاہتے تو وضو کر لیتے نماز والا وضو۔“ [1]

ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ، فَلْيَتَوَضَّأْ»

”جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے پاس جائے اور پھر دوبارہ جانا چاہے تو چاہیے کہ وضو کر لے۔“ [2]

نہانے سے پہلے، چاہے غسل واجب ہو یا مستحب: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ، فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ»

”نبی کریم ﷺ جب جنابت سے غسل کرتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور اپنی شرمگاہ دھوتے (استنجا کرتے) پھر وضو کرتے نماز والا وضو۔“ [3]

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں تو پنیر کے ٹکڑے کھانے کے بعد وضو کر لیتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: «تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ»

”جس چیز کو آگ نے چھوا ہو، اس سے (کھانے کے بعد) وضو کر لیا کرو۔“ [4]

اور یہ عمل ازروئے استحباب ہے کیونکہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ شانے کا گوشت کاٹ کر تناول فرما رہے تھے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ [5]

ہر نماز کے لیے: بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ والے دن ایک ہی وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا کیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی کہ آپ نے آج ایسا کام کیا ہے جو پہلے نہیں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا: «عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ!» ”عمر! میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے۔“ [6]

---

[1] صحيح مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب و استحباب الوضوء له......، حديث: 305. [2] صحيح مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب و استحباب الوضوء له......، حديث: 308 . [3] صحيح البخاري، الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، حديث: 248، وصحيح مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، حديث: 316 واللفظ له. [4] صحيح مسلم، الحيض، باب الوضوء مما مست النار، حديث: 352. [5] صحيح البخاري، الوضوء، باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق، حديث: 208، وصحيح مسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، حديث: 354. [6] صحيح مسلم، الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد، حديث: 277.

جب بھی بے وضو ہو: بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن فجر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

«يَابِلَالُ! بِمَ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي، دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي.....» فَقَالَ بِلَالٌ: يَارَسُولَ اللهِ! مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَا أَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهَا وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بِهِمَا»

''اے بلال! تو کس بنا پر جنت کی طرف مجھ سے سبقت لے گیا ہے؟ میں جب کبھی جنت میں داخل ہوا ہوں تو تیرے قدموں کی چاپ میں نے اپنے آگے آگے سُنی ہے۔ میں آج رات (خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو تیرے قدموں کی چاپ اپنے آگے آگے سنی۔'' ...... بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور جب بھی میں بے وضو ہوتا ہوں تو (فوراً) وضو کر لیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ دو رکعتیں میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا حق ہیں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انھی کی وجہ سے۔''[1]

میت اٹھانے سے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ»

''جو میت کو غسل دے تو وہ غسل کرے اور جو اسے اٹھائے تو وہ وضو کرے۔''[2]

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صیغۂ امر کا ظاہری تقاضا تو وجوب ہے مگر ہم نے ان دو حدیثوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جو اگرچہ موقوف ہیں مگر حکماً مرفوع ہیں (اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں امر برائے وجوب نہیں بلکہ برائے استحباب ہے:) (1) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ، فَإِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجِسٍ، فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ»

''اپنی، یعنی مسلمان میت کو غسل دینے کے بعد تم پر غسل لازم نہیں آتا۔ بلاشبہ تمھاری میت نجس نہیں (بس)

[1] جامع الترمذي، المناقب، باب: أتيت على قصر مربع مشرف من ذهب.....، حديث: 3689، ومسند أحمد: 5/354و360، وصححه الألباني في صحيح الجامع، حديث: 7894. [2] [حسن] جامع الترمذي، الجنائز، باب ماجاء في الغسل من غسل الميت، حديث: 993، وسنن أبي داود، الجنائز، باب في الغسل من غسل الميت، حديث: 3161، ومسند أحمد: 2/273۔ ملاحظہ ہو ہماری کتاب «إرشاد الأمة إلى فقه الكتاب و السنة» جزء الطهارة.

تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھ دھولو۔'' [1]

[2] ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: «كُنَّا نُغَسِّلُ الْمَيِّتَ ، فَمِنَّا مَنْ يَغْتَسِلُ ، وَمِنَّا مَنْ لَا يَغْتَسِلُ»

''ہم میت کو غسل دیتے تھے تو ہم میں سے بعض لوگ غسل کر لیتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔'' [2]

قے آنے سے: جناب معدان بن ابوطلحہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو قے آگئی تو آپ نے وضو کیا۔ وہ (معدان) کہتے ہیں کہ میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے دمشق کی جامع مسجد میں ملا اور انھیں یہ حدیث سنائی تو وہ بولے: سچ ہے، رسول اللہ ﷺ کے لیے میں نے ہی پانی انڈیلا تھا۔ [3]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی بنا پر قے آنے کے بعد وضو کر لینا مستحب بتلایا ہے۔ [4]

موزوں پر مسح

موزوں پر مسح مشروع ومسنون ہے: ہمام بن حارث رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پیشاب سے فارغ ہوئے تو وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، پھر اٹھے اور نماز پڑھنے لگے۔ ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے، آپ نے اسی طرح ہی کیا تھا، (راویِ حدیث) ابراہیم کہتے ہیں کہ انھیں (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو) یہ حدیث بہت پسند تھی، اس لیے کہ جریر رضی اللہ عنہ آخری دور میں مسلمان ہوئے تھے۔ [5]

[1] [أثر صحيح] المستدرك للحاكم:1/386، حديث: 1426، وحسنه ابن حجر رحمه الله في التلخيص الحبير: 1/ 137، 138. [2] سنن الدار قطني: 2/72، حديث: 1802، وصححه الحافظ في التلخيص: 1/138. [3] [صحيح] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء من القيء والرعاف، حديث: 87، ومسند أحمد: 6/443. [4] مجموع الرسائل الكبرى: 2/234. [5] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الخفاف، حديث: 387، وصحيح مسلم الطهارة، باب المسح على الخفين، حديث: 272. اس حدیث کے پسند آنے کی وجہ یہ ہے کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے اور سورۂ مائدہ کی آیتِ وضو میں ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ ''اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔'' یعنی پاؤں دھونے کا حکم ہے، جبکہ حدیثِ جریر سے یہ معلوم ہوا کہ آیتِ کریمہ نے مسح على الخفين کا حکم منسوخ نہیں کیا بلکہ پاؤں دھونے کا یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے کہ جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں۔ دیکھیے منة المنعم شرح صحيح مسلم، مذکورہ بالا حدیث کے تحت۔ یہ بھی یاد رہے کہ موزے طہارت مکمل ہونے، یعنی دونوں پاؤں دھونے کے بعد پہننے چاہئیں، اس لیے کہ وضو تَجَزّی (تقسیم) کو قبول نہیں کرتا۔ (عبدالولی)

علامہ ابن منذر ابن المبارک کی طرف سے نقل کرتے ہیں کہ موزوں پر مسح کرنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ بلاشبہ جائز ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جس کسی سے مسح کرنے کی کراہت مروی ہے تو اس سے دوسری بات (جواز) بھی منقول ہے۔ [1]

امام ابن عبدالبر کا بیان ہے: مجھے تابعین اور فقہاء میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ مسح کے انکاری ہیں، سوائے اس روایت کے جو جابر نے مالک سے روایت کی ہے، مگر ان سے مروی دوسری صحیح روایات اس کے برعکس ہیں اور یہ روایت منکر ہے جسے موطا اور ان کے اصولِ مذہب رد کرتے ہیں۔ [2]

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ایک جم غفیر موزوں پر مسح کا قائل ہے اور ایک بہت بڑی تعداد کا، جس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور فقہاء شامل ہیں، غلطی کر جانا یا کسی غلط بات پر اتفاق ناممکن بات ہے۔ [3]

موزوں پر مسح کے لیے انھیں باوضو پہننا شرط ہے: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر کے دوران میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے پوچھا:

«أَمَعَكَ مَاءٌ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَّاحِلَتِهِ، فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: «دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ» وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

"کیا تمھارے پاس پانی ہے؟" میں نے عرض کی: جی ہاں تو آپ اپنی سواری سے اتر آئے اور چلنے لگے حتی کہ رات کے اندھیرے میں چھپ گئے، پھر واپس آئے تو میں نے آپ (کے ہاتھوں) پر لوٹے سے پانی انڈیلا، پھر آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ آپ ایک اونی جبہ پہنے ہوئے تھے، لہٰذا آپ اس کی آستینوں میں سے اپنے ہاتھ نہ نکال سکے تو جبے کے نیچے سے نکالے، پھر انھیں دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا، پھر میں جھکا تاکہ آپ کے موزے اتاروں تو آپ نے فرمایا: "انھیں رہنے دو، میں نے انھیں (اس وقت) پہنا تھا جبکہ پاؤں پاک تھے (میں باوضو تھا)۔ اور آپ نے ان پر مسح کیا۔" [4]

---

[1] الأوسط: 1/434. [2] التمهيد: 11/141. [3] الاستذكار: 2/237، نیز ملاحظہ ہو جامع الترمذي، الطهارة، باب في المسح على الخفين، تحت الحديث: 93، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 1/272. [4] صحيح البخاري، اللباس، باب لبس جبة الصوف في الغزو، حديث: 5799، و صحيح مسلم الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، حديث: 274 واللفظ له.

مقیم آدمی ایک دن رات اور مسافر تین دن رات مسح کرسکتا ہے: جناب شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے موزوں پر مسح کے بارے میں استفسار کیا تو انھوں نے کہا کہ ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے ملو اور ان سے یہ بات معلوم کرو کیونکہ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں، چنانچہ ہم نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات متعین فرمایا تھا۔[1]

مسح صرف موزے کے اوپر ہی کرنا چاہیے: علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اگر دین رائے اور قیاس پر مبنی ہوتا تو موزے کے نیچے کی جگہ مسح کے زیادہ لائق تھی، مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ موزوں کے اوپر ہی مسح کیا کرتے تھے۔[2]

جوتوں سمیت موزوں پر مسح: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ»

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر جوتوں سمیت موزوں پر مسح کیا۔"[3]

وہ امور جن سے مسح باطل ہو جاتا ہے: (اور موزے اتار کر دوبارہ وضو کرنے کے بعد پہنے جاتے ہیں۔)

1. **مقررہ مدت کا خاتمہ:** موزوں پر مسح ایک متعین وقت تک ہی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ پہلے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر آ چکا ہے، لہٰذا اس مدت سے تجاوز کسی طرح جائز نہیں۔
2. **جنابت:** جناب صفوان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو اپنے موزے تین دن رات نہ اتاریں الا یہ کہ جنابت لاحق ہو جائے لیکن بول و براز اور نیند کی وجہ سے نہ اتاریں (بلکہ ان پر مسح کرتے رہیں۔)[4]

وضو کے بارے میں چند اور باتیں

گردن کے مسح کے لیے کوئی حدیث ثابت نہیں: مسند بزار میں وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی مرفوع

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، حديث: 276. [2] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب كيف المسح، حديث: 163. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب المسح على الجوربين، حديث: 159. [4] [حسن] جامع الترمذي، الطهارة، باب المسح على الخفين للمسافر و المقيم، حديث: 96.

روایت ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی گردن پر مسح کیا۔“[1] مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے اور اس میں تین علتیں ہیں:

* محمد بن حُجر کے بارے میں امام بخاری کہتے ہیں: اس میں نظر ہے۔

ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کی روایات منکر ہیں۔[2]

* سعید بن عبدالجبار: اس کے بارے میں نسائی فرماتے ہیں: قوی نہیں ہے۔[3]

* ام عبدالجبار بن وائل بن حجر: ابن ترکمانی کہتے ہیں: مجھے اس کا حال معلوم ہو سکا نہ نام۔[4]

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

طبرانی کبیر میں طلحہ بن مُصَرِّف عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے سر کا مسح کیا۔ راوی نے (یہ بیان کرتے وقت) اپنے ہاتھ سے سر کے آگے کے حصے کی طرف اشارہ کیا حتی کہ انھیں گدی کی جانب گردن کے نیچے تک لے گیا۔[5] اس کی سند بہت ضعیف ہے اور اس میں بھی تین علتیں ہیں:

* ابوسلمہ کندی جس کا نام عثمان بن مِقسم البُرّی ہے، اسے یحییٰ القطان اور ابن مبارک نے متروک (جس سے روایات لینی ترک کردی جائیں) کر دیا تھا۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ ”کذاب“ ہے۔ نسائی اور دارقطنی نے بھی اسے ”متروک“ کہا ہے۔[6]

* لَیث بن ابوسُلَیم: سچا ہے مگر اسے اختلاط ہو گیا تھا، اس کی حدیثوں میں امتیاز نہیں ہو سکا (کہ یہ اختلاط سے قبل کی ہیں یا بعد کی) لہٰذا ترک کیا گیا۔[7]

* طلحہ بن مُصَرِّف: مجہول ہے۔[8] الغرض یہ حدیث ازحد ضعیف ہے۔

عورت کے لمس (چھونے) سے وضو نہیں ٹوٹتا: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ»

”نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا بوسہ لیا، پھر نماز کے لیے نکلے اور وضو نہیں کیا۔“[9]

---

[1] كشف الأستار عن زوائد البزار: 1/140-142، حديث: 268. [2] ميزان الاعتدال: 3/511، ترجمة رقم: 7361. [3] ميزان الاعتدال: 2/147، ترجمة رقم: 3225. [4] الجوهر النقي في ذيل السنن الكبرىٰ للبيهقي: 2/30. [5] المعجم الكبير للطبراني: 19/180،181، حديث: 409. [6] ميزان الاعتدال: 3/56، ترجمة رقم: 5568. [7] تقريب التهذيب: 2/138. [8] مؤلف نے یہی لکھا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ طلحہ ثقہ ہے اور ان کا والد مُصَرِّف مجہول ہے، لہٰذا علتِ حدیث یہی ہے۔ دیکھیے تقریب التهذيب: 2/251. (عبدالولی) [9] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من القبلة، حديث: 178، وجامع الترمذي، »

* اعضائے وضو کو خشک کرنے کے بارے میں درج ذیل دو حدیثیں ثابت نہیں:

1 ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ»

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد اپنے اعضاء خشک کیا کرتے تھے۔''[1]
امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہ قائم نہیں ہے (از حد ضعیف ہے،) نبی ﷺ سے ایسی کوئی بات صحیح ثابت نہیں ہے اور (اس حدیث کے) راوی ابو معاذ کا نام محدثین سلیمان بن ارقم بتاتے ہیں اور یہ ان کے نزدیک ضعیف ہے۔ دارقطنی اور بیہقی نے بھی اس کا یہی نام ذکر کیا اور کہا ہے کہ یہ متروک ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ ابو معاذ کا نام فضل بن میسرہ بصری ہے، اس سے یحییٰ بن سعید نے روایت لی ہے اور اس کی مدح کی ہے۔
میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ امام ترمذی، دارقطنی اور بیہقی کی بات صحیح ہے کیونکہ یہ حضرات معرفت رجال میں حاکم کی بہ نسبت زیادہ قوی ہیں۔ واللہ أعلم.

2 معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ»

''میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ جب وضو کرتے تو اپنے کپڑے کے پلّو سے اپنا چہرہ پونچھ لیا کرتے تھے۔''[2]
اس کی سند ساقط ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی ضعیف ہے۔ یہ محمد بن سعید سے تدلیس کرتا ہے اور محمد بن سعید زندیق ہونے کی وجہ سے سولی پر چڑھایا گیا تھا۔[3]

وضو میں مدد لے لینا جائز ہے: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ وہ ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو وضو فرمایا، جناب مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پانی آپ (کے ہاتھوں) پر ڈالا اور آپ نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کیا اور موزوں پر بھی مسح فرمایا۔[4]

وضو کی خودساختہ دعائیں

رسول اللہ ﷺ کی سنت سے وضو کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ اور وضو مکمل کرنے پر مسنون دعا شہادتین کا پڑھنا

«« الطهارة، باب ماجاء في ترك الوضوء من القبلة، حديث: 86، وصححه الشيخ الألباني. [1] [ضعيف] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المنديل بعد الوضوء، حديث: 53. [2] [ضعيف] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المنديل بعد الوضوء، حديث: 54. [3] المجروحين لابن حبان: 50/2. [4] صحيح البخاري، الوضوء، باب »»

ثابت ہے۔ لیکن بعض لوگ وضو میں ہر عضو دھوتے وقت مخصوص دعائیں پڑھتے ہیں جو غیر معتبر مروجہ کتبِ نماز میں پائی جاتی ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دعائیں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں۔ یہ اپنی طرف سے ایجاد ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں۔ امام نووی اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر عضو کے لیے مخصوص اذکار و دعاؤں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں۔ [1]

ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُعِدِ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ»

”جو شخص نماز میں ہنس پڑے تو اسے چاہیے کہ اپنا وضو اور نماز دہرائے۔“ [2]

یہ حدیث چونکہ نہایت ضعیف ہے، لہٰذا مذکورہ عمل کی دلیل نہیں بن سکتی۔

نکسیر پھوٹنے، قے اور ابکائی آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا: اس سلسلے میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ، فَلْيَنْصَرِفْ، فَلْيَتَوَضَّأْ، ثُمَّ لِيَبْنِ عَلٰى صَلَاتِهِ، وَهُوَ فِي ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ»

”جس کی نکسیر پھوٹے، یا قے یا اُبکائی آ جائے، یا مذی نکل جائے، اسے چاہیے کہ نماز سے نکل جائے، وضو کرے اور اپنی پہلی نماز پر بنیاد رکھے (جہاں سے نماز توڑی ہو، وہیں سے دوبارہ شروع کر دے،) بشرطیکہ اس دوران میں بات نہ کی ہو۔“ [3] یہ ضعیف ہے۔

الرجل یوضیء صاحبه، حدیث: 182، و صحیح مسلم، الطهارة، باب المسح علی الخفین، حدیث: 274. [1] المجموع: 489/1، وزاد المعاد: 195/1. [2] [ضعیف جدًا] سنن الدارقطني: 164/1، حدیث: 601، والكامل لابن عدي: 1027/3. ابن عدی کہتے ہیں کہ اس ضعیف روایت کی وجہ عبدالعزیز بن حصین اور عبدالکریم ابوامیہ بصری ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ حسن بصری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا ہے۔ یہ روایت ابن عمر، انس، عمران بن حصین، جابر، ابوالملیح اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ان کے علاوہ ابراہیم نخعی، زہری، معبد اور ابوالعالیہ سے مرسل مروی ہے۔ اس کی تخریج ہماری کتاب "إرشاد الأمة إلٰی فقه الكتاب والسنة" (جزء الطهارة) میں ملاحظہ ہو۔ [3] [ضعیف] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في البناء علی الصلاة، حدیث: 1221، وسنن الدارقطني: 155,154/1، حدیث: 563,562، والسنن الكبرٰی للبیهقي: 142/1. یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے کہ اس میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے جس کی روایت حجازیین سے ضعیف ہوتی ہے اور اس میں وہ ابن جریج مکی سے روایت کرتا ہے۔ (عبدالولی)

غصہ آ جانے پر وضو کرنے کی دلیل ضعیف ہے: ابووائل القاص سے مروی ہے کہ ہم عروہ بن محمد سعدی کے ہاں گئے تو ایک آدمی نے ان سے کوئی بات کی جس نے انھیں مشتعل کر دیا، چنانچہ وہ اٹھے اور وضو کیا، پھر وہ حالتِ وضو میں واپس آئے تو فرمایا: مجھے میرے والد نے میرے دادا عطیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ»

''غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے، جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو وضو کر لے۔''[1] یہ حدیث ضعیف ہے۔

بری بات کرنے پر وضو کرنے کی دلیل ضعیف ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حدث، یعنی بے وضو ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک زبان سے، دوسری شرمگاہ سے اور یہ دونوں صورتیں برابر نہیں بلکہ زبان کا حدث شرمگاہ کے حدث سے زیادہ سخت ہے اور ان دونوں صورتوں میں وضو کرنا ضروری ہے۔''[2] یہ حدیث ضعیف ہے۔

موزے کی نچلی سطح پر مسح کی دلیل ضعیف ہے: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''نبی ﷺ نے موزے کے اوپر اور اس کے نیچے کی طرف مسح کیا۔''[3] یہ حدیث ضعیف ہے۔

غسل کے مسائل

غسل کب واجب ہوتا ہے؟

سوتے یا جاگتے ہوئے مادہ منویہ خارج ہونا: علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے مذی کے متعلق

[1] [ضعیف] سنن أبي داود، الأدب، باب مايقال عند الغضب، حديث: 4784، ومسند أحمد: 4/226، و شرح السنة للبغوي: 13/161، والأوسط لابن المنذر: 1/241وضعفه الشيخ الألباني في ضعيف سنن أبي داود و ضعيف الجامع الصغير، حديث: 1510 شیخ زبیر علیزئی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (عبدالولی) [2] [ضعیف] الأباطيل للجو زقاني، حديث: 339. ابن جوزی نے کہا: یہ حدیث رسول ﷺ سے ثابت نہیں، اس میں ایک راوی بقیہ مدلس ہے، شاید اس نے بعض ضعیف راویوں سے سنا ہو۔ العلل المتناهية لابن الجوزي: 1/365. [3] [ضعیف] سنن أبي داود، الطهارة، باب كيف المسح، حديث: 165، ››

دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ’’مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل۔‘‘ [1]

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا، میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ جب عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا:

«نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ» فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ فَقَالَ: «تَرِبَتْ يَدَاكِ! فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا»

’’ہاں، جب وہ پانی محسوس کرے۔‘‘ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ فرمایا: ’’تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں! تو پھر کس وجہ سے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔‘‘ [2]

* مسئلہ: جو احتلام کا خواب دیکھے مگر نمی (تری) یا پانی محسوس نہ کرے اس پر غسل واجب نہیں مگر جو نمی (تری) یا پانی محسوس کرے، چاہے اسے احتلام یاد نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہے۔ اس کی دلیل خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جو اپنی نیند میں وہ کچھ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ حَتَّى تُنْزِلَ، كَمَا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ غُسْلٌ حَتَّى يُنْزِلَ»

’’اس پر غسل واجب نہیں حتی کہ انزال ہو جیسے کہ مرد پر غسل نہیں حتی کہ اسے انزال ہو۔‘‘ [3]

سنن نسائی میں ہے: اس (خولہ رضی اللہ عنہا) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت کو خواب میں احتلام ہو جانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: «إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ» ’’جب وہ پانی (منی کے آثار) دیکھے تو وہ غسل کرے۔‘‘ [4]

اسی طرح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی آدمی نمی (تری) محسوس کرے مگر اسے احتلام یاد نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا:

» وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المسح على الخفين: أعلاه وأسفله، حديث:97، ومسند أحمد:251/4. اس کی سند منقطع ہونے کے علاوہ مرسل بھی ہے، بنا بریں ضعیف ہے۔ [1] [صحيح] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المني والمذي، حديث: 114، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الوضوء من المذي، حديث:504. [2] صحيح البخاري، العلم، باب الحياء في العلم، حديث: 130، وصحيح مسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، حديث: 313 واللفظ له. [3] [حسن] سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب في المرأة ترى في منامها......، حديث: 602، ومسند أحمد:409/6. [4] [حسن] سنن النسائي، الطهارة، باب غسل المرأة ترى في منامها......، حديث: 198.

«يَغْتَسِلُ» وَعَنِ الرَّجُلِ يُرٰى أَنْ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدِ الْبَلَلَ، قَالَ: «لَا غُسْلَ عَلَيْهِ». فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: اَلْمَرْأَةُ تَرٰى ذٰلِكَ، أَعَلَيْهَا غُسْلٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ»

''وہ غسل کرے۔'' اور جو شخص (خواب میں) احتلام دیکھے مگر نمی (تری) نہ پائے؟ تو فرمایا: ''اس پر غسل واجب نہیں ہے۔'' ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اگر عورت یہ دیکھے تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟ فرمایا: ہاں، عورتیں بھی مردوں کی مانند ہیں۔'' [1]

دخول پر غسل واجب ہے چاہے انزال نہ ہو: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ»

''جب آدمی عورت کی چار شاخوں میں بیٹھے اور اس سے (دخول کر کے) مشغول ہو تو اس پر غسل واجب ہو گیا۔'' [2]

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ، وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ»

''جب آدمی عورت کی چار شاخوں میں بیٹھے اور ختنے سے ختنہ چھو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔'' [3]

اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: «إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ [فَقَدْ] وَجَبَ الْغُسْلُ»

''جب ختنہ ختنے سے آگے بڑھ جائے تو غسل واجب ہو گیا۔'' [4]

* ختنہ ملنے سے مراد دخول ہے اور یہ الفاظ جماع سے کنایہ ہیں۔

عورتوں کا حیض یا نفاس منقطع ہو جانا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۖ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الرجل يجد البلة في منامه، حديث: 236، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء فيمن يستيقظ ويرٰى بللا……، حديث: 113. [2] صحيح البخاري، الغسل، باب إذا التقى الختانان، حديث: 291، وصحيح مسلم، الحيض، باب نسخ «الماء من الماء» ووجوب الغسل بالتقاء الختانين، حديث: 348. [3] صحيح مسلم، الحيض، باب نسخ «الماء من الماء» ووجوب الغسل بالتقاء الختانين، حديث: 349. [4] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء إذا التقى الختانان وجب الغسل، حديث: 109.

''اور (اے نبی!) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے: وہ تو گندگی ہے۔ تم حیض (کی جگہ) میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے ہم بستری نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ خوب پاک ہو جائیں (غسل کرلیں) تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔'' [1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! مجھے استحاضے کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپ نے فرمایا:

«لَا، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي»

''نہیں، یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے، حیض نہیں۔ جب حیض (کے دن) آئیں تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب ایام حیض ختم ہو جائیں تو خون دھو کر نماز پڑھا کرو۔'' [2]

علامہ ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: نفاس کا خون آنے سے غسل لازم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دراصل حیض ہی ہوتا ہے جو جمع شدہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس میں روزہ بھی نہیں رکھا جا سکتا اور مباشرت بھی حرام ہے، فرض نماز بھی اس میں ساقط ہوتی ہے۔ الغرض نفاس سے غسل اسی طرح واجب ہے جس طرح حیض سے۔ [3]

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ حیض اور نفاس سے غسل واجب ہے۔ اس میں ابن منذر اور ابن جریر طبری وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے۔ [4]

کافر کا مسلمان ہونا: قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کیونکہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں پہلے ایسے پانی سے غسل کر کے آؤں جس میں بیری کے پتے ملے ہوئے ہوں۔ [5]

وہ امور جو جنبی آدمی پر حرام ہیں: * جنبی کے لیے مسجد میں رکنا حرام ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، دیکھا کہ لوگوں کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

[1] البقرة 2:222. [2] صحيح البخاري، الحيض، باب الاستحاضة، حديث: 306، وصحيح مسلم، الحيض، باب المستحاضة و غسلها وصلاتها، حديث: 333. [3] المهذب: 167/2. [4] المجموع: 168/2. [5] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب الرجل يسلم فيؤمر بالغسل، حديث: 355، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماذكر في الاغتسال عند ما يسلم الرجل، حديث: 605.

«وَجِّهُوا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ»

''ان گھروں (کے دروازوں) کو مسجد کی طرف سے پھیر دو، یعنی بند کر دو۔''

آپ دوبارہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگوں نے اس کے بارے میں اس امید سے کچھ بھی نہیں کیا کہ شاید ان کے لیے رخصت نازل ہو جائے گی۔ آپ ان کی طرف دوبارہ گئے اور فرمایا:

«وَجِّهُوا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ»

ان گھروں کو مسجد کی طرف سے ہٹا دو کیونکہ میں مسجد کو حائضہ عورت یا کسی جنبی کے لیے حلال نہیں سمجھتا۔'' [1]

* نماز: جنبی کے لیے نماز پڑھنا حلال نہیں، خواہ فرض نماز ہو یا نفل حتی کہ نماز جنازہ بھی حلال نہیں۔
* طواف: جنبی کے لیے بیت اللہ کا طواف کرنا بھی حلال نہیں جیسا کہ قبل ازیں ''وہ مواقع جن کے لیے وضو واجب ہے'' کے تحت اس کے دلائل بتا دیے گئے ہیں۔

غسل کے ارکان اور اس کی سنتیں

ارکان غسل: (1) نیت: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى» [2]

''اعمال کا اعتبار نیتوں ہی کے ساتھ ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔''

(2) پورے بدن پر پانی بہانا۔

غسل کی سنتیں: (1) تین بار ہاتھ دھونا۔ (2) شرمگاہ دھونا۔ (3) نماز کی طرح کامل وضو کرنا۔ یہ بھی جائز ہے کہ پاؤں دھونا مؤخر کر دے اور غسل مکمل کر کے پاؤں دھوئے۔ (4) سر پر تین بار پانی ڈالنا اور بالوں کا خلال کرنا تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ (5) پورے جسم پر پانی بہانا۔ دائیں جانب سے پانی بہانا شروع کرنا، اس کے بعد بائیں جانب پانی ڈالنا۔ اس کی دلیل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، وہ کہتی ہیں:

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الجنب يدخل المسجد، حديث: 232. شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، اگرچہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لیکن راجح یہ ہے کہ یہ حسن ہے جبکہ ان سے پہلے حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے نصب الراية: 194/1. (عبدالولی) [2] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب: كيف كان بدء الوحي ......، حديث: 1، وصحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنية، حديث: 1907.

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلٰى شِمَالِهِ، فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ، فَيُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي أُصُولِ الشَّعْرِ حَتّٰى إِذَا رَأٰى أَنْ قَدِ اسْتَبْرَأَ، حَفَنَ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ»

''رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے تھے، پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالتے اور شرمگاہ دھوتے، پھر نماز والا وضو کرتے، پھر پانی لے کر انگلیاں بالوں کی جڑوں میں پھیرتے حتی کہ جب آپ سمجھتے کہ پانی (بالوں کی) تہہ تک پہنچ گیا ہے تو پھر سر پر تین لپ پانی ڈالتے، پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہاتے اور پھر پاؤں دھو لیتے تھے۔'' [1]

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَاءً لِّلْغُسْلِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفْرَغَ عَلٰى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَّكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ»

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے غسل کا پانی رکھا، آپ نے دو یا تین بار اپنے ہاتھ دھوئے، پھر بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہ دھوئی، پھر اپنے ہاتھ زمین پر رگڑے، پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر چہرہ مبارک دھویا، ہاتھ (کہنیوں تک) دھوئے، پھر اپنے جسم پر پانی بہایا، پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھو لیے۔'' [2]

عورت کا غسل: عورت کا غسل بھی مرد ہی کی طرح ہے سوائے اس کے کہ اگر وہ حیض سے طہارت کا غسل کر رہی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اپنے سر کے بال کھولے جبکہ غسل جنابت میں بال کھولنا ضروری نہیں۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے سر کے بال بڑے سخت کر کے باندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لیے انھیں کھولا کروں؟ اور ایک روایت میں جنابت کے ساتھ ساتھ حیض سے طہارت کے غسل کا بھی ذکر آیا ہے۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''نہیں! تمھارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین

---

[1] صحيح البخاري، الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، حديث: 248، وصحيح مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، حديث: 316 واللفظ له. [2] صحيح البخاري، الغسل، باب الغسل مرة واحدة، حديث: 257، وصحيح مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، حديث: 317.

لپ پانی ڈال لیا کرو۔“ [1]

جناب عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کہ جناب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جب انھیں غسل جنابت کرنا ہو تو اپنے بال کھولا کریں، اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تعجب ہے کہ ابن عمرو عورتوں کو غسل میں بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں، وہ (مختصرًا) یہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ عورتیں اپنے سر منڈوا لیں، حالانکہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں سے پانی لے کر غسل کر لیا کرتے تھے اور میں اپنے سر پر تین لپ پانی ڈالنے سے زیادہ کچھ نہیں کرتی تھی۔ [2]

عورت کے لیے مستحب ہے کہ جب حیض یا نفاس سے غسل کرے تو کستوری یا کسی اور خوشبو کا پھایا لے کر خون کے مقام پر لگا لیا کرے تا کہ خون کی بدبو کا اثر زائل ہو جائے اور متعلقہ جگہ اچھی طرح پاک صاف ہو جائے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل حیض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

«تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا حَتّٰى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا» فَقَالَتْ أَسْمَاءُ: وَكَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟ فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ! تَطَهَّرِينَ بِهَا» فَقَالَتْ عَائِشَةُ۔ كَأَنَّهَا تُخْفِي ذٰلِكَ۔: تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ، وَسَأَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ: «تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ، فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ، أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتّٰى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ» فَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ! لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ.

”تمھیں (عورتوں کو) چاہیے کہ پانی اور بیری کے پتے لیں، پھر خوب اچھی طرح وضو کریں، پھر اپنے سر پر پانی ڈالیں اور اسے خوب ملیں حتی کہ پانی اس کی جڑوں اور تہ تک پہنچ جائے، پھر اپنے اوپر پانی بہائیں، پھر کستوری لگا ہوا پھایا لے کر پاکیزگی حاصل کریں۔“ اسماء نے کہا: میں اس کے ساتھ کیسے پاکیزگی حاصل کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بولے: ”سبحان اللہ! تو اس کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

[1] صحیح مسلم، الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة، حدیث:330۔ حیض سے طہارت کے غسل کے لیے سر کے بال کھولنے کے وجوب پر کوئی صریح دلیل موجود نہیں، دیکھیے الصحیحة، حدیث: 188 اور نیل الأوطار:1/291، 292. (عبدالولی) [2] صحیح مسلم، الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة، حدیث:331، ومسند أحمد:6/43، وصحیح ابن خزیمة:1/123.

آہستگی سے کہا: اسے خون کی جگہ پر لگائیں۔ پھر اسماء رضی اللہ عنہا نے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”چاہیے کہ پانی لیں، وضو کریں اور عمدہ وضو کریں یا فرمایا کہ مکمل وضو کریں، پھر اپنے سر پر پانی ڈالیں اور اسے ملیں حتی کہ بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر اپنے جسم پر پانی بہالیں۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انصار کی عورتیں بہت اچھی تھیں کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں انھیں کوئی حیا مانع نہ ہوتی تھی۔“ [1]

* میاں بیوی کے لیے جائز ہے کہ ایک ہی جگہ ایک ہی برتن سے اکٹھے غسل کر لیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ - بَيْنِي وَبَيْنَهُ - وَاحِدٍ، فَيُبَادِرُنِي حَتَّى أَقُولَ: دَعْ لِي، دَعْ لِي. قَالَتْ: وَهُمَا جُنُبَانِ»

”میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے، جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا، غسل کر لیا کرتے تھے، آپ (پانی لینے میں) مجھ سے جلدی کرتے حتیٰ کہ میں کہتی تھی: میرے لیے بھی (پانی) چھوڑیے، میرے لیے بھی چھوڑیے۔ وہ فرماتی ہیں: اور ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔“ [2]

* مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کر لے تو یہ جائز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیِ کریم ﷺ کے گھر والوں میں سے کسی نے ایک بڑے پانی بھرے لگن سے غسل کیا، پھر نبیِ کریم ﷺ تشریف لائے اور وضو یا غسل کرنے لگے تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جنابت سے تھی۔ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنُبُ» ”پانی تو جنبی نہیں ہوتا۔“ [3]

مسنون غسل کے مواقع

جمعہ کے لیے غسل: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ»

---

[1] صحيح مسلم، الحيض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك في موضع الدم، حديث: 332. [2] صحيح البخاري، الغسل، باب هل يدخل الجنب يده في الإناء......، حديث: 261، وصحيح مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة......، حديث: 321 واللفظ له. اس مضمون کی احادیث موقع بموقع اس لیے بیان کی جاتی ہیں کہ ان کا تعلق ایک مسلمان کی خانگی زندگی سے ہے۔ اگر یہ احادیث بیان نہ ہوتیں تو ان امور کا جائز یا ناجائز ہونا مشتبہ رہتا۔ اب ان احادیث کی روشنی میں یہ اشکال جاتا رہا ہے۔ اب کسی شخص کو اپنے ان مخفی خانگی امور کا بلا وجہ تذکرہ کرنا زیبا نہیں۔ (مترجم)

[3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الماء لا يجنب، حديث: 68.

"جب تم میں سے کوئی (نمازِ) جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرلے۔" [1]

اور اس امر کو واجب سے استحباب اور سنت کے درجے میں لانے کی دلیل یہ ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ»

"جس نے جمعے کے دن وضو کیا تو بہتر کیا، یہ اچھا عمل ہے اور جس نے غسل کرلیا تو غسل افضل ہے۔" [2]

عیدین کے لیے: امام بزار کہتے ہیں کہ مجھے عیدین کے لیے غسل کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔ میں (مؤلف) عرض کرتا ہوں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔ [3]

میت کو غسل دینے والے کا غسل کرنا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ»

"جس نے کسی میت کو غسل دیا تو وہ غسل کرے اور جو میت کو اٹھائے تو وہ وضو کرے۔" [4]

---

[1] صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة......، حديث: 877، وصحيح مسلم، الجمعة، باب:كتاب الجمعة، حديث: 845. [2] [حسن] سنن أبي داود، الجمعة، باب الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة، حديث: 354، وسنن النسائي، الجمعة، باب الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة، حديث :1381، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في الوضوء يوم الجمعة، حديث:497 واللفظ لهما. جمعہ کے لیے غسل کو واجب کے بجائے مسنون کہنا درست نہیں، حقیقت یہ ہے کہ غسلِ جمعہ واجب ہے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ» (صحيح البخاري ، حديث: 879، وصحيح مسلم، حديث:846) "جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ شخص پر واجب ہے۔" رہ گئی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث تو سنداً محل کلام ہونے کے علاوہ اس میں کوئی صراحت اور دلیل نہیں ہے کہ غسل جمعہ واجب نہیں، زیادہ سے زیادہ بات اس میں یہ ہے کہ وضو اچھا عمل ہے اور غسل جمعہ افضل ہے۔ اور اس میں کسی کو بھی شک نہیں۔ افضل ہونے سے عدم وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴾ (آل عمرٰن 3:110) اور اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔" تو کیا لفظ خیر جو افضل کی طرح اسم تفضیل ہے، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان وتقویٰ فرض نہیں! بہرحال غسل جمعہ واجب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: المحلى لابن حزم : 21/2، و فتح الباري : 461/2، و إحكام الأحكام: 332/1، و نيل الأوطار: 272/1 اور تمام المنة، ص: 120. (عبدالولی) [3] [أثر صحيح] الموطأ للإمام مالك، العيدين، باب العمل في غسل العيدين......، حديث:436، وكتاب الأم للشافعي: 47/2. اس کے علاوہ علی رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح سند کے ساتھ ایک اثر مروی ہے، دیکھیے إرواء الغليل، حديث: 146. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الجنائز، باب في الغسل من غسل الميت، حديث: 3161.

اور اس امر کو استحباب پر محمول کرنے کا سبب آثار صحابہ ہیں جن میں ایک ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ، فَإِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجِسٍ، فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ»

”تم جب اپنی کسی میت کو غسل دو تو تم پر کوئی غسل (واجب) نہیں ہے، تمھاری میت نجس نہیں ہے، تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھ دھولو۔“ [1]

احرام کے لیے: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے احرام کے لیے (اپنے پہلے) کپڑے اتار دیے اور غسل فرمایا۔ [2]

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے: جناب نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی مکہ مکرمہ آتے تھے تو وادی ذی طویٰ میں رات گزارتے حتی کہ صبح ہو جاتی تو غسل کرتے، پھر دن چڑھے مکہ میں داخل ہوتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔ [3]

مستحاضہ کا غسل: وہ عورت جسے استحاضہ کا عارضہ ہو، وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے، یا ظہر وعصر کے لیے ایک غسل، مغرب وعشاء کے لیے ایک غسل اور پھر فجر کے لیے غسل کر لے۔ جناب عروہ بن زبیر، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! فاطمہ بنت ابی حُبَیش کو اتنے اتنے دنوں سے استحاضہ ہے اور اس نے نماز نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ، لِتَجْلِسْ فِي مِرْكَنٍ، فَإِذَا رَأَتْ صُفْرَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا، وَتَغْتَسِلْ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَّاحِدًا، وَتَغْتَسِلْ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا، وَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ»

”یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اسے چاہیے کہ لگن میں بیٹھے اور اگر دیکھے کہ پانی پر زردی غالب ہے تو اسے چاہیے کہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کر لے اور مغرب اور عشاء کے لیے ایک غسل کر لے اور (پھر) فجر کے لیے غسل کرے اور ان کے درمیانی وقت کے لیے وضو کر لیا کرے۔“ [4]

[1] السنن الكبرٰى للبيهقي :3/398. یہ اثر صحیح ہے۔ اس کی تفصیل پہلے ”جن مواقع پر وضو کرنا مستحب ہے“ کے تحت عنوان ”میت اٹھانے سے“ میں گزر چکی ہے۔ [2] [صحيح] جامع الترمذي، الحج، باب ماجاء في الاغتسال عند الإحرام، حديث: 830.
[3] صحيح مسلم، الحج، باب استحباب المبيت بذي طوى......، حديث: 1259. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب من قال تجمع بين الصلاتين و تغتسل لهما غسلًا، حديث: 296.

بے ہوشی سے ہوش میں آنے پر: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی تو (افاقہ ہونے پر) دریافت فرمایا:

«أَصَلَّى النَّاسُ؟» فَقُلْنَا: لَا، يَا رَسُولَ اللهِ! وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، قَالَ: «ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ» قَالَتْ: فَفَعَلْنَا، فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ ﷺ: «أَصَلَّى النَّاسُ؟» قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ» قَالَتْ: فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ: «أَصَلَّى النَّاسُ؟» قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ!......»

’’کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟‘‘ ہم نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’میرے لیے ٹب میں پانی رکھو۔‘‘ چنانچہ ہم نے رکھ دیا، آپ نے غسل فرمایا، پھر اٹھنا چاہا مگر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر افاقہ ہوا تو پوچھا: ’’کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟‘‘ ہم نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’میرے لیے ٹب میں پانی رکھو۔‘‘ پھر آپ نے غسل فرمایا، پھر اٹھنے لگے تو آپ پر پھر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہونے پر پھر دریافت فرمایا: ’’کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟‘‘ ہم نے کہا: نہیں، وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، اے اللہ کے رسول!......‘‘ پھر آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم ارسال فرمایا۔[1]

کسی مشرک کو دفن کرنے پر: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور خبر دی کہ ابوطالب فوت ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

«اِذْهَبْ فَوَارِهِ» قَالَ: إِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا. قَالَ: «اِذْهَبْ فَوَارِهِ»، فَلَمَّا وَارَيْتُهُ رَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لِي: «اِغْتَسِلْ»

’’جاؤ اور انھیں مٹی میں دبا آؤ۔‘‘ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ مشرک مرے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’جاؤ اور ان کو مٹی میں دبا آؤ۔‘‘ جب میں دفن کرکے واپس آیا تو آپ نے مجھے حکم دیا: ’’غسل کر لو۔‘‘[2]

ہر ہم بستری کے بعد: ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات نبی ﷺ اپنی سب ازواج مطہرات کے پاس

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب إنما جعل الإمام ليؤتم به، حديث: 687، وصحيح مسلم، الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر......، حديث: 418. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الجنائز، باب الرجل يموت له قرابة مشرك، حديث: 3214، وسنن النسائي، الطهارة، باب الغسل من مواراة المشرك، حديث: 190 واللفظ له.

گئے اور ہر ایک کے ہاں غسل فرمایا۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے ایک ہی غسل کیوں نہ کرلیا؟ آپ نے فرمایا:

«هٰذَا أَزْكٰى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ» ”یہ بہت بہتر، بہت عمدہ اور زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔“ [1]

غسل کی چند فروعات

1. مردوں کے لیے جائز ہے کہ گھر سے باہر حمام میں باپردہ ہو کر اور چادر باندھ کر غسل کرلیں، مردوں کے برعکس عورتوں کا حمام میں جانا حرام ہے: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيلَتَهُ الْحَمَّامَ»

”جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ چادر باندھے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ لے جائے۔“ [2]

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَلَا تَدْخُلِ الْحَمَّامَ»

”جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ چادر باندھے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور جو شخص اللہ اور

---

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الوضوء لمن أرادأن يعود، حديث: 219، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب فيمن يغتسل عند كل واحدة غسلاً، حديث: 590. [2] [حسن] سنن النسائي، الغسل، باب الرخصة في دخول الحمام، حديث: 401، وجامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في دخول الحمام، حديث: 2801، ومسند أحمد: 339/3 واللفظ له، وحسنه الشيخ الألباني رحمه الله في غاية المرام، حديث: 190. ماضی کے حمام موجودہ دور کے حماموں سے قدرے مختلف تھے، ایک عمارت جس میں قدرتی طور پر یا مصنوعی طریقے سے گرم پانی موجود ہوتا، عمارت کے بھی مختلف حصے گرم اور گرم تر کی ترتیب سے ہوتے تھے، مریض اور دوسرے لوگ یہاں کے گرم پانی والے تالاب سے غسل کے لیے آتے تھے۔ عورتوں کے حوالے سے موجودہ حماموں کا حکم بھی گذشتہ حماموں کا ہے۔ (عبدالولی)

آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے اور تمھاری عورتوں میں سے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، وہ حمام میں داخل نہ ہو۔" [1]

اس موضوع پر اور بھی مرویات ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہما، قسطنطنیہ کی افواج کے خطیب، ابوالملیح ہذلی اور سائب رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ (ان کی تخریج ہماری تالیف إرشاد الأمة إلى فقه الكتاب والسنة میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔)

[2] وضو غسل میں داخل ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل طائف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ہماری سرزمین بہت ٹھنڈی ہے، لہٰذا ہمیں غسل جنابت کس قدر کافی ہے؟ آپ نے فرمایا:

«أَمَّا أَنَا، فَأُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِي ثَلَاثًا» "میں تو اپنے سر پر تین لپ پانی ڈالتا ہوں۔" [2]

اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔ [3]

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غسل کے بعد نماز پڑھ لیا کرتے تھے جس کے شروع میں آپ نے وضو نہیں کیا ہوتا تھا اور نہ غسل کے بعد ہی۔ [4]

تیمّم کا بیان

[1] تیمّم مشروع ہونے کی دلیل: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾

"اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک سطح زمین سے تیمّم کرلو، پس اسے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مل لو۔" [5]

[1] صحيح ابن حبان (الإحسان): 7، حديث: 5568، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: 309/7. [2] صحيح مسلم، الحيض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثاً، حديث: 328. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بعد الغسل، حديث: 250، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء بعد الغسل، حديث: 107، وسنن النسائي، الطهارة، باب ترك الوضوء من بعد الغسل، حديث: 253، ومسند أحمد: 68/6، واللفظ لهما، و سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب في الوضوء بعد الغسل، حديث: 579، وزاد فيه [من الجنابة]. [4] تمام المنة، ص: 129. [5] المآئدة 5: 6.

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے، جب ہم بیداء یا ذات الجیش مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش کے باعث رک گئے۔ آپ کے ساتھ دیگر لوگ بھی رک گئے۔ وہاں کوئی کنواں یا چشمہ وغیرہ نہیں تھا۔ لوگ (میرے والد) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا ہے، ساتھ ہی دیگر ہمراہی بھی رک گئے ہیں جبکہ یہاں پانی نہیں ہے اور نہ کسی شخص کے پاس پانی ہے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے جبکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری ران پر رکھے سو رہے تھے۔ میرے والد کہنے لگے: تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگوں کو روک رکھا ہے، حالانکہ اس جگہ پانی نہیں ہے اور نہ لوگوں میں سے کسی کے پاس پانی ہے۔ چنانچہ وہ مجھ پر بہت خفا ہوئے اور جو کہنا تھا کہا اور میرے پہلو میں اپنے ہاتھ سے کچوکے بھی دینے لگے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محوِ خواب ہونے اور میرے زانو پر آپ کے سر مبارک ہونے کے احساس نے مجھے حرکت کرنے سے روکے رکھا۔ بالآخر جب صبح ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو پانی نہ ملا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا۔ جناب اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بول اٹھے: اے آل ابوبکر! یہ تمھاری محض پہلی برکت نہیں ہے۔ الغرض جب ہم نے اپنا اونٹ اٹھایا جس پر میں سوار تھی، تو ہمیں ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔[1]

وہ اسباب جن کے باعث تیمم کرنا جائز ہے: جب آدمی پانی کے استعمال سے قاصر ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے، مثلاً: آس پاس کہیں پانی موجود ہی نہ ہو، یا کسی بیماری کے باعث استعمال نہ کر سکتا ہو کہ اس سے ضرر و اذیت بڑھ جائے گی یا بہت زیادہ سردی ہو جس میں پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، بعد میں دیکھا کہ ایک آدمی الگ بیٹھا ہے، آپ نے دریافت فرمایا:

«مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟» قَالَ: أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَّلَا مَاءَ، قَالَ: «عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ»

---

[1] صحيح البخاري، التيمم، باب: 1، حديث: 334، و صحيح مسلم، الحيض، باب التيمم، حديث: 367. اس حدیث مبارک سے اس مشہورِ اَنام مغالطے کی کامل تردید ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا۔ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ عالم الغیب صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو علم غیب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام یا اولیائے عظام میں سے کوئی بھی علم غیب پر مطلع نہیں تھا۔ ہاں! انبیائے کرام علیہم السلام کو گاہے بگاہے غیب کی خبروں میں سے صرف وہی بات القا کر دی جاتی تھی جو خود اللہ تعالیٰ ان پر منکشف فرمانا چاہتا تھا۔ (مترجم)

''اے فلاں ! کیا وجہ ہے کہ تم نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟'' اس نے کہا کہ میں جنابت سے ہوں اور یہاں پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سطح زمین سے کام لو، تمھیں یہی کافی ہے۔'' [1]

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نکلے تو ایک آدمی کو پتھر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، پھر اسے احتلام بھی ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لیے تیمم کی رخصت ہے؟ انھوں نے کہا: تم پانی استعمال کرنے پر قادر ہو، اس لیے تمھارے لیے کوئی رخصت نہیں، چنانچہ اس نے غسل کر لیا جس کے نتیجے میں وہ فوت ہو گیا۔

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس کی وفات کی خبر دی تو آپ نے فرمایا:

«قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللهُ، أَلَّا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا؟ فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ»

''انھوں نے اسے مار ڈالا، اللہ انھیں ہلاک کرے، جب انھیں (مسئلہ) معلوم نہ تھا تو پوچھ کیوں نہ لیا؟ کمزوری (بے علمی) کی شفا پوچھ لینے میں ہے۔'' [2]

جناب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مجھے غزوۂ ذاتِ سلاسل میں روانہ کیا گیا تو ایک انتہائی سردرات میں مجھے احتلام ہو گیا، مجھے ڈر لگا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا، چنانچہ میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھا دی۔ جب ہم واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو صحابۂ کرام نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ آپ نے فرمایا: «يَا عَمْرُو! صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ؟»

''اے عمرو! تو نے اپنے ساتھیوں کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی تھی؟''

میں نے عرض کی: مجھے اللہ عزوجل کا یہ فرمان یاد آیا تھا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾

''اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے۔'' [3]

تو میں نے تیمم کیا اور نماز پڑھا دی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں کہا۔ [4]

---

[1] صحيح البخاري، التيمم، باب الصعيد الطيب وضوء المسلم......، حديث:344، وصحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة......، حديث:682، ومسند أحمد:434/4. [2] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب المجدور يتيمم، حديث: 336، والسنن الكبرٰى للبيهقي:228/1، و سنن الدارقطني:190,189/1 ولحديث جابر شاهدان عن ابن عباس رضي الله عنه. الأول: سنن أبي داود، حديث:337، وسنن ابن ماجه، حديث:572، والمستدرك للحاكم:165/1، حديث:585، و صحيح ابن حبان (الموارد):329/1، حديث:201، وسنن الدارمي:158/1، الثاني: المستدرك للحاكم:178/1، وسنن الدارقطني:190/1.

[3] النسآء 29:4. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم؟ حديث:335,334، ومسند أحمد:204,203/4 واللفظ له.

"اَلصَّعِید" کا مفہوم: صاحب لسان العرب لکھتے ہیں کہ "الصعید" سے مراد زمین ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد ہے پاک زمین۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر پاک مٹی کو صعید کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ "پاک سطح زمین کا قصد کرو۔"

ابو اسحٰق کہتے ہیں: "الصعید" سے مراد سطح زمین ہے اور انسان کے ذمے یہی ہے کہ سطح زمین پر اپنے ہاتھ مار لے، یہ خیال کیے بغیر کہ وہاں مٹی ہے یا نہیں کیونکہ صعید کے معنی مٹی نہیں ہیں بلکہ سطح زمین کو صعید کہتے ہیں، وہ مٹی ہو یا کچھ اور۔ بالفرض اگر زمین ساری کی ساری پتھر ہی ہو اور وہاں مٹی نہ ہو اور تیمم کرنے والا اگر اپنے ہاتھ انھی پتھروں پر مار کر اپنے چہرے پر پھیر لے تو یہی اس کے لیے طہارت کا ذریعہ ہوگا۔ [1]

تیمّم کا طریقہ: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی ﷺ نے تیمم کے بارے میں فرمایا:

«ضَرْبَةٌ وَّاحِدَةٌ لِّلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ»

"(دونوں ہاتھوں کو زمین پر) ایک بار مارا جائے، چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے لیے۔" [2]

جناب عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں جنبی ہوگیا اور مجھے پانی دستیاب نہیں ہوا۔ یہ سن کر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ سفر میں تھے (دونوں جنبی ہوگئے)، چنانچہ آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی مگر میں نے زمین پر لوٹنی لگائی تھی اور پھر نماز پڑھ لی تھی، پھر میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں یہ بات عرض کی تو آپ نے فرمایا تھا:

«إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا» وَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ، وَنَفَخَ فِيهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ»

"تمھیں تو بس اس طرح (کا عمل) کرنا کافی تھا" اور آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں، ان میں پھونک ماری اور انھیں اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں (ہاتھوں) پر پھیر لیا۔" [3]

تیمّم کے لیے دیوار پر ہاتھ مارنا جائز ہے: جناب اَعرج رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عمیر کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں اور عبداللہ بن یسار، جو ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام

---

[1] الروضة الندية بتحقيق المؤلف :1/174-176. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب التيمم، حديث: 327، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في التيمم، حديث: 144، ومسند أحمد: 4/263. [3] صحيح البخاري، التيمم، باب المتيمم هل ينفخ فيهما؟ حديث: 338، وصحيح مسلم، الحيض، باب التيمم، حديث: 368.

تھے، ابو جہیم بن حارث بن صمۃ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ جمل کنویں کی جانب سے آ رہے تھے تو آپ کو ایک آدمی ملا، اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اسے جواب نہیں دیا حتی کہ آپ ایک دیوار کی طرف آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا، پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔ [1]

وہ امور جن سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے: وہ تمام چیزیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے، مزید یہ کہ جس کے پاس پہلے پانی نہیں تھا اگر اسے مل جائے، یا جو پانی استعمال کرنے سے عاجز تھا، وہ پانی استعمال کرنے کے قابل ہو جائے تو پھر اس کا تیمّم باقی نہیں رہتا۔ اس سے پہلے حالت تیمّم میں جو نمازیں وہ پڑھ چکا ہو، وہ سب صحیح ہوتی ہیں، انھیں دہرانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی سفر پر نکلے تو نماز کا وقت ہو گیا اور ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر ایسا ہوا کہ ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ انھیں پانی مل گیا، ان میں سے ایک نے وضو کر کے نماز دہرا لی اور دوسرے شخص نے نہیں دہرائی، پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اپنا یہ واقعہ گوش گزار کیا تو آپ نے اس شخص سے، جس نے نماز نہیں دہرائی تھی، فرمایا:

«أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ»، وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: «لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ»

”تم نے سنت پر عمل کیا اور تمھیں تمھاری نماز کافی رہی۔“ اور جس نے وضو کر کے نماز دہرائی تھی، اس سے فرمایا: ”تمھیں دوگنا ثواب ہے۔“ [2]

پانی میسر نہ ہونے پر ہم بستری کی رخصت: ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) مدینہ منورہ کی فضا (آب و ہوا) میرے لیے ناموافق ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے (بادیہ میں) اونٹوں میں چلے جانے کا حکم دیا، چنانچہ میں وہاں رہا، پھر میں آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی: ابوذر ہلاک ہو گیا! آپ نے پوچھا: ”کیا ہوا؟“ میں نے عرض کی کہ مجھے جنابت لاحق ہوتی ہے اور مجھے آس پاس کہیں پانی بھی نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ الصَّعِيدَ طَهُورٌ لِّمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ»

---

[1] صحيح البخاري، التيمم، باب التيمم في الحضر إذا لم يجد الماء......، حديث: 337، وصحيح مسلم، الحيض، باب التيمم، حديث: 369. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب المتيمم يجد الماء بعد ما يصلي في الوقت، حديث: 338، وسنن النسائي، الغسل، باب التيمم لمن يجد الماء بعد الصلاة، حديث: 433.

''پاک سطح زمین اس شخص کے لیے طہارت ہے جو پانی نہ پائے، خواہ دس سال گزر جائیں۔'' [1]

پٹی پر مسح کرنے کا حکم: جسے کوئی زخم لگا ہو یا ہڈی ٹوٹ گئی ہو اور اس پر پٹی وغیرہ باندھی ہو تو اس جگہ کا دھونا ساقط ہے اور اس جگہ کا مسح یا تیمّم بھی نہیں ہے۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں: اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ ''اللہ کسی کو اس کی برداشت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔'' [2]

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ»

''جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو بقدر استطاعت اس پر عمل کرو۔'' [3]

ہر وہ بات جس سے انسان عاجز ہو، قرآن وسنت کی رو سے وہ اس کا مکلّف نہیں الا یہ کہ شریعت اس کے بدلے کوئی حکم دے اور شریعت صرف قرآن اور سنت سے ثابت ہوتی ہے۔ جس زخم کو دھونا ناممکن ہو یا اس پر پٹی بندھی ہو تو قرآن وسنت میں (اسے دھونے کی بجائے) اس پر مسح کا کوئی حکم نہیں ہے، پس مسح اس سے ساقط ہے۔ [4]

پٹی یا پلستر پر مسح کے دلائل ضعیف ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو روایت آئی ہے کہ نبی ﷺ پٹیوں پر مسح کیا کرتے تھے۔ [5] وہ ضعیف ہے۔

اسی طرح وہ روایت جس میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری ایک کلائی ٹوٹ گئی تو میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے مجھے پٹیوں پر مسح کا حکم دیا۔ [6] وہ بھی ضعیف ہے۔

اس اندیشے سے کہ وقت نکلا جا رہا ہے، تیمّم جائز نہیں: علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت میں نص قرآن سے ثابت ہے کہ جب پانی نہ ہو تو آدمی تیمّم کر سکتا ہے، اس میں سنت مطہرہ نے یہ اضافہ کر دیا ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو یا سخت سردی کے باعث پانی کا استعمال مضر ہو تو اس صورت میں بھی تیمّم کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ کہیں ثابت نہیں کہ انسان پانی استعمال کرنے پر قادر ہونے کے باوجود تیمّم کر لے۔ آخر اس کی کیا دلیل ہے؟ اگر کہا جائے کہ وقت نکل جانے کا خدشہ ہو تو تیمّم کا جواز ہو سکتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور یہ عذر کوئی صحیح دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ شخص جسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہے، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو یہ

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الجنب يتيمم، حديث: 333، ومسند أحمد: 146/5، والأثرم واللفظ له.
[2] البقرة 2: 286. [3] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7288، وصحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337. [4] المحلّٰى لابن حزم: 75,74/2. [5] [ضعيف] سنن الدار قطني: 205/1، حديث: 773، وعلل ابن الجوزي: 361/1. [6] [ضعيف] سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب المسح على الجبائر، حديث: 657، وسنن الدار قطني: 226/1، حديث: 866، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 228/1.

اندیشہ اس کے اپنے عمل، سستی اور غفلت کی وجہ سے لاحق ہوا ہے، یا اس میں اس کا کوئی اختیار نہ تھا، مثلاً: وہ سو گیا تھا یا بھول گیا تھا تو اس دوسری حالت میں اس کی نماز کا وقت ہی اس وقت شروع ہوا ہے جب وہ بیدار ہوا یا اسے یاد آیا ہے تو اسے اسی وقت نماز ادا کر لینی چاہیے جیسے اسے حکم دیا گیا ہے، اس کی دلیل صحیحین میں مروی ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ نَّسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُّصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا»

''جو شخص نماز بھول گیا یا سویا رہا، اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔''[1]

تو نہایت حکمت و دانائی کے مالک شارع حکیم نے اس معذور کے لیے اجازت روا رکھی ہے کہ وہ ویسے ہی نماز پڑھے جس طرح اسے حکم ہے۔ اپنے وضو یا غسل کے لیے پانی استعمال کرے۔ اس کے لیے وقت نکل جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ اس شخص کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں۔ اس کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی بات اختیار کی ہے[2] اور المسائل المار دینیۃ[3] میں لکھا ہے کہ جمہور کا یہی مذہب ہے۔

اور پہلی صورت میں بھی یہی بات ہے کہ وہ پانی استعمال کرے اور پانی استعمال کر کے نماز پڑھے اگر بروقت پڑھ لی تو بہتر اور اگر وقت نکل گیا تو اپنے آپ کو ملامت کرے کیونکہ یہ اس کی اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ یہی وہ بات ہے جس پر مجھے شرح صدر اور دلی اطمینان ہے اگرچہ شیخ الاسلام اور بعض دوسرے بزرگ اس کے قائل ہیں کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ بعد میں میں نے شیخ شوکانی رحمہ اللہ کا مطالعہ کیا تو وہ بھی اس موقف کی طرف مائل ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔[4]

حیض، نفاس اور استحاضہ کا بیان

حیض

تعریف: لغت میں اس کے معنی سیلان، یعنی بہنا اور بہاؤ کے ہیں اور مراد اس سے وہ خون ہے جو بالغ عورت کو کسی بیماری کے بغیر عام طور پر ہر مہینے شرمگاہ سے آتا ہے، بغیر اس سبب کے کہ ولادت

[1] صحیح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا، حدیث: 684. [2] الاختیارات، ص: 179,178. [3] المسائل المار دینیۃ، ص: 65. [4] تمام المنۃ، ص: 133,132، نیز دیکھیے: السیل الجرار: 312,311/1.

ہو یا پردۂ بکارت چاک ہو۔

خون حیض کی رنگت: اس کا رنگ سیاہ، سرخ، پیلا یا گدلا ہوسکتا ہے۔ فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھیں استحاضہ آتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

«إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضَةِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكِ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ»

''جب حیض کا خون آتا ہے تو وہ سیاہ ہوتا ہے جو پہچانا جاتا ہے۔ جب ایسا ہو تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسری صورت (کا خون) ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرو، یہ ایک رگ کا خون ہوتا ہے۔''[1]

یہ سرخ رنگ کا بھی ہوسکتا ہے کیونکہ خون کا اصل رنگ یہی ہے۔ اس کا رنگ زرد ہوسکتا ہے۔ اس وقت یہ پیپ کی طرح کا پانی ہوتا ہے جس پر زردی سی غالب ہوتی ہے یا میلے پانی کی طرح سیاہ وسفید کے درمیان مٹیالے رنگ کا ہوتا ہے۔

جناب علقمہ اپنی والدہ مرجانہ سے روایت کرتے ہیں، جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں، کہ عورتیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی تھیلیاں پہچان کے لیے بھیجا کرتی تھیں، جن میں زردی مائل روئی ہوتی تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: جلدی مت کیا کرو حتی کہ روئی کو خوب سفید پالو۔[2]

اور دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: آپ فرماتی تھیں کہ جب خون آئے تو نماز سے رک جاؤ حتی کہ طہر کو چاندی کی مانند سفید دیکھ لو، پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔[3]

زرد یا میلا پانی ایام حیض میں، حیض کے حکم میں ہوتا ہے، ان دنوں کے علاوہ اسے حیض نہیں سمجھا جاتا جیسا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ہم طہر کے بعد میلے یا زرد پانی کو کچھ بھی نہ سمجھتی تھیں۔[4]

مدت حیض: حیض اور اسی طرح طہر کے ایام کی تعداد وتعین کے بارے میں کوئی قابل اعتماد بات مروی نہیں ہے جو روایات اس کے بارے میں آئی ہیں یا تو ضعیف موقوف ہیں جو قابل حجت نہیں ہیں یا اگر مرفوع ہیں تو وہ بھی صحیح نہیں۔

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة، حديث: 286، وسنن النسائي، الحيض، باب الفرق بين دم الحيض والاستحاضة، حديث: 362. [2] صحيح البخاري، الحيض، باب إقبال المحيض وإدباره، معلقًا بعد الحديث: 319، والموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب طهر الحائض، حديث: 132. [3] [حسن] سنن الدارمي: 1/ 149، حديث: 863. [4] صحيح البخاري، الحيض، باب الصفرة والكدرة في غير أيام الحيض، حديث: 326، وسنن أبي داود، الطهارة، باب في المرأة ترى الصفرة والكدرة......، حديث: 307 واللفظ له.

* البتہ وہ عورت جسے اپنا معمول معلوم ہو تو وہ اسی پر عمل کرے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں پاک نہیں رہتی تو کیا نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپ نے فرمایا:

«إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَّلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا، فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي»

''یہ ایک رگ کا خون ہے، حیض نہیں ہے۔ حیض آئے تو نماز چھوڑ دیا کرو۔ جب حیض کے دن گزر جائیں تو اپنے آپ سے خون دھو کر نماز شروع کر دیا کرو۔'' [1]

اسی طرح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت کے بارے میں دریافت کیا جسے بہت زیادہ خون آتا تھا تو آپ نے فرمایا:

«لِتَنْظُرْ عِدَّةَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُّصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ، فَإِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكِ فَلْتَغْتَسِلْ، ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّ»

''اسے چاہیے کہ اتنے شب و روز انتظار کرے جتنے شب و روز اس استحاضے کی بیماری میں مبتلا ہونے سے پہلے مہینے میں اسے حیض آیا کرتا تھا اور مہینے کے انھی دنوں میں نماز چھوڑ دے، پھر جب یہ مدت گزر جائے تو غسل کرے، پھر لنگوٹ باندھ لے اور نماز پڑھا کرے۔'' [2]

* اگر اس کا کوئی مقررہ معمول نہ ہو تو پھر وہ قرائن و علامات اور خون کی رنگت کے لحاظ سے عمل کرے جیسا کہ فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے جس کا ذکر قبل ازیں حیض کے سلسلے میں ہوا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ حیض کا خون دوسرے خون سے نمایاں اور مختلف ہوتا ہے اور عورتیں اسے بخوبی پہچانتی ہیں۔ [3]

---

[1] صحيح البخاري، الحيض، باب الاستحاضة، حديث: 306. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض ، ومن قال: تدع الصلاة......، حديث: 274، وسنن النسائي، الطهارة، باب ذكر الاغتسال من الحيض، حديث: 209، ومسند أحمد: 293/6. [3] اور اگر ایک عورت کو اپنی عادت کا پتا ہے نہ خونِ حیض کو دوسرے خونوں سے پہچان سکتی ہے تو ایسی عورت کے بارے میں حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث ہماری راہنمائی کرتی ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّمَا هٰذِهِ رَكْضَةٌ مِّنْ رَّكَضَاتِ الشَّيْطٰنِ فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرُهُ...... وَكَذٰلِكَ فَافْعَلِي كُلَّ شَهْرٍ كَمَا يَحِضْنَ النِّسَاءُ وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ......» ''یہ شیطان کے کچوکوں میں سے ایک کچوکا ہے، پس تم چھ یا سات دن اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق حیض سے رہو...... اور ہر مہینے اسی طرح کیا کرو جس طرح کہ عورتیں حیض وطہر کے اوقات میں حیض وطہر سے رہتی ہیں......'' سنن أبي داود، الطهارة، باب إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة، حديث: 287. (عبدالولی)

ایام حیض میں عورت سے فائدہ حاصل کرنا اور بوس و کنار جائز ہے مگر فرج میں جماع ناجائز ہے:
انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودی لوگ اپنی عورتوں کے ساتھ ان کے ایام حیض میں اکٹھے کھانا پینا بھی چھوڑ دیتے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: «اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ»
''تم ہر کام کر سکتے ہو سوائے جماع کے۔ (فرج میں جماع کے علاوہ ہر طرح کا تمتع مباح ہے۔)'' [1]

ایام حیض میں ہم بستری کا کفارہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی کے ایام حیض میں اس کے ساتھ جماع کا مرتکب ہوا ہو تو آپ نے فرمایا:
«يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ» ''ایک دینار صدقہ کرے یا آدھا دینار۔'' [2]

اور صدقے کا یہ فرق خون کی ابتدا اور انتہا کے لحاظ سے ہے۔ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت ہے کہ اگر وہ خون کے شروع کے دنوں میں ہم بستری کر چکا ہو تو ایک دینار دے اور اگر اس کے آخر میں ہم بستر ہوا ہو تو آدھا دینار۔ [3]

نفاس

تعریف: لغت میں یہ لفظ اس مدت کے لیے بولا جاتا ہے جس میں بچے کی ولادت کے بعد عورت کا رحم اور اس کے اعضائے تناسل حمل سے پہلے کی معتدل حالت پر آتے ہیں اور اصطلاحًا اس خون کو کہتے ہیں جو بچے کی ولادت کے بعد جاری ہوتا ہے۔

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے: ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے دور میں نفاس والی عورتیں چالیس دن رات بیٹھتی تھیں اور ہم اپنے چہروں پر چھائیوں کی وجہ سے وَرْس (زرد رنگ کی ایک بُوٹی) کا اُبٹن لگایا کرتی تھیں۔ [4]

[1] صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......، حديث: 302، و مسند أحمد: 132/3. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في إتيان الحائض، حديث: 264، ومسند أحمد: 230,229/1. [3] [أثر صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في إتيان الحائض، حديث: 265، وصححه الشيخ الألباني موقوفًا. دینار کا موجودہ حساب سے وزن: 4.25 گرام سونا ہے، نیز یہ صدقہ اس شخص کی شرعی کوتاہی کا ازالہ ہے، البتہ طبی لحاظ سے بھی کوئی نقص مرد یا عورت میں پیدا ہوسکتا ہے۔
[4] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في وقت النفساء، حديث: 311، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كم تمكث النفساء، حديث: 139.

نفاس کی کم از کم مدت متعین نہیں: خون چالیس دن سے پہلے ہی رک جائے تو نفاس کا حکم بھی زائل ہو جائے گا۔ جریان خون چالیس دنوں سے زیادہ بڑھ جائے تو ایسی عورت اپنے آپ کو مستحاضہ سمجھے، اس صورت میں اس کا معاملہ استحاضہ والا ہو گا۔

حیض و نفاس والی خواتین کے لیے حرام امور: حیض و نفاس کے وقوع پر وہی امور لازم آتے ہیں جو کسی جنابت والے پر لاگو ہوتے ہیں:

ا) جنبی کے لیے مسجد میں رکنا حرام ہے۔

ب) جنبی پر نماز حرام ہے۔

ج) جنبی پر طواف حرام ہے۔ اس کے متعلق بحث ''غسل کے مسائل'' میں عنوان ''وہ امور جو جنبی آدمی پر حرام ہیں'' کے تحت گزر چکی ہے۔

د) حائضہ اور نفاس والی خاتون روزہ نہیں رکھ سکتی، جب پاک ہو جائے تو قضا دے جیسا کہ معاذہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حائضہ کو کیا ہے کہ روزے کی تو قضا دے مگر نماز کی قضا نہ دے؟ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ عوارض پیش آتے تھے تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، نمازوں کا نہیں۔[1]

ہ) جماع حرام ہے۔ اس کی دلیل قبل ازیں حیض کے بیان میں گزر چکی ہے۔

استحاضہ

تعریف: وہ خون جو کسی عورت کو اس کے حیض یا نفاس کے دنوں کے علاوہ آنے لگے استحاضہ کہلاتا ہے۔ یہ خون بعض اوقات حیض و نفاس کے فوراً بعد متصل بھی آنے لگتا ہے۔

اگر حیض و نفاس کے ایام کے علاوہ آئے تو بات واضح ہے لیکن اگر ان کے ساتھ متصل آئے اور عورت کا معمول معلوم و معروف ہو تو جو دن اس کے معمول سے زائد ہوں، وہ استحاضہ کے ہوں گے۔ جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں پوچھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے اس کا لگن خون سے بھرا دیکھا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الحيض، باب لا تقضي الحائض الصلاة، حديث: 321، وصحيح مسلم، الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، حديث: 335 واللفظ له، ومسند أحمد: 232/6.

«اُمْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي»

''اتنے دن رکی رہو جتنے دن تمھیں تمھارا حیض روکتا تھا، پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔'' [1]

اگر عورت دونوں طرح کے خون کی رنگت کو اچھی طرح پہچان سکتی ہو تو سیاہ رنگ کا خون حیض اور دوسرا استحاضہ ہوگا جیسا کہ فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھیں استحاضہ آتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

«إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضَةِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكِ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ»

''جب حیض کا خون ہو جو سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے، لہٰذا جب ایسا ہی ہو تو نماز سے رکی رہو اور جب دوسری صورت ہو تو وضو کر کے نماز پڑھا کرو، یہ ایک رگ کا خون ہوتا ہے۔'' [2]

* اگر کوئی عورت بالغ ہوتے ہی استحاضے کے عارضے سے دوچار ہو (جس کی وجہ سے اسے اپنی عادت کا پتا نہیں چل سکا) یا بعد میں مستحاضہ بن گئی اور عادت یاد نہ رہی) اور کسی طرح کا کوئی امتیاز کرنے کے قابل نہ ہو تو اسے اپنے خاندان (اور علاقے) کی عورتوں کے معمول کا لحاظ کرنا ہوگا جیسا کہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

«إِنَّمَا هٰذِهِ رَكْضَةٌ مِّنْ رَّكَضَاتِ الشَّيْطَانِ، فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةً فِي عِلْمِ اللهِ ثُمَّ اغْتَسِلِي، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي أَرْبَعًا وَّعِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ ثَلَاثًا وَّعِشْرِينَ لَيْلَةً وَّأَيَّامَهَا وَصُومِي فَإِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُكِ، وَكَذٰلِكَ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ، وَكَمَا يَطْهُرْنَ بِمِيقَاتِ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ»

''یہ شیطان کی ٹھوکروں میں سے ایک ٹھوکر ہے، چنانچہ تم چھ یا سات دن اللہ کے علم کے مطابق حیض سمجھا کرو، پھر غسل کروحتی کہ جب تم سمجھو کہ خوب پاک ہوگئی ہو تو چوبیس یا تیئیس دن رات نماز پڑھتی رہو اور روزے بھی رکھو، تمھارے لیے یہی کافی ہے اور ہر مہینے اسی طرح کیا کرو جس طرح کہ عورتیں اپنے حیض کے دن گزارتی ہیں اور طہر کے دنوں میں پاک ہوتی ہیں۔'' [3]

[1] صحيح مسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، حديث: 334، وسنن أبي داود، الطهارة، باب ماروي أن المستحاضة تغتسل لكل صلاة، حديث: 289، ومسند أحمد: 222/6 واللفظ له. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة، حديث: 286، وسنن النسائي، الطهارة، باب الفرق بين دم الحيض والاستحاضة، حديث: 216 و 362. [3] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة، حديث: 287، ومسند أحمد: 439/6.

استحاضہ والی خاتون کے لیے احکام: استحاضہ والی عورت کے لیے ان چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہے جو حیض والی خاتون کے لیے ہیں سوائے اس کے کہ اسے اپنی ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا پڑے گا جیسا کہ فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث میں قبل ازیں گزرا ہے اور اگر ہر نماز کے لیے غسل کر سکے تو یہ بھی مسنون ہے جیسا کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے۔[1]

[1] دیکھیے ''مستحاضہ کا غسل'' ص:156.

2

نماز کے احکام و مسائل

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ○

(البقرۃ 2:43)

اوقات نماز

نماز پنجگانہ کے اوقات: ① ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے لے کر ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے تک رہتا ہے۔ ② عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے۔ ③ مغرب کا وقت سورج غروب ہونے سے لے کر شفق (افقِ مغرب کی سرخی) غروب ہونے تک ہے۔ ④ عشاء کا وقت شفق غروب ہونے سے لے کر آدھی رات تک ہے۔ ⑤ فجر کا وقت فجر صادق طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک ہے۔

اس کی دلیل جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جرائیل امین علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نمازوں کے اوقات بتانے کے لیے آئے، چنانچہ جرائیل آگے ہو گئے اور انھوں نے سورج ڈھلنے پر نماز ظہر پڑھائی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے تھے اور دیگر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے۔ وہ پھر اس وقت آئے جب آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو گیا، تو وہی عمل کیا جو پہلے کیا تھا، یعنی جرائیل آگے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور دیگر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور جرائیل نے عصر کی نماز پڑھائی۔ جب سورج غروب ہو گیا تو جرائیل پھر آئے اور آگے ہو گئے اور مغرب کی نماز پڑھائی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور دیگر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ پھر جرائیل اس وقت آئے جب شفق، یعنی افقِ مغرب کی سرخی غروب ہو گئی۔ اور آگے ہو گئے اور نماز عشاء پڑھائی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور دیگر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف آرا ہوئے، جرائیل پھر اس وقت آئے جب فجر (صادق) طلوع ہوئی تو جرائیل آگے کھڑے ہوئے اور نماز فجر پڑھائی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے اور دیگر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ اگلے دن جرائیل پھر اس وقت آئے جب آدمی کا سایہ اس کے (قد کے) برابر ہو گیا تو پچھلے دن کا معمول دہرایا اور نماز ظہر پڑھائی، پھر جب آدمی کا سایہ دوگنا ہو گیا تو پچھلے دن کی طرح عصر کی نماز پڑھائی، پھر جرائیل اس وقت آئے جب سورج غروب ہو گیا تو اسی طرح کیا جیسے گزشتہ روز کیا تھا۔ پھر ہم سو گئے اور جاگے، پھر سو گئے اور پھر

بیدار ہوئے تو جبرائیل پھر آ گئے اور وہی عمل دوبارہ کیا جو گزشتہ روز کیا تھا اور عشاء کی نماز پڑھائی۔ بعد ازاں جبرائیل اس وقت آئے جب فجر پھیل گئی اور سفیدی ہو گئی، اس وقت ستارے ابھی نمایاں تھے اور ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے پچھلے دن جیسا عمل پھر کیا اور فجر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا: ان دو اوقات کے درمیان وقت ہے۔[1]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ، مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ، مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ»

''ظہر کا وقت اس وقت ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک کہ عصر (کا وقت) نہ ہو اور عصر کا وقت ہے جب تک کہ سورج زرد نہ ہو۔ اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غروب نہ ہو اور عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے اور فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے تک ہے، چنانچہ جب سورج طلوع ہو تو نماز سے رک جاؤ کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔''[2]

''شفق'' سے مراد سورج کی وہ باقی ماندہ روشنی اور سرخی ہے جو رات کے آغاز میں تاریکی پھیلنے تک رہتی ہے۔ امام خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شفق'' کے معنی ہیں: سورج غروب ہونے کے بعد کی وہ سرخی جو عشاء تک رہتی ہے اور جب وہ ختم ہو جائے تو کہتے ہیں: «غَابَ الشَّفَقُ» ''شفق غائب ہو گئی۔'' اور فراء کہتے ہیں: میں نے بعض عرب کو یہ کہتے ہوئے سنا: «عَلَيْهِ ثَوْبٌ كَأَنَّهُ الشَّفَقُ، وَكَانَ أَحْمَرَ» ''اس پر ایسا کپڑا (پڑا) ہے جو گویا شفق ہے جبکہ وہ کپڑا سرخ ہوتا تھا۔''[3]

[1] [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في مواقيت الصلاة عن النبي ﷺ، حديث: 150، وسنن النسائي، المواقيت، باب آخر وقت العصر، حديث: 514، واللفظ له، ومسند أحمد: 3/330. امام ترمذی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا: اوقات نماز کے سلسلے میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ترین ہے۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، حديث: 612، وسنن أبي داود، الصلاة، باب في المواقيت، حديث: 396. [3] مختار الصحاح، ص: 271.

نماز ظہر اول وقت پڑھی جائے: مستحب یہ ہے کہ جب سخت گرمی نہ ہو تو ظہر کو اول وقت میں پڑھا جائے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نماز ظہر اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔[1]

سخت گرمی میں نماز قدرے ٹھنڈے وقت پڑھنا مستحب ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ»

”جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھو، بلاشبہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ میں سے ہے۔“[2]

عصر کی نماز اول وقت پڑھنا مستحب ہے: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج اونچا اور زندہ، یعنی خوب روشن اور چمک دار ہوتا تھا۔ کوئی جانے والا عوالی (مدینے کی بالائی آبادیوں) کی جانب جاتا اور اپنی منزل پر پہنچ جاتا تھا جبکہ سورج ابھی اونچا ہوتا تھا۔[3]

نمازِ عصر تاخیر سے پڑھنے والا منافق ہے: انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا، لَا يَذْكُرُ اللهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا»

”یہ منافق کی نماز ہے جو بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتی کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجاتا ہے تو اٹھ کر نماز کے چار ٹھونگیں مار دیتا ہے جن میں وہ اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔“[4]

نماز عصر فوت ہونے کا گناہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ»

”جس آدمی کی نماز عصر فوت (ضائع) ہو جائے (وہ ایسا ہے) گویا اس کا گھر بار اور مال سب کچھ چھین لیا گیا۔“[5]

---

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب تقديم الظهر في أول الوقت......، حديث: 618، وسنن أبي داود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، حديث: 806، ومسند أحمد: 106:5. [2] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر، حديث: 534,533، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر......، حديث: 616. [3] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، حديث: 550، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، حديث 621. [4] صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، حديث: 622، وسنن أبي داود، الصلاة، باب وقت العصر، حديث: 413، ومسند أحمد: 149/3. [5] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب إثم من ◄◄

اور جناب ابو ملیح سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوے میں بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، دن ابر آلود تھا، انھوں نے کہا کہ نماز عصر (وقت پر) جلدی پڑھ لو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ»

''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کے عمل ضائع ہو گئے۔'' [1]

صلاۃ وسطیٰ (نماز عصر) کی اہمیت: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝﴾

''اور تم سب نمازوں اور خاص طور پر درمیان والی نماز کی حفاظت کرو اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے بن کر کھڑے ہو۔'' [2]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (خندق کے دن) مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو نماز عصر پڑھنے کا موقع نہ دیا حتی کہ سورج سرخ یا زرد ہو گیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ، مَلَأَ اللهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا» أَوْ [قَالَ]: «حَشَا اللهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا»

''ان لوگوں نے ہمیں وسطیٰ نماز، یعنی نماز عصر پڑھنے سے مشغول رکھا (اور اسے پڑھنے کا موقع نہ دیا)، اللہ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔'' [3]

نماز مغرب میں جلدی مستحب اور تاخیر ناپسندیدہ ہے: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ»

''رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور پردے میں چھپ جاتا۔'' [4]

اور جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

فاته العصر، حديث: 552، وصحيح مسلم، المساجد، باب التغليظ في تفويت صلاة العصر، حديث: 626. [1] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من ترك العصر، حديث: 553. [2] البقرة 2:238. [3] صحيح مسلم، المساجد، باب الدليل لمن قال: الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، حديث: 628، ومسند أحمد: 1/404. [4] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب، حديث: 561، وصحيح مسلم، المساجد، باب بيان أن أول وقت المغرب عند غروب الشمس، حديث: 636 واللفظ له.

«لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ، أَوْ قَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ، مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ»

''میری امت اس وقت تک خیر (یا فرمایا: فطرت) پر رہے گی جب تک کہ نماز مغرب میں ستارے نکل آنے اور ان کا جمگھٹا ہونے تک دیر نہیں کرے گی۔'' [1]

مشقت نہ ہو تو نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز عشاء میں بہت تاخیر کر دی حتی کہ کافی رات گزر گئی اور مسجد والے سو گئے، پھر آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، پھر فرمایا: «إِنَّهُ لَوَقْتُهَا، لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي»

''اگر میری امت کے لیے مشقت نہ ہو تو یہی اس کا وقت ہے۔'' [2]

اسی طرح انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی، پھر نماز پڑھائی اور فرمایا: «قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوا، أَمَا إِنَّكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُوهَا»

''لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گئے مگر تم جب سے اس کے انتظار میں ہو، نماز ہی میں ہو۔''

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (مجھے اب بھی یوں محسوس ہوتا ہے) گویا میں اس رات میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ [3]

نماز عشاء سے پہلے سونا اور اس کے بعد کسی مصلحت کے بغیر قصے کہانیوں میں مشغول ہونا مکروہ ہے:

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

«...... وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا»

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء دیر سے پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ یہ وہی نماز ہے جسے تم لوگ اندھیرے کی نماز کہتے ہو اور آپ اس سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔'' [4]

[1] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب وقت المغرب، حديث : 418، ومسند أحمد: 147/4. [2] صحيح مسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، حديث: 638. [3] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العشاء إلى نصف الليل، حديث: 572، وصحيح مسلم، المساجد، باب وقت العشاء و تأخيرها، حديث: 640. [4] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، حديث: 547، وسنن النسائي، المواقيت، باب كراهية النوم بعد صلاة المغرب، حديث: 526.

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد قصے کہانیوں میں مشغول ہونا معیوب قرار دیا ہے۔[1]

عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات) رات گئے تک ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں گفتگو میں مصروف رہتے تھے، یہ گفتگو مسلمانوں کے معاملات پر ہوتی تھی۔ اس موقع پر میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔[2]

فجر کی نماز منہ اندھیرے پڑھنا مستحب ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اہل ایمان خواتین اپنی چادریں لپیٹے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں شامل ہوا کرتی تھیں، نماز کے بعد جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں تو فجر کے اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔[3]

جس شخص کو نماز کا کچھ حصہ اس کے اپنے وقت میں مل جائے وہ اسے مکمل کرے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ سَجْدَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، أَوْ مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا»

”جس نے عصر کی نماز کا ایک سجدہ بھی سورج غروب ہونے سے پہلے پا لیا، یا سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کا ایک سجدہ پا لیا تو اس نے نماز کو پا لیا۔“[4]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ»

”جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پا لی، اس نے نماز فجر پا لی اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پا لی، اس نے عصر کی نماز پا لی۔“[5]

---

[1] [صحيح] سنن ابن ماجه، الصلاة، باب النهي عن النوم قبل صلاة العشاء......، حديث: 703، ومسند أحمد: 410/1.

[2] [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في الرخصة في السمر بعد العشاء، حديث: 169، ومسند أحمد: 261و34، والسلسلة الصحيحة: 655/6، حديث: 2781.

[3] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر، حديث: 578، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها......، حديث: 645.

[4] صحيح مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، حديث: 609، ومسند أحمد: 78/6.

[5] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعة، حديث: 579، وصحيح مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، حديث: 608 واللفظ له.

اور یہ حکم سب نمازوں کے لیے عام ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ»

''جس نے نماز کی ایک رکعت پا لی، اس نے نماز پا لی۔''[1]

تارک نماز کافر ہے: تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص نماز کا انکاری ہو کر اسے چھوڑے، وہ کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے لیکن جو شخص نماز پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کی فرضیت کو تسلیم کرتے ہوئے سستی، غفلت یا کسی مشغولیت کی وجہ سے اسے چھوڑتا ہے تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ وہ احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک نماز کو قطع نظر اس سے کہ اس نے دیدہ دانستہ انکار کرتے ہوئے نماز چھوڑی ہو یا غفلت و سستی کی وجہ سے چھوڑی ہو، بلاامتیاز کافر فرمایا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»

''آدمی اور کفر کے درمیان ملانے والی چیز ترکِ نماز ہے۔''[2]

«اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»

''ہمارے اور ان (اظہارِ اسلام کرنے والوں) کے مابین جو عہد ہے، وہ نماز ہے، جس نے اسے ترک کر دیا تو بلاشبہ اس نے کفر کیا۔''[3]

تاہم علماء کے مختلف اقوال میں سے راجح یہی ہے کہ ان احادیث میں کفر سے مراد وہ کفر ہے جو ایسے آدمی کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔ اس مسئلے کے سلسلے میں تمام حدیثوں کے جمع و تطبیق کی یہی صورت ہے۔ ان احادیث میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

ابن مُحَیرِیز سے روایت ہے کہ بنو کنانہ کے آدمی نے، جس کا نام مُخدَجی تھا، شام میں ابومحمد نامی ایک آدمی سے سنا جو کہتا تھا کہ وتر واجب ہے۔ مخدجی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انھیں یہ بات بتائی، انھوں نے کہا: ابومحمد نے غلط کہا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

[1] صحيح البخاري، مواقيت الصلاه، باب من أدرك من الصلاة ركعة، حديث: 580، وصحيح مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقدأدرك تلك الصلاة، حديث: 607. [2] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، حديث: 82، وسنن أبي داود، السنة، باب في رد الإرجاء، حديث: 4678 واللفظ له، وجامع الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في ترك الصلاة، حديث: 2620، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيمن ترك الصلاة، حديث: 1078، ومسند أحمد: 370/3. [3] جامع الترمذي، حديث: 2621 سنن ابن ماجه، حديث: 1079، و مسند أحمد: 346/5.

«خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللهُ عَلَى الْعِبَادِ، فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ كَانَ لَهُ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَّمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ»

''پانچ نمازیں ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں پر فرض فرمائی ہیں، جس نے انھیں ادا کیا اور ان کا حق خفیف جانے بغیر اور ان کے حق کا استخفاف کیے بغیر ان میں سے کسی کو ضائع نہ کیا تو اس کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے انھیں ادا نہ کیا تو اس کے لیے اللہ کے ہاں کوئی وعدہ نہیں، چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو جنت میں داخل فرما دے۔''[1]

تو جب رسول اللہ ﷺ نے نمازوں میں تقصیر کرنے والے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا چھوڑنا کفر اور شرک سے کم تر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

''بے شک اللہ (یہ گناہ) نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔''[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ، فَإِنْ أَتَمَّهَا وَإِلَّا قِيلَ: أُنْظُرُوا هَلْ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ أُكْمِلَتِ الْفَرِيضَةُ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ يُفْعَلُ بِسَائِرِ الْأَعْمَالِ الْمَفْرُوضَةِ مِثْلُ ذٰلِكَ»

''قیامت کے دن مسلمان بندے سے سب سے پہلے فرض نماز کے متعلق حساب ہوگا۔ اگر اس نے ان کو مکمل کیا ہوا ہوگا تو بہتر ورنہ کہا جائے گا: دیکھو کیا اس کے کچھ نوافل بھی ہیں؟ اگر اس کے کچھ نوافل ہوئے تو ان سے اس کے فرضوں کو پورا کر دیا جائے گا، پھر باقی فرض اعمال میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔''[3]

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الوتر، باب فيمن لم يوتر، حديث: 1420، و مسند أحمد: 316,315/5. [2] النسآء: 48:4.

[3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب قول النبي ﷺ كل صلاة لا يتمها صاحبها تتم من تطوعه، حديث: 864، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة، حديث: 413، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في أول ما يحاسب به العبد الصلاة، حديث: 1425 واللفظ له، ومسند أحمد: 425/2.

«مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ»

”جو شخص یہ گواہی دیتا رہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اللہ کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں، جنت اور دوزخ حق ہے، اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو جنت میں داخل فرما دے گا، عمل اس کے خواہ کیسے ہی ہوئے!“ [1]

بچے کو بھی نماز کا پابند بنایا جائے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَعْقِلَ»

”تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے سے حتی کہ جاگ جائے، بچے سے حتی کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتی کہ عقل مند ہو جائے۔“ [2]

لیکن بچے کے سرپرست پر واجب ہے کہ وہ اسے نماز کی تلقین کرتا رہے تاکہ وہ نماز کا خوب عادی ہو جائے اگرچہ فی الحال اس پر نماز واجب نہیں ہے۔ عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالى: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾، حديث:3435، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، حديث:28، و مسند أحمد:314,313/5. بعض دیگر علماء نے کہا ہے کہ نماز کی فرضیت کا انکار کیے بغیر بھی تارک نماز کی دو قسمیں ہیں: ① بالکلیہ تارک نماز۔ ② بعض نمازوں کو چھوڑنے والا۔ تو جو بالکلیہ تارکِ صلاۃ ہے، وہ کافر اور ملت سے خارج ہے اور جو بعض نمازیں چھوڑتا ہے اور بعض پڑھتا ہے، اسے مذکورہ بالا دو دیگر حدیثوں کی رو سے کافر خارج عن الملۃ نہیں کہا جا سکتا۔ دیکھیے: فتاوی الدین الخالص:62/3۔ (عبد الولی) [2] [صحیح] سنن أبي داود، الحدود، باب في المجنون يسرق أويصيب حدًا، حديث:4398، وسنن النسائي، الطلاق، باب من لا يقع طلاقه من الأزواج، حديث:3462، وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب طلاق المعتوه والصغير و النائم، حديث:2041، ومسند أحمد: 101,100/6 واللفظ له.

”اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو (نہ پڑھنے پر) انھیں مارو اور انھیں بستروں میں ایک دوسرے سے الگ کر دو۔“ [1]

جو شخص سویا رہ جائے یا بھول جائے تو اس کے لیے نماز کا وہی وقت ہے جب وہ جاگے یا اسے یاد آئے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا، فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا»

”جو شخص نماز بھول گیا یا سویا رہ گیا تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب یاد آئے (یا بیدار ہو) اسے پڑھ لے۔“ [2]

عمدًا چھوڑی ہوئی نماز کی وقت گزرنے کے بعد قضا کا بیان: امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَأَمَّا مَنْ تَعَمَّدَ تَرْكَ الصَّلَاةِ حَتّٰى خَرَجَ وَقْتُهَا، فَهٰذَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى قَضَائِهَا أَبَدًا، فَلْيُكْثِرْ مِنْ فِعْلِ الْخَيْرَاتِ وَصَلَاةِ التَّطَوُّعِ لِيُثْقِلَ مِيزَانَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلْيَتُبْ وَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ»

”جس نے جانے بوجھے نماز چھوڑی ہو حتی کہ اس کا وقت نکل گیا ہو، تو ایسا شخص اس نماز کی کبھی قضا نہیں دے سکتا۔ (جس سے یہ سنگین قصور ہوا ہو) اسے چاہیے کہ نیکی کے کام بہت زیادہ کرے اور نفل بہت زیادہ پڑھے تاکہ قیامت کے دن اس کا ترازو بھاری ہو جائے، نیز ایسا شخص توبہ کرے اور اللہ عزوجل سے بہت استغفار کیا کرے۔“ [3]

اس کے بعد مزید فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر فرض نماز کا ابتدائی و انتہائی وقت مقرر فرمایا ہے۔ اب نماز ان محدود اوقات ہی میں پڑھی جا سکتی ہے، آگے پیچھے نہیں۔ اگر کوئی شخص وقت سے پہلے پڑھے یا وقت نکلنے کے بعد پڑھے، اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں نماز باطل ہوگی کیونکہ ہر دو صورتوں میں اس نے اسے بے وقت ہی پڑھا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: قضا دینا ایک شرعی امر کا لازم کرنا ہے اور شریعت کا حکم دینا اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کا کام نہیں جو وہ اپنے رسول ﷺ کی زبان سے بیان فرماتا ہے۔ اگر ایسے آدمی کے لیے، جس نے عمدًا نماز چھوڑی ہو حتی کہ اس کا وقت نکل گیا، قضا دینی واجب تھی تو اس کے بیان سے نہ اللہ عزوجل غافل رہتا اور نہ اس کا رسول۔ اللہ

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، حديث: 495، ومسند أحمد: 187/2. [2] صحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث: 684. [3] المحلّٰى: 235/2.

اور رسول ﷺ اس کے بیان سے نہ بھولے ہیں اور نہ عمداً اس کا بیان چھوڑ کر ہمیں مشقت میں ڈالا ہے۔اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ ''اور تیرا رب کوئی بھولنے والا نہیں ہے۔''[1]

قاضی سیاغی نے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اور مقبلی رحمہ اللہ کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے مگر کامیاب نہیں ہوئے۔[2] واللہ أعلم.

کافر مسلمان ہو جائے تو اس پر نمازوں کی قضا نہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا ہم سے اس کا بھی مؤاخذہ ہوگا جو کچھ ہم جاہلیت کے زمانے میں کر چکے ہیں؟ فرمایا:

«أَمَّا مَنْ أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَلَا يُؤَاخَذُ بِهَا وَمَنْ أَسَاءَ أُخِذَ بِعَمَلِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ»

''تم میں سے جو مسلمان ہونے کے بعد بہترین عمل کرے گا، اس سے ان کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور جو غلط اور برے عمل کرے، اس سے اس کے اسلام اور جاہلیت کے تمام اعمال کا مؤاخذہ ہوگا۔''[3]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو! أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟»

''اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ (دور جاہلیت کے) تمام (برے) اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت، اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہو، اسے ختم کر دیتی ہے اور حج، اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہو، اسے ختم کر دیتا ہے (برے اعمال کالعدم ہو جاتے ہیں)۔''[4]

نماز پنجگانہ کی اہمیت و فضیلت: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پر معراج کی رات پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر ان میں کمی کی گئی اور پانچ رہ گئیں، پھر آواز دی گئی: ''اے محمد! میرے ہاں بات تبدیل نہیں ہوتی، آپ کے لیے ان پانچ کے بدلے پچاس ہی ہیں۔''[5]

---

[1] مریم 19:64. [2] المحلی لابن حزم: 2/235و238. الروض النضير: 2/264-268. [3] صحيح مسلم، الإيمان، باب هل يؤاخذ بأعمال الجاهلية؟ حديث: 120. [4] صحيح مسلم، الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، حديث: 121. [5] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب المعراج، حديث: 3887، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله إلى السموات وفرض الصلوات، حديث 164، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء:كم فرض الله على عباده من الصلوات؟ حديث: 213، واللفظ له.

جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اہل نجد سے ایک آدمی آیا، اس کا سر پراگندہ تھا۔ (ہمیں) اس کی گنگناہٹ سی سنائی دے رہی تھی، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا تو (معلوم ہوا کہ) وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا تھا، آپ نے فرمایا:

«خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ» فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ ......»

''پانچ نمازیں ہیں ایک دن رات میں۔'' اس نے پوچھا: کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی کچھ (نمازیں فرض) ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، سوائے اس کے کہ تو نفل ادا کرے......'' [1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ»

''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' [2]

اوقات کراہت، جن میں نماز پڑھنا منع ہے، پانچ ہیں: * نماز فجر کے بعد حتی کہ سورج طلوع ہو جائے۔ * سورج طلوع ہونے کے وقت حتیٰ کہ وہ بلند ہو جائے۔ * عین دوپہر (زوال) کے وقت۔ * عصر کے بعد حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔ * سورج غروب ہونے کے وقت۔

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُّصَلِّيَ فِيهِنَّ، أَوْ أَنْ نَّقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتّٰى تَمِيلَ الشَّمْسُ، وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتّٰى تَغْرُبَ»

''تین اوقات میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور میت دفن کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے: جب

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب الزكاة من الإسلام، حديث: 46، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام، حديث: 11، وسنن أبي داود، الصلاة، باب فرض الصلاة، حديث: 391، واللفظ له. [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب دعاؤكم إيمانكم......، حديث: 8، وصحيح مسلم، الإيمان، باب، بيان أركان الإسلام ودعائمه العظام، حديث: 16.

سورج طلوع ہو رہا ہو حتی کہ بلند ہو جائے اور جب عین دوپہر (زوال) کا وقت ہو حتی کہ سورج ڈھل جائے اور جب سورج غروب ہونے لگے حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔''[1]

درج ذیل حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان اوقات میں نماز کی ممانعت کی وجہ واضح فرما دی ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! مجھے ایسی کچھ باتیں بتایئے جن کی اللہ عزوجل نے آپ کو تعلیم فرمائی ہے اور میں ان سے بے خبر ہوں، مجھے نماز کے بارے میں بتایئے۔ آپ نے فرمایا:

«صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَّحْضُورَةٌ، حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ، فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَّحْضُورَةٌ، حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ»

''صبح کی نماز پڑھ، پھر رک جا حتی کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے، بلاشبہ یہ اس وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اسی وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں، پھر نماز پڑھ، بلاشبہ نماز کو فرشتے حاضر ہوتے ہیں حتی کہ نیزے کا سایہ رک جائے (عین دوپہر ہو جائے) تو تو نماز سے رک جا، بلاشبہ اس وقت جہنم (کی آگ) بھڑکائی جاتی ہے۔ اور جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھ، بلاشبہ نماز کو فرشتے حاضر ہوتے ہیں حتی کہ تو عصر پڑھ لے تو نماز سے رک جا حتی کہ سورج غروب ہو جائے، بلاشبہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔''[2]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ»

''نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج بلند ہو جائے اور نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، حديث: 831، ومسند أحمد: 4/152. [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب إسلام عمرو بن عبسة، حديث: 832.

غروب ہو جائے۔‘‘[1]

ممانعت اسی نماز کے لیے ہے جو کسی سبب کے بغیر نفلی نوعیت کی ہو کیونکہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عصر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں تو میں نے ان رکعتوں کے بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

«يَا ابْنَةَ أَبِي أُمَيَّةَ! سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَهُمَا هَاتَانِ»

’’اے ابو امیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے لوگ آ گئے تھے اور انھوں نے مجھے ظہر کے بعد (گفت و شنید میں) مصروف رکھا اور میں دو رکعتیں ادا نہ کر سکا، چنانچہ یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔‘‘[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

«يَا بِلَالُ! حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ». قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ.

’’اے بلال! اپنا وہ عمل بتاؤ جو تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے اور تمھارے نزدیک سب سے زیادہ قابل امید ہے (کہ وہ قبول ہوگا)، بلاشبہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمھارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے۔‘‘ انھوں نے عرض کی: میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو میرے نزدیک بہت زیادہ قابل امید ہو سوائے اس کے کہ میں نے رات یا دن میں جب بھی کسی وقت وضو کیا ہے تو میں نے اس وضو سے جس قدر توفیق ہوئی، نماز پڑھی ہے۔‘‘[3]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب لا تتحرى الصلاة قبل غروب الشمس، حديث: 586، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، حديث: 827. [2] صحيح البخاري، السهو، باب إذا كُلّم وهو يصلي فأشار بيده واستمع، حديث: 1233، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب معرفة الركعتين اللتين كان يصليهما النبي ﷺ بعد العصر، حديث: 834. [3] صحيح البخاري، التهجد، باب فضل الطهور بالليل والنهار......، حديث: 1149، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل بلال ﷺ، حديث: 2458.

«مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا، فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا»

''جو کوئی نماز بھول گیا ہو یا سویا رہا ہو تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب اسے یاد آئے (یا بیدار ہو) تو پڑھ لے۔''[1]

ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ»

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے۔''[2]

چنانچہ ان مذکورہ دلائل سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ان پانچوں اوقات میں کسی سبب کے بغیر عام نفل نماز منع ہے۔ ہاں! اگر کوئی مشروع سبب ہو تو جائز ہے۔

جب فرضوں کی اقامت ہو جائے تو سنتیں اور نفل منع ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ»

''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرضوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔''[3]

حمام میں نماز درست نہیں: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ»

''زمین ساری کی ساری سجدہ گاہ ہے سوائے حمام اور مقبرہ کے۔''[4]

قبر پر یا اس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے: ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا»

''قبروں کی طرف منہ کر کے نماز مت پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔''[5]

---

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث: 684. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا دخل المسجد فليركع ركعتين، حديث: 444، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تحية المسجد بركعتين......، حديث: 714. [3] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن في إقامة الصلاة......، حديث: 710. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة، حديث: 492، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أن الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام، حديث: 317، وسنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب المواضع التي تكره فيها الصلاة، حديث: 745. [5] صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، حديث: 972، وسنن النسائي، القبلة، باب النهي عن الصلاة إلى القبر، حديث: 761.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''اللہ یہود و نصاریٰ کو ہلاک کرے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' [1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' [2]

ایسے لباس میں نماز مکروہ ہے جو انسان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے والا ہو: مزید برآں نقش و نگار اور تصویروں والی جگہ پر بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو اس وقت آپ نے سیاہ رنگ کی نقش دار اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

«اِذْهَبُوا بِهٰذِهِ الْخَمِيصَةِ إِلٰى أَبِي جَهْمِ بْنِ حُذَيْفَةَ، وَائْتُونِي بِأَنْبِجَانِيِّهِ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا فِي صَلَاتِي»

''یہ نقش دار چادر ابوجہم بن حذیفہ کے پاس لے جاؤ اور میرے لیے ان کی (صاف) انجانی چادر لے کر آؤ، اس نے تو مجھے میری اس نماز میں (اپنی طرف) مشغول کیے رکھا ہے۔'' [3]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک منقش چادر تھی جسے انھوں نے اپنے گھر میں ایک جانب پردے کے طور پر لٹکا رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

«أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي»

''اسے دور ہٹا دو، اس کی تصویریں میری نماز میں میرے سامنے آتی رہی ہیں۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب: 55، حديث: 437، وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور......، حديث: 530، ومسند أحمد: 454/2، واللفظ له. [2] صحيح البخاري، الجنائز، باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور، حديث: 1330، وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور......، حديث: 529. [3] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا صلى في ثوب له أعلام......، حديث: 373، وصحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة في ثوب له أعلام، حديث: 556 واللفظ له. [4] صحيح البخاري، الصلاة، باب إن صلى في ثوب مصلّب أو تصاوير هل تفسد صلاته......؟ حديث: 374و5959.

اونٹوں کے باڑے میں نماز ممنوع ہے: براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

«لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ»، وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: «صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ»

''اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھو، بلاشبہ وہ شیطانوں میں سے ہیں۔'' اور جب آپ سے بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''تم ان میں نماز پڑھ سکتے ہو۔ بلاشبہ یہ برکت والی ہیں۔'' [1]

امام کے علاوہ کسی آدمی کا مسجد میں نماز کے لیے اپنی جگہ مخصوص کرنا مکروہ ہے: عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ»

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے یا درندے کی طرح بازو بچھانے سے منع فرمایا ہے اور اس بات سے روکا ہے کہ (امام کے علاوہ) کوئی شخص اپنے لیے اسی طرح کوئی جگہ خاص کر لے جس طرح اونٹ کر لیتا ہے۔'' [2]

علامہ جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں: باجماعت نماز کا اہتمام کرنے والے بعض لوگ اپنے لیے مسجد میں کوئی جگہ مخصوص کر لیتے ہیں، مثلاً: کوئی کونہ یا امام کے پیچھے یا منبر کی ایک جانب، یا اس کے سامنے یا دائیں بائیں دیوار کے ساتھ، یا پیچھے چبوترے وغیرہ پر کہ انھیں وہیں نماز پڑھنے میں لذت آتی ہے۔ اگر کبھی کوئی اور اس جگہ اس سے پہلے آ بیٹھے تو اسے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ تو میری جگہ ہے، یا دوسری جگہ چلا جاتا ہے لیکن بڑے غصے سے، یا لَاحَوْلَ اور إِنَّا لِلّٰهِ پڑھتے ہوئے۔ اور وہ بیٹھنے والے سے یہ بھی کہتا ہے کہ اس جگہ تو میں اتنے

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من لحوم الإبل، حديث: 184و493، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء من لحوم الإبل، حديث: 81 مختصرًا، وسنن ابن ماجه، حديث: 494 مختصرًا. [2] [حسن لغيره] سنن أبي داود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، حديث: 862، وسنن النسائي، التطبيق، باب النهي عن نقرة الغراب، حديث: 1113، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في توطين المكان في المسجد يصلّى فيه، حديث: 1429.

برسوں سے بیٹھ رہا ہوں اور کبھی اس نئے آدمی کو وہاں سے اٹھانے کے لیے وہ اپنے جیسے جاہل عبادت گزاروں کی مدد بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

الغرض اس قسم کی جہالتوں کا اظہار اکثر مساجد میں ہوتا رہتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ مسجد میں عبادت کے لیے کوئی جگہ خاص کر لینا اور اسے ہی پسند رکھنا اکثر حالتوں میں جہالت یا ریاء کی بنا پر ہوتا ہے، یعنی یہ کہ لوگ کہیں کہ فلاں تو بس اسی جگہ نماز پڑھتا ہے یا وہ ہمیشہ صف اول ہی میں ہوتا ہے۔ تو یہ سب صورتیں اس کے عمل کو ضائع کرنے کا باعث ہو سکتی ہیں۔ اس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ خیر اگر اس شخص نے ان سب باتوں کا ارادہ نہ بھی کیا ہو تب بھی کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ اس جگہ کے ساتھ زیادہ محبت و حرص ہونے کی وجہ سے اپنی عبادت میں اسے وہ خاص لطف و لذت نہیں ملتی، جیسے وہ اس مسجد میں صرف اسی جگہ کی خاطر آتا ہو، حالانکہ شریعت میں اس سے منع فرمایا گیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں گزرا جو حسن درجے کی ہے......الخ۔ [1]

اذان اور اقامت

اذان کا شرعی حکم: اذان کے بارے میں شریعت کا حکم یہی ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ کسی شہر یا بستی والوں کے لیے کسی صورت جائز نہیں کہ وہ اذان اور اقامت چھوڑ دیں۔

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس راتوں تک ٹھہرے۔ آپ انتہائی رحم دل اور مہربان تھے۔ جب آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنے اپنے اہل و عیال میں لوٹ جانے کے شائق ہیں تو آپ نے فرمایا:

«اِرْجِعُوا، فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَصَلُّوا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ»

”واپس جاؤ اور انھی میں رہو اور انھیں تعلیم دو اور نماز کی پابندی کرو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے اور تمھارا بڑا تمھاری امامت کرائے۔“ [2]

[1] إصلاح المساجد، ص: 185. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب من قال: ليؤذن في السفر مؤذن واحد، حديث: 628، وصحيح مسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟ حديث: 674.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیں ساتھ لے کر جب کسی قوم پر حملہ کرنا چاہتے تو انتظار فرماتے حتی کہ صبح ہو جاتی، پھر یہ دیکھتے کہ کیا اذان ہو رہی ہے؟ اگر اذان سنائی دیتی تو رک جاتے ورنہ حملہ کر دیتے۔ [1]

اذان کی فضیلت: معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ»

''مؤذن لوگ قیامت والے دن سب سے لمبی گردنوں والے ہوں گے۔'' [2]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اَللّٰهُمَّ! أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ»

''امام ضامن اور ذمہ دار ہے اور مؤذن امین بنایا گیا ہے، اے اللہ! اماموں کو رشد و ہدایت پر رکھ اور مؤذنوں کی مغفرت فرما۔'' [3]

عبدالرحمٰن بن عبداللہ ابن ابوصَعْصَعَہ انصاری نے اپنے والد سے روایت کیا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو بکریاں اور صحرا (بادیہ) پسند ہیں، چنانچہ جب آپ اپنی بکریوں میں یا اپنے جنگل میں ہوا کریں تو نماز کے لیے اذان کہیں اور اذان میں اپنی آواز بلند رکھیں اس لیے:

«لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''بلاشبہ جہاں تک مؤذن کی آواز کوئی جن یا انسان یا کوئی اور شے سنتی ہے تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن گواہی دے گی۔'' ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بات میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ [4]

اذان کا پس منظر اور طریقہ: عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنانے کا کہا تاکہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا جا سکے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ناقوس اٹھائے میرے پاس سے گزر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو ناقوس بیچنا چاہتا ہے؟ اس نے پوچھا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے سے لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے تو اس نے کہا: کیا میں تمھیں وہ طریقہ نہ بتا دوں جو اس سے بہتر ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! تو اس نے کہا: تم کہو:

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب مايحقن بالأذان من الدماء، حديث: 610. [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، حديث: 387، ومسند أحمد: 4/95. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب مايجب على المؤذن من تعاهد الوقت، حديث: 517، ومسند أحمد: 2/232. [4] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع الصوت بالنداء، حديث: 609، ومسند أحمد: 3/35و43.

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ. لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»

پھر وہ مجھ سے تھوڑا دور پیچھے ہٹا اور بولا کہ جب تم نماز کے لیے اقامت کہو تو یوں کہو:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»

جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو میں نے دیکھا تھا، وہ آپ کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا:

''بلاشبہ ان شاء اللہ یہ سچا خواب ہے۔ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جو تم نے دیکھا ہے، اسے بتاتے جاؤ تاکہ وہ انھی الفاظ سے اذان کہے کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہے۔''

چنانچہ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو کر انھیں بتاتا گیا اور وہ اذان کہتے گئے۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ ندا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں سنی تو وہ بھی اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آ گئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے بھی اسی طرح دیکھا جو انھوں نے دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔''[1]

ہر دو اللہ اکبر کو ایک ہی سانس میں پڑھنا: مؤذن کے لیے ہر دو اَللّٰهُ أَكْبَر کو ایک ہی سانس میں پڑھنا مستحب ہے، سننے والا بھی اسی طرح جواب دے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

[1] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان؟ حديث: 499، ومسند أحمد: 43,42/4، وانظر أيضًا إرواء الغليل: 265,264/1.

إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ»

”جب مؤذن اَللّٰه أكبر اللّٰه أكبر کہے تو سننے والا بھی کہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰه أكبر، پھر جب وہ کہے: أَشْهَدُ أن لا إلٰه إلا اللّٰه تو یہ کہے: أشهد أن لا إله إلا الله، پھر جب وہ کہے: أشهد أن محمّدًا رسول اللّٰه تو یہ کہے: أشهد أن محمّدًا رسول اللّٰه، پھر جب وہ کہے: حيَّ على الصلاة تو یہ کہے: لَا حول ولا قوة إلا باللّٰه، پھر جب وہ کہے: حيَّ على الفلاح تو یہ کہے: لا حول ولا قوة إلا باللّٰه، پھر جب وہ کہے: اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر تو یہ کہے: اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، پھر جب وہ کہے: لا إلٰه إلا اللّٰه تو یہ کہے: لا إلٰه إلا اللّٰه جو شخص یہ سب کچھ اخلاص دل سے کہے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ [1]

اذان تَرجِیع سے کہنا مستحب ہے: ترجیع کا مفہوم یہ ہے کہ مؤذن «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» اور «أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ» کے کلمات پہلے دو دو بار ہلکی آواز سے کہے اور پھر انھیں دوبارہ دو دو بار اونچی آواز سے دہرائے۔ [2]

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے 19 کلمات کی اذان سکھائی:

«اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ» [3]

فجر کی اذان میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے کی مشروعیت: انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ اذانِ فجر میں مؤذن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ”نماز نیند سے بہتر ہے۔“ کہے۔ [4]

---

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه......، حديث: 385، و سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن، حديث: 527. [2] شرح النووي: 4/107. [3] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان، حديث: 502، وسنن ابن ماجه، الأذان والسنة فيها، باب الترجيع في الأذان، حديث: 709 واللفظ له، و سنن النسائي، الأذان، باب كيف الأذان، حديث: 632. [4] صحيح ابن خزيمة: 1/202، حديث: 386، وسنن الدارقطني: 1/243، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 1/423.

نعیم بن النحام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے نماز صبح کے لیے اذان کہتے ہوئے کہا:
اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.[1]

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: «فَإِنْ كَانَ صَلَاةَ الصُّبْحِ، قُلْتَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ» ''پس اگر اذانِ نمازِ فجر ہو تو کہو: «اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ»''[2]

ان حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ الصّلاۃ خیر من النوم کے الفاظ نمازِ فجر کی اذان میں کہے جائیں گے جس کے ذریعے سے لوگوں کو وقت کے داخل ہونے کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے اور انھیں نماز کے لیے بلایا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے مندرجہ ذیل آثار و روایات سے استدلال کیا ہے کہ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ فجر سے پہلے سحری (تہجد) کی اذان میں کہے جائیں گے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فجر کی پہلی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار کہا جاتا تھا۔[3]

سنن ابو داود کی صحیح روایت میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے خود نبی ﷺ سے فجر کی پہلی اذان میں کہنے کا ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

«اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْأُولٰى مِنَ الصُّبْحِ»

''«الصلاۃ خیر من النوم» کے الفاظ دو مرتبہ کہنا صبح کی پہلی اذان میں مشروع ہے۔''[4]

ان علماء نے اپنے اس قول پر احادیث مذکورہ میں الأول اور الأولى کے الفاظ سے استدلال کیا ہے۔ لیکن ان حضرات کا یہ استدلال درست نہیں ہے، ان احادیث میں الأول اور الأولى سے مراد اذانِ فجر ہی ہے اور اسے الأول اقامت کے مقابلے میں کہا گیا ہے، اس لیے کہ اقامت کو بھی اذان کہتے ہیں۔ اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، آپ فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولٰى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ

[1] السنن الکبرٰی للبیهقي: 423/1، وفتح الباري: 99/2. [2] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان، حديث: 500.
[3] [حسن] السنن الکبرٰی للبیهقي: 423/1، وشرح معاني الآثار: 137/1، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ اور دیکھیے تمام المنة، ص: 146، و سبل السلام: 120/1. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان؟ حديث: 501، سنن النسائي، الأذان، باب الأذان في السفر، حديث: 634 و 648.

خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَبِينَ الْفَجْرُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ»

''مؤذن جب نماز فجر کی پہلی اذان کہہ کر خاموش ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور نماز فجر سے پہلے صبح ہو جانے کے بعد دو ہلکی رکعتیں پڑھ لیتے، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن نماز قائم کرنے کے لیے آپ کو بلانے آجاتا۔''[1]

صحیح مسلم کی ایک روایت میں اذانِ فجر ہی کو ندائے اول کہا گیا ہے۔[2]

تو ان احادیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے کہ اذانِ اول یا اولیٰ سے مراد وہ اذان ہے جو وقت کے داخل ہونے پر اور نماز فجر کے لیے لوگوں کو بلانے کے لیے کہی جاتی ہے۔[3]

سوئے ہوئے لوگوں کو جگانے کے لیے فجر سے پہلے اذان کہنا مستحب ہے: ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ»

''بلاشبہ بلال رات کو اذان کہتا ہے، لہٰذا تم کھا پی سکتے ہو حتی کہ ابن ام مکتوم اذان کہے۔''[4]

طلوعِ فجر سے پہلے اذان کہنے کی حکمت کے بارے میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ - أَوْ أَحَدًا مِّنْكُمْ - أَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سَحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ يُنَادِي بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ، وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ»

''بلال کی اذان تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے ہرگز نہ روکے، بلاشبہ وہ رات میں اذان کہتا ہے تاکہ تمھارا قیام کرنے والا لوٹ آئے (اور بس کرے) اور تمھارا سویا ہوا جاگ جائے۔''[5]

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب من انتظر الإقامة، حديث: 626 [2] دیکھیے صحيح مسلم، حديث: 739. [3] تفصیل کے لیے دیکھیے: كتاب الأذان لأبي حاتم، ص: 238، والفتاوى الإسلامية: 252/1. (عبدالولی) [4] صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان قبل الفجر، حديث: 622، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر......، حديث: 1092. اس بارے میں بعض علماء کا نقطۂ نظر ہے کہ طلوعِ فجر سے پہلے اذان دینا رمضان کے مہینے کے ساتھ خاص ہے اور وہ اُس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ان حدیثوں میں سحری کرنے اور کھانے پینے کا ذکر ہے جس سے اس کا رمضان سے متعلق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (عبدالولی) [5] صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان قبل الفجر، حديث: 621، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر......، حديث: 1093.

مستحب ہے کہ اذان سننے والا وہی بول بولتا جائے جو مؤذن بولتا ہے: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ»

''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہتے جاؤ جو مؤذن کہتا ہے۔'' [1]

اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں اذان کے ایک ایک کلمے کا جواب دینے کی فضیلت آئی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہے۔ [2]

اذان کے بعد مسنون دعا پڑھنا مستحب ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''جو شخص اذان سن کر یہ کہے: ''اے اللہ! اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ اور فضیلت عنایت فرما اور انھیں مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔'' تو اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔'' [3]

اذان اور اقامت کے درمیان خوب دعا کرنا مستحب ہے: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ» ''اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔'' [4]

اذان دینے پر اجرت لینا منع ہے: عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے میری قوم کا امام بنا دیجیے۔ آپ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب مايقول إذا سمع المنادي، حديث: 611، وصحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حديث: 383. [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حديث: 385، وسنن أبي داود، الصلاة، باب مايقول إذا سمع المؤذن، حديث: 527. [3] صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء عند النداء، حديث: 614، وسنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في الدعاء عند الأذان، حديث: 529. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في الدعاء بين الأذان والإقامة، حديث: 521، والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم و الليلة، باب الترغيب في الدعاء بين الأذان والإقامة، حديث: 9895 و9897.

«أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلٰى أَذَانِهِ أَجْرًا»

”چلوتم ان کے امام ہو، ان کے کمزور افراد کا خیال رکھتے ہوئے ان کی امامت کرنا اور مؤذن ایسا مقرر کرنا جو اذان پر مزدوری نہ لیتا ہو۔“ [1]

حَيَّ عَلَى الصَّلَاة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کہتے ہوئے مؤذن کا اپنی گردن دائیں بائیں موڑنا مستحب ہے:

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ وادی ابطح میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ کے لیے سرخ چمڑے کا خیمہ لگایا گیا تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ وضو کا پانی لے کر آئے، کچھ نے پانی حاصل کر لیا اور کچھ محض (اپنے اعضاء) تر ہی کر پائے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ سرخ رنگ کا ایک جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے وضو کیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ جب بلال رضی اللہ عنہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہہ رہے تھے، اس وقت میں ان کا چہرہ دائیں بائیں گھومتا دیکھ رہا تھا۔ [2]

اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں رکھنا مستحب ہے: ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنا چہرہ اِس طرف اور دوسری طرف گھما رہے تھے اور ان کی دونوں انگلیاں ان کے کانوں میں تھیں۔ [3]

فوت شدہ نمازوں کی قضا کے وقت اذان اور اقامت کہنا مستحب ہے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے خندق والے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں کے اوقات میں مشغول رکھا حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا، تب آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو انھوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر پڑھی، پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب پڑھی، پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ [4]

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين، حديث:531، ومسند أحمد: 21/4 و 217. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا؟......، حديث: 634، وصحيح مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة......، حديث: 503 واللفظ له. [3] [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في إدخال الإصبع في الأذن عند الأذان، حديث: 197، وسنن ابن ماجه، الأذان والسنة فيها، باب السنة في الأذان، حديث: 711. [4] [صحيح] سنن النسائي، الأذان، باب الاجتزاء لذلك كله بأذان واحد والإقامة لكل واحدة منها، حديث: 663، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ؟ حديث: 179 واللفظ له، ومسند أحمد: 375/1.

عید کے لیے کوئی اذان و اقامت نہیں اور عید کے موقع پر اَلصَّلَاۃُ جَامِعَۃٌ بھی نہیں کہنا چاہیے:

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ بارہا عید کی نماز بغیر کسی اذان اور اقامت کے پڑھی ہے۔[1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب عیدگاہ تشریف لاتے تو نماز شروع کر دیتے، یعنی نماز عید کے لیے کوئی اذان کہلواتے نہ اقامت اور نہ الصلاۃ جامعۃ (نماز کے لیے اکٹھے ہو جاؤ) کے الفاظ ہوتے۔ سنت یہی ہے کہ ان باتوں سے اجتناب کیا جائے۔[2]

اذان اور اقامت کے مابین کتنا وقفہ ہو؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اسی عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے جس کے تحت وہ حدیثیں لائے ہیں جن سے اذان اور نماز مغرب کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنے جتنی مدت کے وقفے کا پتا چلتا ہے۔[3]

ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: اذان اور اقامت کے درمیان وقفے کی کوئی حد (متعین) نہیں ہے سوائے اس کے کہ نماز کا وقت ہو جائے اور اتنا انتظار کیا جائے کہ نمازی جمع ہو سکیں۔[4]

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا منع ہے: جناب ابو شعثاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اذان دی۔ ایک آدمی اٹھ کر مسجد سے جانے لگا تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے رہے حتی کہ وہ مسجد سے نکل گیا، تب انھوں نے کہا: اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔''[5]

کھڑے ہو کر اذان دینا سنت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا بِلَالُ! قُمْ، فَنَادِ بِالصَّلَاةِ» ''اے بلال! کھڑے ہو جاؤ اور نماز کے لیے اذان کہو۔''[6]

قبلہ رخ ہو کر اذان دینا مستحب ہے: امام ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل علم کا اجماع ہے کہ قبلہ رخ ہو کر اذان دینا سنت ہے۔[7]

[1] صحيح مسلم، صلاة العيدين، باب: كتاب صلاة العيدين، حديث: 887، وسنن أبي داود، الصلاة، باب ترك الأذان في العيد، حديث: 1148، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء أن صلاة العيدين بغير أذان ولا إقامة، حديث: 532 واللفظ له.
[2] زادالمعاد: 442/1. [3] صحيح البخاري، الأذان، باب كم بين الأذان و الإقامة......؟ حديث: 625,624. [4] فتح الباري: 106/2، حديث: 624 کے تحت۔ [5] صحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن الخروج من المسجد......، حديث: 655.
[6] صحيح البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، حديث: 604، وصحيح مسلم، الصلاة، باب بدء الأذان، حديث: 377. اور اس پر اجماع بھی ہے، دیکھیے: الأوسط لابن المنذر: 28/3، م: 353. [7] الأوسط لابن المنذر: 28/3، م: 353.

اذان و اقامت کے سلسلے میں چند فروعی باتیں

① لوگوں نے فجر کی پہلی اذان کی بجائے بلند آواز سے اشعار، اذکار اور درود وغیرہ پڑھنے کا جو معمول بنایا ہے، وہ بدعت ہے۔ صاحب ''السنن والمبتدعات'' جناب شُقَیری نے لکھا ہے کہ فجر سے پہلے لوگوں کا میناروں پر یَارَبِّ! عَفْوَابِجَاهِ الْمُصْطَفٰی کَرَمًا وغیرہ پڑھنا بدعت اور جاہلانہ توسل ہے۔ اسی طرح تسبیحات، قرآنی آیات یا اشعار پڑھنا بھی بدعت اور صادق و امین علیہ السلام کی سنت کو تبدیل کرنے والا عمل ہے۔[1]

تلبیس ابلیس میں علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:......ہم نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ رات کے وقت مینار پر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کرنے لگتے ہیں یا بلند آواز سے قرآن کی کوئی سورت پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح وہ لوگوں کی نیند بھی خراب کرتے ہیں اور تہجد پڑھنے والوں کی قراءت میں خلل ڈالتے ہیں، یہ سب امور ناپسندیدہ ہیں۔[2]

② أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کہتے یا سنتے وقت شہادت کی انگلیاں یا انگوٹھے چومنا اور اپنی آنکھوں سے لگانا بدعت ہے۔ یہ بات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب کی جاتی ہے کہ انھوں نے مؤذن کے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰه کہنے پر اپنی شہادت کی انگلیوں کی پوروں کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں پر پھیر لیا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي»

''جس نے اس طرح کیا جیسے کہ میرے خلیل نے کیا ہے، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔''[3]

یہ ایک من گھڑت موضوع روایت ہے۔

---

[1] السنن والمبتدعات، ص: 49. [2] تلبیس إبلیس، ص: 157. مساجد میں لاؤڈ سپیکروں کے مروج ہونے کے بعد یہ وبا بہت بڑھ گئی ہے، شاید ہی کوئی مقام ہو جو اس مصیبت سے محفوظ ہو۔ بدعتیوں نے اس آلے کے ذریعے سے مسجد اور مسجد کے پڑوسیوں کا سکون چھین لیا ہے۔ یہ لوگ اس طرز عمل سے اسلام اور مسلمانوں کی کوئی خدمت تو کیا الٹا اسلام اور علمائے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ واللہ المستعان (مترجم) [3] ملاحظہ ہو مسند الفردوس للدیلمی. صاحب المقاصد الحسنة امام سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''یہ صحیح نہیں ہے۔'' علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اسے الفوائد المجموعة، کتاب الصلاة، روایت: 18 میں درج کیا ہے۔ ابن طاہر نے التذکرہ میں کہا ہے: «لایصح» (یہ صحیح نہیں ہے)۔ جناب معلمی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لَایَصِحُّ کا کلمہ اس پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی قوت ہو مگر اس حدیث کے باطل ہونے پر تو کسی صاحب سنت کو کوئی شبہ ہی نہیں ہے، نیز المصنوع کے حاشیے میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کا کلام بھی قابل مطالعہ ہے جو اس حدیث کے بارے میں ہے۔ (روایت:300)

③ یہ سمجھنا کہ امام اذان نہیں دے سکتا، غلط بات ہے اور اس بارے میں جو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ امام مؤذن ہو۔[1] وہ حدیث ضعیف ہے۔

④ ''جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔'' یہ روایت بھی ضعیف ہے جو زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کی پہلی اذان کا وقت ہوا تو نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا، میں نے اذان دی، پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا چاہی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: «إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ هُوَ أَذَّنَ، وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ»

''صدائی بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے، وہی اقامت کہے۔''

چنانچہ میں نے اقامت کہی۔[2] یہ حدیث ضعیف ہے۔

شرائط نماز

''شرط'' لغت میں علامت کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا﴾ ''یقیناً اس کی نشانیاں آ چکی ہیں۔''[3]

اصطلاحِ فقہاء میں اس سے مراد وہ چیز ہے جس کے نہ ہونے سے اصل شے ہی معدوم اور فنا ہو۔[4]

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

نماز کا وقت ہو جانے کا علم ہونا: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○﴾

''بلاشبہ نماز مومنوں پر اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے۔''[5]

---

[1] [ضعيف] السنن الكبرٰى للبيهقي:1/433، والكامل لابن عدي:1/323. اس کی سند میں اسمٰعیل بن عمر ہے جو ضعیف ہے۔

[2] [ضعيف] سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يؤذن ويقيم آخر، حديث: 514، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أن من أذن فهو يقيم، حديث: 199، وسنن ابن ماجه، الأذان والسنة فيها، باب السنة في الأذان، حديث: 717، ومسند أحمد: 4/169. اس حدیث کو امام بغوی اور بیہقی نے ضعیف اور سفیان ثوری نے منکر کہا ہے۔ دیکھیے (الإرواء: 1/255، حدیث: 237). البتہ عام معمول یہی تھا کہ مؤذن ہی اقامت کہتا تھا۔ دیکھیے: صحيح البخاري، الأذان، حديث: 626 و 603 و 657. (عبدالولی) [3] محمد 47:18. [4] سبل السلام شرح بلوغ المرام بتحقيق المؤلف: 1/131. [5] النسآء 4:103.

چنانچہ نماز وقت شروع ہونے سے پہلے صحیح نہیں ہے اور وقت نکل جانے کے بعد بھی صحیح نہیں الا یہ کہ کوئی عذر ہو (بھول گیا یا سویا رہا)۔

حدث اصغر اور حدث اکبر سے طہارت: [1] اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ ﴾

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم جب نماز کے لیے اٹھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو، سروں کا مسح کرو، پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو اور اگر جنابت سے ہو تو طہارت حاصل کرو۔'' [2]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلَا صَدَقَةً مِّنْ غُلُولٍ»

''اللہ تعالیٰ کوئی نماز وضو کے بغیر اور کوئی صدقہ خیانت کے مال میں سے قبول نہیں فرماتا۔'' [3]

نمازی کا لباس، بدن اور جائے نماز (نماز کی جگہ) پاک ہونی چاہیے: کپڑے پاک ہونے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ ﴾ ''اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔'' [4]

معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لباس میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے جس میں وہ اپنی بیویوں سے ہم بستر ہوئے ہوتے؟ انھوں نے بتایا: ہاں! اگر اس میں کوئی اذی، یعنی نجاست نہ ہوتی۔ [5]

بدن پاک ہونے کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان رہنمائی فرماتا ہے جو آپ نے مذی کے متعلق سائل کے جواب میں فرمایا: «تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ» ''وضو کرو اور اپنی شرم گاہ دھو لو۔'' [6]

---

[1] نماز کے لیے مخصوص شرعی پاکیزگی واجب ہے۔ بے وضو ہونے کی حالت کو ''حدث اصغر'' کہتے ہیں، یعنی چھوٹی ناپاکی اور جنابت، حیض اور نفاس کی حالت کو ''حدث اکبر'' کہتے ہیں، یعنی بڑی قسم کی ناپاکی۔ اس سے پاک ہونے کے لیے غسل کرنا واجب ہے۔ (مترجم)

[2] المآئدة 5:6. [3] صحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حديث: 224، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء لا تقبل صلاة بغير طهور، حديث: 1، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب لايقبل الله صلاة بغير طهور، حديث: 274,273. [4] المدثر 74:4. [5] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الصلاة في الثوب الّذي يصيب أهله فيه، حديث: 366، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الصلاة في الثوب الذي يجامع فيه، حديث: 540. [6] صحيح البخاري، الغسل، باب غَسْل المذي والوضوء منه، حديث: 269.

اور استحاضہ والی خاتون سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي» ''اپنے آپ سے خون دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔''[1]

نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدوی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

«هَرِيقُوا عَلٰى بَوْلِهِ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ» ''اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو۔''[2]

ستر کا ڈھانپنا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ ''اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔''[3]

یعنی اپنے جسم کے پوشیدہ اعضاء ڈھانپ لیا کرو۔ یہ آیت بالخصوص ان لوگوں کے بارے میں ہے جو بے لباس ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ اور مرد کے لیے لازم ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ڈھانپے، جیسا کہ حدیث نبوی ہے: «عَوْرَةُ الرَّجُلِ مَا بَيْنَ سُرَّتِهِ إِلٰى رُكْبَتِهِ»

''مرد کی ناف سے لے کر اس کے گھٹنوں تک اس کا ستر ہے۔''[4]

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«يَا مَعْمَرُ! غَطِّ فَخِذَيْكَ فَإِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ»

''اے معمر! اپنی رانیں ڈھانپ کر رکھا کرو، بلاشبہ رانیں ستر (میں داخل) ہیں۔''[5]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ران کے قابل ستر ہونے میں کوئی تردد نہیں رہنا چاہیے، آپ ﷺ سے منقول فرامین کی روشنی میں یہی راجح ہے، اسی لیے اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اسی پر جزم کیا ہے۔[6]

ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ رانوں کا قابل ستر ہونا بمقابلہ قُبل و دُبُر قدرے خفیف ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ تہذیب السنن میں اسی طرف مائل ہیں، جیسا کہ میں (البانی) نے الإرواء میں نقل کیا ہے۔[7]

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، حديث: 228، وصحيح مسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، حديث: 333 واللفظ له. [2] صحيح البخاري، الوضوء، باب صبِّ الماء على البول في المسجدِ، حديث: 220. [3] الأعراف 7:31. [4] [حسن] نصب الراية: 1/296، وإرواء الغليل، حديث: 271. [5] [حسن] مسند أحمد: 5/290، والبخاري تعليقًا (فتح الباري): 1/478. [6] تمام المنة، ص: 160 ملاحظہ ہو: نيل الأوطار: 2/52,53 اور السيل الجرار: 1/366,367. [7] الإرواء: 1/301.

اور نماز میں عورت کا سارا بدن ستر ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔ ام المؤمنین عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ»

''اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔''[1]

جب عورت کے لیے سر ڈھانپنا واجب ہے تو باقی بدن کا ڈھانپنا تو بدرجۂ اولی فرض ہے۔ اس سلسلے میں ام المؤمنین عائشہ ؓ کی یہ حدیث بہترین دلیل ہے: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو اہل ایمان کی عورتیں بھی نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ وہ اپنی بڑی بڑی چادروں میں لپٹی ہوئی آتی تھیں اور جب وہ گھروں کو لوٹتی تھیں تو انھیں کوئی پہچان نہ پاتا تھا۔[2]

اسی طرح احادیث میں ایسے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جس میں نمازی کے کندھے ننگے ہوں، یعنی ایسے لباس میں نماز پڑھنا منع ہے جس میں نمازی کے کندھے ننگے رہیں۔ ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ»

''کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے، اس حال میں کہ اس کے کندھوں پر اس لباس کا کچھ حصہ (موجود) نہ ہو۔''[3]

ایک دوسری حدیث میں ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا «مَنْ صَلّٰى فِي ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ»

''جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے کناروں میں اختلاف کرلے۔''[4]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ دایاں پلہ بائیں کندھے پر اور بایاں پلہ دائیں کندھے پر ڈال لے۔ مقصد یہ ہے کہ کندھوں پر کپڑے کا کچھ حصہ ہونا ضروری ہے۔

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب المرأة تصلي بغير خمار، حديث:641، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء لا تقبل صلاة المرأة الحائض إلا بخمار، حديث: 377. [2] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر، حديث: 578 و 372، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها......، حديث: 645. [3] صحيح البخاري، الصلاة، بابٌ: إذا صلى في الثوب الواحد فليجعل عَلٰى عاتقيهِ، حديث: 359، و صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة في ثوب واحد وصفة لبسه، حديث: 516 واللفظ له. [4] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا صَلّٰى في الثوب الواحد فليجعل على عاتقيه، حديث: 360.

قبلے کی طرف منہ کرنا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ﴾

''ہم آسمان کی طرف بار بار آپ کے چہرے کی گردش دیکھ رہے ہیں، ہم یقیناً آپ کو آپ کے پسندیدہ قبلے کی طرف پھیر دیں گے، پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے۔'' [1]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنا چہرۂ مبارک کعبے کی طرف کیا کرتے تھے۔ اور ایک شخص جو بار بار نماز پڑھنے میں غلطی کر رہا تھا، اس کی اصلاح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

«إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ»

''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو وضو مکمل کرو، پھر قبلے کی طرف منہ کرو، پھر اللہ اکبر کہو۔'' [2]

تاہم انتہائی خوف کی صورت میں فرض و نفل یا حالتِ سفر میں سواری پر صرف نفل نماز پڑھتے ہوئے قبلے کی طرف منہ نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔ صاحب شریعت نے نوافل کے لیے اس قدر آسانی رکھی ہے کہ دوران سفر اگر آدمی سواری پر نفل پڑھنا چاہے تو اس کا چہرہ چاہے قبلے کی طرف ہو یا کسی اور طرف، بے تکلف پڑھ لے۔

عبداللہ بن عامر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ کا رخ اسی طرف ہوتا تھا جس طرف سواری کا رخ ہوتا تھا۔ [3]

جناب انس بن سیرین کہتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب شام آئے تو ہم نے عین التمر کے علاقے میں ان سے ملاقات کی تو میں نے انھیں اپنے گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا جبکہ ان کا منہ قبلے کی طرف نہیں تھا بلکہ قبلے کی بائیں جانب تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھا ہے تو وہ کہنے لگے: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا۔ [4]

نیت کرنا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى»

[1] البقرة 2:144. [2] صحيح البخاري، الاستئذان، باب من ردّ فقال: عليك السلام، حديث: 6251، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث: 397. [3] صحيح البخاري، التقصير، باب صلاة التطوع على الدّواب وحيثما توجّهت، حديث: 1093، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت، حديث: 701. [4] صحيح البخاري، التقصير، باب صلاة التطوع على الحمار، حديث: 1100، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت، حديث: 702.

''اعمال کا اعتبار نیتوں پر ہے اور انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی ہو۔''[1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو «اللّٰه أكبر» کہتے، اس سے پہلے کچھ کہتے نہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرتے، نہ اس طرح کہتے: فلاں نماز پڑھتا ہوں اللہ کے لیے، منہ میرا طرف قبلہ شریف کے، پڑھتا ہوں چار رکعت، بطور امام، یا پیچھے اس امام کے۔ نہ اس کے ادا یا قضا یا تعیین وقت کا کوئی تذکرہ ہوتا۔ یہ تقریباً دس باتیں ہیں جو بدعت ہیں۔ ان باتوں کا کوئی ایک لفظ بھی رسول کریم ﷺ سے کسی صحیح، ضعیف یا مسند، مرسل سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ صحابہ سے بھی ثابت نہیں۔ تابعین نے بھی ان باتوں کو کبھی پسند نہیں کیا حتی کہ چاروں ائمہ رحمہم اللہ میں سے بھی کسی نے ان باتوں کی کبھی تائید نہیں کی۔[2]

نماز کی شروط سے متعلق فروعی امور

① جس نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس کے بدن یا لباس پر کوئی نجاست تھی لیکن اسے اس کی کوئی خبر نہ تھی تو اس کی نماز صحیح ہے، اس کا دہرانا اس پر لازم نہیں۔ اگر نماز کے دوران میں اسے معلوم ہو جائے تو ممکنہ صورت میں اس کا ازالہ کر دے اور اپنی نماز مکمل کر لے، مثلاً: جوتے پر لگی نجاست کا علم ہو جائے، یا ایسے کپڑے پر لگی ہوئی نجاست کا پتہ چل جائے جو اعضائے ستر چھپانے کے کام نہ آ رہا ہو تو اسے الگ کر دیا جائے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے اپنے جوتے اتار کر بائیں جانب رکھ دیے۔ جب نمازیوں نے آپ ﷺ کو جوتے اتارتے دیکھا تو انھوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا:

«مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى إِلْقَائِكُمْ نِعَالَكُمْ؟» ''تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتار دیے؟''

انھوں نے عرض کیا: ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتارے ہیں تو ہم نے بھی اتار دیے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، انھوں نے مجھے بتایا کہ جوتوں پر نجاست ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے چاہیے کہ دیکھ لے، اگر اس کے جوتوں پر کوئی نجاست یا کوئی (اور) پلید چیز ہو تو اسے مسل (رگڑ) دے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔''[3]

---

[1] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب: كيف كان بدء الوحي إلٰى رسول اللّٰه......، حديث:1، وصحيح مسلم، الإمارة، باب قوله «إنما الأعمال بالنية»......، حديث: 1907. [2] زادالمعاد: 201/1. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة في النعل، حديث: 650.

2 جس شخص نے قبلے کا رخ پہچاننے کی خوب کوشش کی، پھر اپنے گمان کے مطابق اس نے جو سمت صحیح جانی، اس طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی لیکن بعد میں اسے معلوم ہو کہ یہ جانب غلط تھی، قبلہ تو دوسری طرف ہے تو اب اسے نماز دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں، اس کی نماز ہو گئی۔

عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک تاریک رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمارے لیے قبلے کی پہچان مشکل ہو گئی۔ (بہر حال) ہم نے نماز پڑھ لی۔ جب سورج طلوع ہوا تو پتہ چلا کہ ہم نے قبلے کی دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھی ہے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ﴾ ''پس تم جس طرف بھی رخ کرو گے، اسی طرف اللہ کا چہرہ ہے۔''[1]

نماز ادا کرنے کا طریقہ

نماز کا طریقہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے، چاہے وہ نماز فرض ہوتی یا نفل، ہمیشہ کعبے کی طرف منہ کر کے سُترے کے قریب کھڑے ہوتے، پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے اور تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ بھی بلند فرماتے (رفع الیدین کرتے) اور سینے پر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے، نگاہ زمین کی طرف کر لیتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مشتمل دعائیں پڑھتے، یہ دعائیں متعدد اور متنوع ہیں۔ پھر تعوذ «أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ» پڑھتے، پھر «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ» پڑھتے مگر اس میں آواز اونچی نہ ہوتی، پھر فاتحہ کی ایک ایک آیت ٹھہر کر پڑھتے، فاتحہ کے بعد آمین کہتے، اسے اونچی آواز سے مد کے ساتھ لمبا کر کے ادا فرماتے۔ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت تلاوت کرتے جو کبھی لمبی ہوتی اور کبھی مختصر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فرض نمازوں میں) نماز فجر اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہری قراءت فرماتے جبکہ ظہر اور عصر کی ساری رکعتوں، مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں آپ کی قراءت سرّی (مخفی) ہوتی تھی۔

اسی طرح نماز جمعہ، عیدین، استسقاء اور کسوف میں قراءت جہری ہوتی تھی۔ آپ کی نماز میں آخری دو رکعتیں

[1] [حسن] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2957، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب من يصلي لغير القبلة وهولايعلم، حديث: 1020.

پہلی رکعتوں کی نسبت تقریباً نصف کے برابر چھوٹی ہوتی تھیں، آخری دو رکعتوں میں تقریباً پندرہ آیات تلاوت فرماتے تھے اور بسا اوقات ان رکعات میں صرف فاتحہ پر بھی اکتفا کر لیتے تھے۔

قراءت کے بعد مختصر توقف فرماتے اور پھر ہاتھ بلند (رفع الیدین) کرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے اور رکوع میں چلے جاتے، اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے۔ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھتے اور ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح جماتے گویا انھیں پکڑے ہوئے ہیں۔ کہنیاں اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے، کمر لمبی اور برابر رکھتے حتی کہ اگر اس پر پانی بھی گرایا جاتا تو ٹک جاتا۔

حالتِ رکوع میں انتہائی سکون و اطمینان اختیار کرتے اور (کم از کم) تین بار «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» کہتے۔ اس رکن میں آپ سے بہت سی دعائیں اور اذکار ثابت ہیں، کبھی کوئی دعا پڑھتے اور کبھی کوئی۔ رکوع وسجدہ میں قراءتِ قرآن سے منع فرماتے تھے۔

پھر «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ» کہتے ہوئے رکوع سے سر اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہوکر اپنے ہاتھ بھی بلند فرماتے (رفع الیدین کرتے) اور قیام کی حالت میں کہتے: «رَبَّنَا ! وَلَكَ الْحَمْدُ» کبھی اس سے زیادہ کلمات بھی کہتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے کے لیے جھک جاتے۔ زمین پر اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھتے، ہتھیلیوں کا سہارا لیتے اور انھیں کھلی رکھتے۔ آپ کی انگلیاں قبلہ رخ اور آپس میں ملی ہوئی ہوتی تھیں۔ اس حالت میں آپ کے ہاتھ (زمین پر) آپ کے کندھوں کے برابر اور کبھی کانوں کے برابر ہوتے۔ اپنا ماتھا اور ناک زمین پر ٹکاتے۔ آپ فرماتے تھے:

«أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ : عَلَى الْجَبْهَةِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلٰى أَنْفِهِ، وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ»

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ سات ہڈیوں پر کروں، یعنی ماتھے اور ناک، دو ہاتھوں، دو گھٹنوں اور دو پنجوں پر۔“

نیز فرمایا کرتے تھے: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّا يُصِيبُ أَنْفُهُ مِنَ الْأَرْضِ مَا يُصِيبُ الْجَبِينَ»

”اس شخص کی نماز نہیں جس کی ناک زمین پر (اس طرح) نہیں لگتی جس طرح اس کی پیشانی لگتی ہے۔“

آپ سکون و اطمینان سے سجدہ کرتے اور تین بار «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» پڑھتے۔ اس کے علاوہ بھی سجدے میں آپ سے بہت سی دعائیں اور اذکار ثابت ہیں۔ کبھی کوئی دعا پڑھتے اور کبھی کوئی۔ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ سجدے میں بہت زیادہ دعا کی جائے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھاتے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر

بیٹھ جاتے جبکہ دایاں پاؤں کھڑا رکھتے جس کی انگلیاں قبلے کی طرف ہوتیں۔

پھر پڑھتے: «رَبِّ اغْفِرْلِي، رَبِّ اغْفِرْلِي» [1]

''اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے میرے رب! مجھے بخش دے۔'' اور کبھی پڑھتے:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي، وَاجْبُرْنِي وَارْفَعْنِي، وَاهْدِنِي وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي»

''اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما، میری کمی پوری فرما اور مجھے بلند فرما، مجھے ہدایت وعافیت سے نوازنا اور مجھے روزی عطا فرما۔''

پھر اللہ اکبر کہتے اور پہلے کی طرح دوسرا سجدہ کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھاتے اور اپنے بائیں پاؤں پر درست اور مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی، پھر زمین پر ہاتھ کا سہارا لے کر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ دوسری رکعت میں بھی اس طرح عمل کرتے جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا مگر یہ دوسری رکعت پہلی رکعت کی نسبت قدرے چھوٹی ہوتی۔ دوسری رکعت ادا کرنے کے بعد تشہد کے لیے بیٹھ جاتے جس طرح سجدوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔ اگر نماز چار رکعت یا تین رکعت والی ہوتی تو اس کے درمیانی تشہد میں بیٹھنے کی یہی صورت ہوتی۔ تشہد میں بیٹھتے ہوئے آپ اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے مگر بائیں ہتھیلی کو لمبی اور سیدھی اور دائیں ہاتھ کی مٹھی بنا کر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے اور اپنی نظر بھی اسی پر ٹکاتے۔ جب اپنی انگلی اٹھاتے تو اسے حرکت دیتے ہوئے دعا کرتے تھے، آپ فرماتے ہیں:

«لَهِيَ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيدِ»

''(انگشت شہادت کا) یہ اشارہ شیطان پر لوہے کی چوٹ سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے اور تشہد پہلا ہوتا یا دوسرا، اس میں اپنے لیے درود پڑھتے اور امت کے لیے بھی اسے مشروع فرمایا ہے، آخری تشہد میں آپ تورّک کرتے تھے، یعنی بایاں پاؤں آگے نکال کر سرین پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے یا دایاں اور بایاں پاؤں بچھا کر دونوں دائیں جانب نکالتے اور سرین پر بیٹھتے تھے۔ آپ اپنی نماز میں بہت سی دعائیں پڑھتے، پھر چہرۂ مبارک دائیں اور بائیں جانب پھیرتے ہوئے «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ» کہتے۔ کبھی دائیں جانب چہرۂ مبارک کرتے ہوئے «وَبَرَكَاتُهُ» کا اضافہ بھی فرما دیتے۔ نماز کا طریقہ بیان ہو چکا۔ اس میں مرد اور عورتیں سب برابر ہیں۔ کسی بھی حدیث میں ان امور میں سے

[1] سنن أبي داود، حديث: 874 و سنن ابن ماجه، حديث: 797.

کسی چیز میں عورتوں کا استثناء نہیں آیا بلکہ رسالت مآب ﷺ کا حکم یہ ہے:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي» ''نماز اسی طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔'' [1]

مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

ارکان نماز

نماز کے لیے فرائض وارکان ہیں جن سے حقیقتِ نماز وجود پذیر ہوتی ہے۔ اگر ان فرائض وارکان میں سے کوئی ایک فرض یا رکن رہ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ یہ فرائض وارکان درج ذیل ہیں:

قیام: فرض نماز میں قیام کی طاقت رکھنے والے شخص کے لیے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض اور رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَقُومُوا لِلَّهِ قَٰنِتِينَ ○ ﴾ ''اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے بن کر کھڑے ہو۔'' [2]

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے بواسیر تھی تو میں نے اپنی اس بیماری کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ سے نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

«صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ»

''کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل۔'' [3]

تکبیر تحریمہ (نماز شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہنا): سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ»

''نماز کی چابی وضو، اس کی تحریم اللّٰه أكبر اور اس سے نکلنا السلام عليكم (کہنے سے) ہے۔'' [4]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کو غلط ادا کرنے والے شخص مسيء الصلاة سے فرمایا:

«إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ» ''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ۔'' [5]

---

[1] مأخوذ من كتاب صفة صلاة النبي ﷺ للشيخ الألباني رحمه الله مختصرًا، ص: 75-189. [2] البقرة 2:238. [3] صحيح البخاري، التقصير، باب: إذا لم يُطِق قاعِدا صَلّى عَلٰى جَنْبٍ، حديث: 1117. [4] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب فرض الوضوء، حديث: 61، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء أن مفتاح الصلاة الطهور، حديث: 3. [5] صحيح البخاري، الاستئذان، باب مَن رَدّ فقال: عليكَ السلام، حديث: 757,6251، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة وإنه إذا لم يحسن الفاتحة......، حديث: 397.

ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''اس شخص کی نماز نہیں جس نے فاتحة الكتاب (سورۂ فاتحہ) نہیں پڑھی۔'' [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے «مسيء الصلاة» (بار بار نماز میں غلطی کرنے والے) کو دوسرے احکام کے ساتھ ساتھ اپنی نماز میں (فاتحہ) پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

«ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا» ''اور اپنی ساری نماز میں یہی (طریقہ اختیار) کرو۔''

سکون و اطمینان سے رکوع کرنا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا ﴾ ''اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔'' [2]

نبی علیہ السلام نے «مسيء الصلاة» سے فرمایا تھا: ''پھر رکوع کر اور اس میں اطمینان اختیار کر۔'' [3]

رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑے ہونا اور ٹھہراؤ اختیار کرنا: ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَّا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا صُلْبَهُ، فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ»

''اس آدمی کی نماز کفایت نہیں کرتی جو رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو برابر نہیں کرتا ہے۔'' [4]

اور «مسيء الصلاة» سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

«ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا» ''رکوع سے سر اٹھاؤ تو سیدھے برابر کھڑے ہو جاؤ۔'' [5]

سجدہ اطمینان سے کرنا اور ٹھہراؤ اختیار کرنا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا ﴾ ''اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔'' [6]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے «مسيء الصلاة» کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا تھا:

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كُلِّها، في الحضر والسَّفر، وما يجهر فيها وَمَا يُخافت، حديث: 756، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث: 394. [2] صحيح البخاري، الاستئذان، باب من ردّ فقال: عليك السلام، حديث: 6251، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث: 397. [3] الحج 22:77. [4] [صحيح] سنن النسائي، الافتتاح، باب إقامة الصلب في الركوع، حديث: 1028، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء فيمن لا يقيم صُلْبَهُ في الركوع والسجود، حديث: 265. [5] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم ......، حديث: 757. [6] الحج 22:77.

«ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا»

''پھر سجدہ کرو حتی کہ تم سجدے کی حالت میں مطمئن اور پرسکون ہو، پھر سر اٹھاؤ حتی کہ سکون سے بیٹھ جاؤ، پھر سجدہ کرو حتی کہ مطمئن اور پرسکون ہو۔'' [1]

اعضائے سجدہ سات ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ: اَلْجَبْهَةِ - وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلٰى أَنْفِهِ - وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَلَا الشَّعْرَ»

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں: پیشانی۔ اور آپ نے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف اشارہ فرمایا۔ دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پنجے اور یہ کہ ہم (اس دوران میں) اپنے کپڑے یا اپنے بال اکٹھے نہ کریں (بالوں اور لباس کو نہ سمیٹیں۔)'' [2]

دونوں سجدوں کے درمیان سکون واطمینان سے بیٹھنا: ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَّا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا صُلْبَهُ، فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ»

''اس آدمی کی نماز کفایت نہیں کرتی جو اس کے رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں رکھتا۔'' [3]

اس حدیث مبارک کا مقصود یہی ہے کہ نماز کامل سکون اور اطمینان سے پڑھی جائے جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا کہ آنحضرت ﷺ نے «مسيء الصلاة» کو نماز میں اطمینان وسکون کی تلقین فرمائی تھی۔

آخری رکعت میں تشہد کے لیے بیٹھنا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جب نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو کہا کرتے تھے: «اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ. اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّفُلَانٍ» ''اللہ پر سلام ہو، جبرئیل پر اور میکائیل پر سلام ہو، فلاں پر سلامتی ہو اور فلاں پر۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب أمر النبي ﷺ الذي لا يتمّ ركوعه بالإعادة، حديث: 793. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب السجود على سبعة أعظم، حديث:810,809، وصحيح مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلاة، حديث:490 واللفظ له. [3] [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء فيمن لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، حديث:265.

«إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ :اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ! وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِّلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»

''اللہ تعالیٰ ہی ''السّلام'' ہے، یعنی وہی سلامتی دینے والا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ یوں کہا کرے: ''میری تمام لسانی، مالی اور عملی عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر! تم جب یہ کہو گے تو یہ دعا اللہ کے ہر نیک بندے کو، چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں، پہنچ جائے گی (اس کے بعد یہ کلمات کہنے چاہییں:) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' [1]

تشہد کے الفاظ کئی احادیث میں قدرے اختلاف سے بھی آئے ہیں اور سب صحیح ہیں جنھیں آپ ہماری تالیف «إرشاد الأمة إلى فقه الكتاب والسنة» میں نماز والے باب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کلماتِ تشہد صحیح ترین ہیں جو قبل ازیں مذکور ہوئے ہیں۔

آخری تشہد کے بعد رسول اللہ ﷺ کے لیے درود: فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا۔ اس نے دعا میں آپ کے لیے درود نہیں پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا:

«إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيدِ رَبِّهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَاءَ»

''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو چاہیے کہ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔'' [2]

ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اس وقت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب التشهد في الآخرة، حديث:831، وصحيح مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، حديث: 402. [2] [صحيح] جامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء بتقديم الحمد والثناء والصلاة على النبي ﷺ قبله......، حديث: 3477، وسنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث :1481 واللفظ له.

کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ پر درود پڑھا کریں لیکن ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، (خاصی دیر تک کوئی جواب مرحمت نہیں فرمایا) حتی کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش! بشیر بن سعد نے سوال ہی نہ کیا ہوتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یوں کہا کرو: «اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» اور سلام اسی طرح ہے جس طرح تم جان چکے ہو۔''[1]

سلام پھیرنے سے پہلے چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ، يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ»

''جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے اور یوں کہے: ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے اور آزمائش سے اور فتنۂ مسیح دجال کے شر سے۔''[2]

سلام پھیرنا: رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے:

«مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ»

''نماز کی کنجی وضو، اس کی تحریم (ابتدا) تکبیر اور اس کی تحلیل (انتہا) سلام ہے۔''[3]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنی دائیں اور بائیں جانب (چہرہ اقدس موڑ کر) ''السلام علیکم و رحمۃ اللہ'' ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہتے حتی کہ آپ کے رخسار کی سفیدی نمایاں ہو جاتی تھی۔[4]

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث: 406,405، ومسند أحمد: 119/4 [2] صحيح مسلم، المساجد، باب مايستعاذ منه في الصلاة، حديث: 588. [3] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب فرض الوضوء، حديث: 61، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء أن مفتاح الصلاة الطهور، حديث: 3. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في السلام، حديث: 996، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في التسليم في الصلاة، حديث: 295.

واجباتِ نماز

درمیانی تشہد: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا قَعَدْتُمْ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُولُوا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ لْيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِّنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَلْيَدْعُ بِهِ رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ»

''جب تم دو رکعتوں کے بعد بیٹھو تو کہا کرو: '' میری تمام لسانی، مالی اور عملی عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات ہوں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' پھر چاہیے کہ اپنی کوئی پسندیدہ دعا منتخب کر لے اور اپنے رب عزوجل کے حضور اس کے ذریعے سے دعا کرے۔''[1]

اور وہ شخص جو اپنی نماز میں بار بار خطا کرتا تھا «مسيئ الصلاة»، اسے آپ نے یہ تلقین فرمائی تھی:

«فَإِذَا جَلَسْتَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ فَاطْمَئِنَّ وَافْتَرِشْ فَخِذَكَ الْيُسْرٰى، ثُمَّ تَشَهَّدْ»

''جب تم نماز کے وسط میں بیٹھو تو تسلی اور اطمینان سے بیٹھو، اپنی بائیں ران بچھا لو اور پھر تشہد پڑھو۔''[2]

سترہ رکھنا: نمازی کو کسی دیوار یا ستون کے روبرو نماز پڑھنی چاہیے۔ ایسا ممکن نہ ہو تو اپنے سامنے کوئی مناسب آڑ رکھ لینی چاہیے تاکہ اس کے سامنے سے دوسرے لوگ بلا تکلف گزر جائیں۔ سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا، لَا يَقْطَعِ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ»

''جب تم میں سے کوئی سترے کے سامنے نماز پڑھے تو چاہیے کہ اس کے قریب کھڑا ہو، کہیں شیطان اس کی نماز نہ توڑ ڈالے۔''[3]

[1] [صحيح] سنن النسائي، السهو، باب كيف التشهد، حديث: 1280، ومسند أحمد: 437/1 واللفظ له. [2] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، حديث: 860. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الدنو من السترة، حديث: 695، وسنن النسائي، القبلة، باب الأمر بالدنو من السترة، حديث: 749.

دیوار یا ستون کے علاوہ زمین میں گڑا ہوا عصا یا سواری کا پالان جیسی چیزیں بھی سترے کا کام دے سکتی ہیں اور انھیں سامنے رکھ کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مصلے (کھڑے ہونے کی جگہ) اور دیوار کے درمیان بقدر ایک بکری کے گزرنے کا فاصلہ ہوا کرتا تھا۔[1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نکلتے تو ایک بھالا ساتھ لینے کا حکم دیتے جسے آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا۔ آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے تھے۔ سفر میں بھی آپ ﷺ کا معمول مبارک یہی تھا۔[2]

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھا کرتے تھے اور جانور ہمارے آگے سے گزرتے تھے، ہم نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا:

«مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ، ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ»

”پالان کی پچھلی لکڑی (جو کمر کا سہارا بنتی ہے) کے برابر کوئی چیز تمھارے آگے ہو تو پھر جو بھی سامنے سے گزرے گا، اس سے تمھارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔“[3]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو منہ کے رخ سیدھے آگے ہی بڑھتے چلے جاتے حتی کہ دروازہ ان کی کمر کے پیچھے ہو جاتا، وہ اور آگے بڑھتے حتی کہ ان کے اور سامنے کی دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تھا، پھر نماز پڑھتے، آپ وہ جگہ ڈھونڈتے تھے جو انھیں بلال رضی اللہ عنہ نے بتائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی تھی۔ اور انھوں نے کہا: ہم میں سے کسی کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ بیت اللہ میں جس جگہ جی چاہے نماز پڑھ لے۔[4]

نمازی کو چاہیے کہ اپنے اور سترے کے مابین کسی کو گزرنے نہ دے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّ مَعَهُ الْقَرِينَ»

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب قدر كم ينبغي أن يكون بين المصلي والسترة، حديث: 496، وصحيح مسلم، الصلاة، باب دنو المصلي من السترة، حديث: 508، وسنن أبي داود، الصلاة، باب الدنومن السترة، حديث: 696. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب سترة الإمام سترة من خلفه، حديث: 494. [3] صحيح مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة، حديث: 499. [4] صحيح البخاري، الصلاة، باب: 97، حديث: 506.

”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کسی کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دے۔ اگر گزرنے والا (رکنے سے) انکار کرے تو چاہیے کہ اس سے لڑائی کرے، بلاشبہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔“ [1]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:

«إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ»

”جب تم میں سے کوئی سترے کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو جو اس کے لیے لوگوں سے اوٹ ہو، تو اگر کوئی اس کے سامنے سے گزرنے کی کوشش کرے تو چاہیے کہ اسے روکے، وہ انکار کرے تو اس سے لڑائی کرے، بلاشبہ وہ شیطان ہے۔“ [2]

اگر کسی نمازی نے سترہ نہ رکھا ہو تو اس کے سامنے سے گدھے، عورت اور کالے کتے کے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ عبداللہ بن صامت، جناب ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَإِنَّهُ يَسْتُرُهُ إِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ، فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ». قُلْتُ: يَا أَبَا ذَرٍّ! مَا بَالُ الْكَلْبِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْفَرِ؟ قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَمَا سَأَلْتَنِي، فَقَالَ: «اَلْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ»

”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے مثل کوئی چیز اس کے لیے سترہ (اوٹ) بن سکتی ہے۔ اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز نہ ہو تو گدھا، عورت اور کالا کتا اس کی نماز کو توڑ دیتے ہیں۔“ میں (عبداللہ) نے کہا: اے ابوذر! لال یا پیلے کتے کے مقابلے میں کالے کتے کی کیا خصوصیت ہے؟ انھوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات پوچھی تھی جو تم نے دریافت کی ہے تو آپ نے فرمایا تھا: ”کالا کتا شیطان ہوتا ہے۔“ [3]

---

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، حديث: 506. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب يرد المصلي من مرَّ بين يديه، حديث: 509، وصحيح مسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، حديث: 505.

[3] صحيح مسلم، الصلاة، باب قدر مايستر المصلي، حديث: 510، وسنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقطع الصلاة، حديث: 702.

نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے: جناب عبداللہ بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ، خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ». قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَدْرِي قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ شَهْرًا، أَوْ سَنَةً؟

"نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اگر خبر ہو کہ اس کے لیے کس قدر (سزا) ہے تو اسے (نمازی کے سامنے سے) گزرنے کے مقابلے میں چالیس مدت کھڑا رہنا بہتر ہو۔" ابونضر کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن کہا، یا مہینے یا سال۔"[1]

امام کا سترہ مقتدی کے لیے بھی سترہ ہوتا ہے: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں ان دنوں بلوغت کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، آپ کے سامنے کوئی دیوار نہیں تھی، میں صف کے ایک حصے کے سامنے سے گزر آیا، گدھی سے اتر کر اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود صف میں شامل ہو گیا تو اس پر کسی نے مجھ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔[2]

نماز کی قولی و فعلی سنتیں

دعائے افتتاح (ثناء): ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے تکبیر کہتے تو قراءت سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہتے، میں نے آپ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! تکبیر اور قراءت کے درمیان آپ خاموش رہتے ہیں، اس دوران میں آپ کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میں کہتا ہوں:

«اَللّٰهُمَّ! بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اَللّٰهُمَّ! نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ! اِغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ»

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب إثم المار بين يدي المصلي، حديث: 510، وصحيح مسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، حديث: 507. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب سترة الإمام سترة من خلفه، حديث: 493، وصحيح مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة......، حديث: 504.

''اے اللہ! میرے اور میری غلطیوں کے درمیان اس قدر فاصلہ کر دے جس قدر تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے، اے اللہ ! مجھے میری غلطیوں سے پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ! مجھ سے میری غلطیاں دھو ڈال برف سے، پانی سے اور اولوں سے۔''[1]

تعوذ (اللہ کی پناہ مانگنا): اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾

''جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ لے لیا کریں۔''[2]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو شروع میں ثناء پڑھتے، پھر کہتے:

«أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ»

''میں شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے، اس بات سے کہ شیطان مردود مجھے جنون یا تکبر میں مبتلا کر دے یا (باطل) اشعار میں لگا دے۔''[3]

آمین پکارنا: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ: «آمِينَ» وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ»

''رسول اللہ ﷺ قراءت میں ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہنے کے بعد آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو بلند فرماتے۔''[4]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، بلاشبہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی، اس کے

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب مايقول بعد التكبير، حديث: 744، وصحيح مسلم، المساجد، باب مايقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة، حديث: 598 واللفظ له. [2] النحل 98:16. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللّٰهم وبحمدك، حديث: 775، وجامع الترمذي، الصلاة، باب مايقول عند افتتاح الصلاة، حديث: 242، ومسند أحمد: 50/3. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب التأمين وراء الإمام، حديث: 932، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في التأمين، حديث: 248.

پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" [1]

پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملانا: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھا کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں (صرف) فاتحۃ الکتاب۔ بسا اوقات ہمیں کوئی نہ کوئی آیت (بلند آواز سے) سنوا دیا کرتے تھے اور آپ کی پہلی رکعت دوسری کی نسبت زیادہ لمبی ہوا کرتی تھی۔ آپ نماز عصر اور فجر میں بھی یہی طرز عمل اختیار فرماتے تھے۔ [2]

بعض اوقات پچھلی دو رکعات میں بھی قراءت کر لینا سنت ہے: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک میں تقریباً تیس تیس آیات قراءت فرماتے اور آخری دو رکعتوں میں اندازاً پندرہ پندرہ آیات، یا انھوں نے کہا کہ پہلی کی نصف کے برابر تلاوت کرتے اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں تقریباً پندرہ پندرہ آیات اور اس کی آخری دو رکعتوں میں ان کے نصف کے برابر۔ [3]

نماز فجر اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت بلند آواز سے اور ظہر اور عصر کی تمام رکعتوں میں، مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری چوتھی رکعت میں قراءت خاموشی سے کرنا سنت ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ صبح اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں اور جمعے میں قراءت بلند آواز سے ہو اور ظہر، عصر کی تمام رکعات، مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری چوتھی رکعت میں قراءت خاموشی سے ہو۔ اس پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہ امور صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ [4]

اور امام ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ صبح کی دونوں رکعتوں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جس نے قراءت بلند آواز سے کی، اس نے درست کیا اور جس نے عشاء کی آخری دو، مغرب کی تیسری اور ظہر و عصر کی سب رکعتوں میں سری قراءت کی، اس نے درست کیا۔ [5]

اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ جن احادیث کی طرف امام نووی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(1) قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز میں ﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝﴾

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، حديث: 780. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب يقرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب، حديث: 776، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، حديث: 451، ومسند أحمد: 305/5. [3] صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، حديث: 452، ومسند أحمد: 85/3. [4] المجموع: 355/3. [5] مراتب الإجماع، ص: 39.

پڑھتے ہوئے سنا۔[1]

(2) عمرو بن حُرَیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فجر کی نماز میں ﴿وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔[2]

(3) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعے کے دن فجر کی نماز میں سورۂ ﴿الٓمٓ ۝ تَنْزِيلُ﴾ «السجدة» اور ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ﴾ اور نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ اور منافقون تلاوت کرتے تھے۔[3]

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (مغرب اور عشاء کی) پہلی دو رکعتوں میں (جہری) قراءت کے بارے میں کسی صریح حدیث کا مجھے علم نہیں ہو سکا۔ اس بارے میں عمدہ ترین دلیل مسلمانوں کا اجماع ہی ہے جس کا امام نووی نے قبل ازیں ذکر کیا ہے۔[4]

رکوع اور سجدے میں تسبیحات: حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی...... اس روایت کے آخر میں بیان ہے کہ پھر آپ نے رکوع کیا اور «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» پڑھنے لگے...... پھر سجدہ کیا تو «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» پڑھا۔[5]

رکوع وسجدہ میں جانے اور ان سے اٹھنے کے لیے تکبیر کہنا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور رکوع سے کھڑے ہوتے ہوئے «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» کہتے اور کھڑے ہو کر «رَبَّنَا! وَلَكَ الْحَمْدُ» کہتے، پھر سجدے کے لیے جھکتے وقت تکبیر کہتے، پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدے کو جاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ آپ ساری نماز اسی طرح ادا فرماتے حتی کہ اسے مکمل کر لیتے۔ جب آپ دوسری رکعت کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تب بھی تکبیر کہتے۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نماز کے معاملے میں تم سب سے بڑھ کر نبی ﷺ کے مشابہ ہوں۔[6]

---

[1] صحیح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حدیث: 457. [2] صحیح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حدیث: 456. [3] صحیح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في يوم الجمعة، حدیث: 879. [4] إرواء الغليل: 64/2. مغرب اور عشاء کی نماز میں بھی جہری قراءت نبی ﷺ سے ثابت ہے، دیکھیے: صحیح البخاري، الأذان، باب الجهر في المغرب، حدیث: 765، وباب الجهر في العشاء، حدیث: 766. [5] صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حدیث: 772. [6] صحیح البخاري، الأذان، باب التكبير إذا قام من السجود، حدیث: 789، وصحیح مسلم، الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة......، حدیث: 392 واللفظ له.

رکوع سے اٹھنے پر «ربنا ولك الحمد» کے ساتھ اور کوئی ماثور دعا پڑھنا: عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا! لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»

''اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے آسمانوں کی بھرائی کے برابر اور زمین کی بھرائی کے برابر اور ان کے علاوہ اس چیز کی بھرائی کے برابر جو تو چاہے۔'' [1]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو کہتے:

«اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا! لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلُ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»

''اے اللہ! ہمارے رب! تیری ہی تعریف ہے اس قدر کہ تمام آسمان بھر جائیں، ساری زمین بھر جائے اور زمین و آسمان کے مابین ساری فضا تیری ہی حمد و ثنا سے لبریز ہو جائے اور اس کے بعد بھی تیری اس قدر حمد و ثنا ہو جتنی تو چاہے۔ اے لائق حمد و ثنا برگزیدہ ترین ہستی! جو تو عنایت فرما دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے، وہ کوئی دینے کی سکت نہیں رکھتا اور تیرے مقابلے میں کسی عزت والے کی عزت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔'' [2]

رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک روز نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» کہا تو آپ کے پیچھے ایک آدمی نے کہا: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ» (اے ہمارے رب! تیری ہی تعریف ہے بہت زیادہ انتہائی پاکیزہ اور برکت والی۔) جب نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

«مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟» قَالَ: أَنَا، قَالَ: «رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا، أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ»

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقول إذا رفع رأسه مِنَ الركوع، حديث: 476. [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقول إذا رفع رأسه من الركوع، حديث: 478.

"کون تھا بولنے والا؟" ایک شخص نے کہا: میں تھا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا ہے جو اس کی طرف لپک رہے تھے کہ کون ان میں سے پہلے لکھ لے۔"[1]

دو سجدوں کے درمیان دعا: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے: «رَبِّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْزُقْنِي وَارْفَعْنِي»

"اے میرے رب! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، میری کمزوریوں کی اصلاح فرما دے، مجھے رزق عنایت فرما اور مجھے سرفراز فرما۔"[2]

پہلے تشہد کے بعد رسالت مآب ﷺ پر درود پڑھنا: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم آپ کی مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے۔ رات کے وقت جب اللہ تعالیٰ چاہتا، انھیں اٹھا دیتا۔ آپ مسواک کرتے، وضو فرماتے اور نو رکعات پڑھتے۔ آپ کسی رکعت میں نہ بیٹھتے، صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے اور اس کے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے، پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے، نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھتے، اللہ کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا کرتے اور اس کے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے اور دعا کرتے، پھر سلام پھیر دیتے۔[3]

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام پہلے تشہد میں اپنے لیے اسی طرح درود پڑھتے تھے جس طرح آخری تشہد میں پڑھتے تھے اور یہ ایک اہم علمی نکتہ ہے۔ اسے پلے باندھ لیجیے بلکہ ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑ لیجیے۔ یہ نہ کہا جائے کہ ایسا صرف رات کی نفلی نماز میں ہوتا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جو بات ایک نماز میں مشروع ہے، وہ دوسری نماز میں بھی بلا تفریق فرض و نفل مشروع ہے۔ جو کسی فرق کا مدعی ہو، اسے دلیل پیش کرنی چاہیے۔ الخ[4]

دوسرا سلام پھیرنا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں اور بائیں جانب اس طرح سلام کہا کرتے تھے کہ آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی اور سلام کے الفاظ یہ ہیں:

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ» «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ»[5]

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب: 126، حديث: 799. [2] سنن أبي داود، الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين، حديث: 850، وجامع الترمذي، الصلاة، باب مايقول بين السجدتين، حديث: 284، سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب مايقول بين السجدتين، حديث: 898 واللفظ له. [3] مسند أبي عوانة، الصلوات، باب بكم ركعة يوتر، حديث: 2295، و سنن النسائي، قيام الليل، باب كيف الوتر بتسع، حديث: 1721. [4] تمام المنة، ص: 224، 225. [5] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في السلام، حديث: 996، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في التسليم في الصلاة، حديث: 295.

رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی ایک سلام پر بھی اکتفا فرماتے تھے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نماز میں اپنے چہرے کے رخ پر سامنے کی طرف ایک سلام کہتے اور چہرہ تھوڑا سا دائیں طرف کر لیتے۔ [1]

رفع الیدین کرنا: تکبیر تحریمہ کے لیے اور رکوع کو جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے ہوئے اور تیسری رکعت کے لیے درمیانی تشہد سے اٹھ کر دونوں ہاتھ کانوں تک یا کندھوں تک اٹھانا۔ یہ سنت درج ذیل احادیث سے ثابت ہے:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے جو آپ کے کندھوں کے برابر آ جاتے، پھر آپ اللہ اکبر کہتے۔ [2]

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو دونوں ہاتھ کانوں کی لو کے برابر تک اٹھاتے۔ [3]

جناب نافع روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے۔ اسی طرح رکوع سے اٹھتے ہوئے جب «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ» کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر جب دو رکعتوں سے تیسری رکعت کے لیے اٹھتے تب بھی رفع الیدین کرتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ عمل نبی ﷺ سے منسوب کیا۔ [4]

سینے پر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا: سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔ ابو حازم کہتے ہیں: مجھے یہی علم ہے کہ وہ یہ عمل نبی ﷺ ہی سے منسوب کرتے تھے۔ [5]

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ»

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر

[1] [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب: 106، حديث: 296، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب من يسلم تسليمة واحدة، حديث: 919. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع اليدين إذا كبر و إذا ركع وإذا رفع، حديث: 736، وصحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام......، حديث: 390. [3] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع اليدين إذا كبر و إذا ركع وإذا رفع، حديث: 737، وصحيح مسلم، الصلاه، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام والركوع......، حديث: 391. [4] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين، حديث: 739. [5] صحيح البخاري، الأذان، باب وضع اليمنٰى على اليسرٰى في الصلاة، حديث: 740.

سینے پر باندھا۔‘‘[1]

نظر سجدے کی جگہ پر رکھنا: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کی نظر سجدے کی جگہ سے دور نہ ہوئی حتی کہ آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ؟» فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ: «لَيَنْتَهِيَنَّ عَنْ ذٰلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ»

’’لوگوں کو کیا ہوا کہ اپنی نمازوں میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں؟‘‘ آپ نے یہ بات بڑی سختی سے ارشاد فرمائی حتی کہ آپ نے انتباہ فرمایا: ’’یا تو یہ لوگ اس کام سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔‘‘[3]

احادیث کی روشنی میں رکوع کی خاص کیفیت: جناب ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت تفصیل سے روایت کی ہے۔

اس روایت میں ہے:

«وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ»

’’آپ جب رکوع کرتے تو ہاتھ اپنے گھٹنوں پر جما لیتے، کمر کو دوہرا کرتے اور برابر رکھتے (قوس کی طرح گولائی میں نہ رکھتے۔)‘‘[4]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ جب رکوع کرتے تو اپنا سر اوپر اٹھاتے نہ نیچے جھکاتے بلکہ درمیان میں برابر برابر رکھتے۔[5]

ابوحمید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقے سے میں تم سب سے زیادہ آگاہ ہوں، چنانچہ انھوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حال بیان کرتے ہوئے بتایا کہ پھر آپ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں

[1] صحيح ابن خزيمة، الصلاة، باب وضع اليمين على الشمال......، حديث:479 (243/1). [2] [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي: 158/5، والمستدرك للحاكم: 479/1 اور انھوں نے اسے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع البصر إلى السماء في الصلاة، حديث: 750. [4] صحيح البخاري، الأذان، باب سنّة الجلوس في التشهد، حديث: 828. [5] صحيح مسلم، الصلاة، باب مايجمع صفة الصلاة وما يفتتح به ويختتم به وصفة الركوع والاعتدال منه......، حديث: 498.

پر اس طرح رکھے گویا آپ انھیں پکڑے ہوئے ہیں اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کمان کی تانت کی طرح تنا ہوا رکھ کر اپنے پہلوؤں سے دور رکھا۔[1]

سجدے میں جاتے ہوئے ہاتھ زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ»

''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔''[2]

احادیث کی روشنی میں سجدے کی خاص کیفیت: جناب ابوحمید رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ کی نماز کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا:

«فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ»

''جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ رکھ لیتے نہ تو انھیں بچھا کر رکھتے، نہ انھیں سکیڑتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھتے تھے۔''[3]

براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ»

''جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیوں کو اٹھائے رکھو۔''[4]

ابن بُحَيْنَة رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں (کہنیوں) کو اتنا فراخ رکھتے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی۔[5]

ابوحمید رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت جس میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے، اس میں ہے کہ

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 734، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء أنه يجافي يديه عن جنبيه في الركوع، حديث: 260. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه، حديث: 840، وسنن النسائي، التطبيق، باب أول ما يصل إلى الأرض من الإنسان في سجوده، حديث: 1092. [3] صحيح البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، حديث: 828. [4] صحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود ووضع الكفين على الأرض......، حديث: 494. [5] صحيح البخاري، الأذان، باب يبدي ضبعيه ويجافي في السجود، حديث: 807، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود ووضع الكفين على الأرض......، حديث: 495.

آپ جب سجدہ کرتے تو اپنی رانوں (اور پیٹ) میں فاصلہ رکھتے اور اپنا پیٹ رانوں کے ساتھ نہیں لگاتے تھے۔ [1]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ایڑیاں آپس میں ملاتے تھے۔ [2]

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کے وقت انگلیاں آپس میں ملاتے تھے۔ [3]

احادیث کی روشنی میں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے تو) اپنا بایاں پاؤں بچھا لیتے اور دایاں کھڑا کر لیتے۔ [4]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر لے، اس کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ [5]

دو سجدوں کے درمیان کبھی کبھی ایڑیوں پر بیٹھنا بھی درست ہے: جناب ابوزبیر سے منقول ہے کہ انھوں نے طاؤس سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اقعاء (ایڑیوں پر بیٹھنے) کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: یہ سنت ہے۔ ہم نے ان سے کہا: ہم تو اسے آدمی کے لیے بہت برا سمجھتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا (نہیں) بلکہ یہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ [6]

جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عقبۃ الشیطان سے منع فرماتے تھے۔ [7]

عقبۃ الشیطان کی وضاحت: علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر صنعانی لکھتے ہیں: «عقبۃ الشیطان» کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آدمی اپنی ایڑیوں پر سرین رکھ کر بیٹھے، اسے اقعاء بھی کہا جاتا ہے۔ عبادلہ (ثلاثہ) یعنی عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے سجدوں کے درمیان یا درمیانی تشہد میں اس طرح بیٹھنے کو اختیار کیا ہے۔ اس کی دوسری صورت منع ہے، یعنی آدمی سرین زمین پر رکھے اور اپنی رانیں اور پنڈلیاں کھڑی کر لے اور اپنے ہاتھ زمین پر رکھے بیٹھا رہے جس طرح کتا بیٹھتا ہے۔ سجدے کی حالت میں اپنے بازو بچھا لینے کی بھی ممانعت پہلے گزر چکی ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانات سے مشابہت اختیار کرنے کی

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 735. [2] صحيح ابن خزيمة: 328/1، حديث: 654، والسنن الكبرى للبيهقي: 116/2. [3] صحيح ابن خزيمة: 324/1. [4] صحيح مسلم، الصلاة، باب مايجمع صفة الصلاة وما يفتتح به ويختم به......، حديث: 498، وسنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يرالجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، حديث: 783. [5] [صحيح] سنن النسائي، التطبيق، باب الاستقبال بأطراف أصابع القدم القبلة عند القعود للتشهد، حديث: 1159. [6] صحيح مسلم، المساجد، باب جواز الإقعاء على العقبين، حديث: 536، وسنن أبي داود، الصلاة، باب الإقعاء بين السجدتين، حديث: 845. [7] صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتتح به ويختم به......، حديث: 498، سنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يرالجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، حديث: 783.

ممانعت فرمائی ہے۔الخ.[1]

سجدے سے سیدھا اٹھ کر کھڑا نہ ہو بلکہ پہلے درست ہو کر بیٹھ جائے: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، چنانچہ جب آپ نماز کی طاق (پہلی یا تیسری رکعت میں ہوتے) تو سجدے سے سیدھے اٹھ کر کھڑے نہ ہوتے حتی کہ پہلے درست ہو کر بیٹھتے۔[2]

دونوں تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لیے بیٹھتے تو اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے اور (دائیں ہاتھ سے) ترپن (53) کی گرہ بناتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔ دوسری روایت ہے: آپ اپنی سب انگلیاں بند کر لیتے اور جو انگوٹھے کے ساتھ ہے، اس سے اشارہ کرتے۔[3]

اور ابو حمید رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت میں ہے کہ آپ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں کھڑا کر لیتے اور جب آخری رکعت میں ہوتے تو اپنا بایاں پاؤں آگے بڑھا لیتے اور دوسرا کھڑا رکھتے اور سرین پر بیٹھتے۔[4]

نماز میں مکروہ امور

پہلوؤں (کوکھ) پر ہاتھ رکھنا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو اپنے پہلو (کوکھ) پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔[5]

بلا ضرورت ادھر ادھر نظر دوڑانا: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: «هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ» ”یہ اچکنا ہے، شیطان اس طرح بندے کی نماز میں سے کچھ اچک لیتا ہے۔“[6]

[1] سبل السلام شرح بلوغ المرام بتحقيق المؤلف: 232/2. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب من استوى قاعدًا في وتر من صلاته ثم نَهَضَ، حديث: 823، وسنن أبي داود، الصلاة، باب النهوض في الفرد، حديث: 844. [3] صحيح مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة وكيفية وضع اليدين على الفخذين، حديث: 580، وسنن أبي داود، الصلاة، باب الإشارة في التشهد، حديث: 987. [4] صحيح البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، حديث: 828. [5] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب الخصر في الصلاة، حديث: 1220,1219، وصحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الاختصار في الصلاة، حديث: 545. [6] صحيح البخاري، الأذان، باب الالتفات في الصلاة، حديث: 751، وسنن أبي داود، الصلاة، باب الالتفات في الصلاة، حديث: 910 واللفظ له.

اپنے سامنے یا دائیں جانب تھوکنا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ»

''جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، لہٰذا نمازی اپنے سامنے یا دائیں جانب مت تھوکے، البتہ اپنی بائیں جانب پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔'' [1]

آسمان کی طرف نظر اٹھانا: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ، أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ»

''لوگ نماز کے دوران میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آ جائیں ورنہ یہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی۔'' [2]

کھانا سامنے حاضر ہو جائے یا قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو نماز جائز نہیں: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ»

''کھانا حاضر ہونے پر نماز ہوتی ہے نہ اس حالت میں کہ آدمی دو نجاستوں (بول براز) کی مدافعت کر رہا ہو۔'' [3]

نماز میں جمائی لینا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ»

''جمائی آنا شیطان کی طرف سے ہے۔ جب کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکنے کی کوشش کرے۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب ليَبْصُق عن يساره أوتحت قدمه اليسرٰى، حديث: 413، وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها والنهي عن بصاق المصلي بين يديه وعن يمينه، حديث: 551 واللفظ له. [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن رفع البصر إلى السماء في الصلاة، حديث: 428، ومسند أحمد: 108/5. [3] صحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام الذي يريد أكله في الحال......، حديث: 560، وسنن أبي داود، الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن؟ حديث: 89. [4] صحيح مسلم، الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب، حديث: 2994.

نمازی کا اپنے کپڑے یا بال سمیٹنا: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ»

''(ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں) ہم اپنے کپڑے سمیٹیں نہ بال۔'' [1]

سدل کرنا اور منہ ڈھانپنا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں سدل کرنے اور آدمی کے اپنا منہ ڈھانپنے سے منع کیا ہے۔ [2]

سدل کیا ہے؟ سدل یہ ہے کہ آدمی اپنے سارے بدن پر کپڑا لپیٹ لے حتی کہ اس کے ہاتھ بھی کپڑے ہی کے اندر چھپے رہیں اور وہ اسی حالت میں رکوع اور سجدہ کرے۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی کپڑے کا درمیانی حصہ سر پر رکھے، اس کے دونوں کناروں کو دائیں بائیں لٹکتا چھوڑ دے اور کندھوں پر نہ ڈالے۔ [3]

اشتمال الصماء: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ''اشتمالِ صمّاء'' سے منع فرمایا ہے۔ [4]

اشتمالِ صمّاء کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک کپڑے میں خوب لپٹ جائے اور کپڑا اس طرح لٹکائے رکھے کہ اس کے کنارے نہ اٹھائے۔ [5]

تشبیک (ہاتھوں کی قینچی بنانا): مطلب یہ کہ ہاتھوں کی انگلیاں باہم ایک دوسری میں ڈال لینا، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ ...... ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ»

''جب تم میں سے کوئی وضو کرے...... اور پھر (نماز کی غرض سے) مسجد کا ارادہ کر کے نکلے تو اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں مت ڈالے کیونکہ بلاشبہ وہ نماز میں ہے۔'' [6]

کنکریوں سے کھیلنا اور انھیں ایک سے زائد مرتبہ برابر کرنا: حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سجدے کی جگہ مٹی برابر کرنے کے متعلق فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب السجود على الأنف، حديث: 812، وصحيح مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلاة، حديث: 490. [2] سنن أبي داود، الصلاة، باب السدل في الصلاة، حديث: 643، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في كراهية السدل في الصلاة، حديث: 378، و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما يكره في الصلاة، حديث: 966، و مسند أحمد: 295/2 و 345. [3] النهاية لابن أثير: 320/2. [4] صحيح البخاري، الصلاة، باب مايستر من العورة، حديث: 368. [5] النهاية لابن أثير: 448/2. [6] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في الهدي في المشي إلى الصلاة، حديث: 562، ومسند أحمد: 241/4.

«إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً» ''اگر کرنا ہی پڑے تو (صرف) ایک بار!'' [1]

افعالِ نماز میں امام سے آگے بڑھنا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ، أَوْ لَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؟ أَوْ يَجْعَلَ اللهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ؟»

''تم میں سے جب کوئی اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے تو کیا اسے خوف نہیں آتا مبادا اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے جیسا بنا دے، یا اس کی شکل گدھے کی سی کر دے؟'' [2]

سجدے میں کلائیاں زمین پر بچھا لینا: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَنْبَسِطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ»

''سجدے میں اعتدال و اطمینان اختیار کرو اور کوئی شخص اپنے بازوؤں کو اس طرح نہ بچھائے جیسے کتا بچھاتا ہے۔'' [3]

سجدے کے لیے جاتے ہوئے ہاتھوں سے پہلے گھٹنے زمین پر رکھنا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ»

''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے، بلکہ چاہیے کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے۔'' [4]

نماز سے غافل کرنے والی اشیاء دیکھنا: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منقش چادر میں نماز پڑھی اور دوران نماز میں اس کے نقوش پر آپ کی نظر پڑتی رہی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب مسح الحصى في الصلاة، حديث: 1207، وصحيح مسلم، المساجد، باب كراهة مسح الحصى وتسوية التراب في الصلاة، حديث: 546. [2] صحيح البخاري، الأذان، باب إثم من رفع رأسه قبل الإمام، حديث: 691، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أوسجود ونحوهما، حديث: 427.
[3] صحيح البخاري، الأذان، باب لا يفترش ذراعيه في السجود، حديث: 822، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود ووضع الكفين على الأرض......، حديث: 493. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه، حديث: 840، وسنن النسائي، التطبيق، باب أول مايصل إلى الأرض من الإنسان في سجوده، حديث: 1091.

«اِذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ إِلٰى أَبِي جَهْمٍ، وَائْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي»

''میری یہ منقش چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور اس کی سادہ چادر لے آؤ، اس نے تو مجھے ابھی میری نماز سے مشغول کر دیا تھا۔''[1]

دوران نماز میں مباح اعمال

بچے کو اٹھا لینا: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) نماز پڑھتے تو (اپنی نواسی) امامہ دختر زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھائے ہوئے ہوتے۔ سجدہ کرتے تو اسے نیچے بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے۔[2]

سانپ، بچھو مار دینا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ»

''دو سیاہ چیزوں کو دوران نماز میں بھی قتل کر ڈالو، یعنی سانپ اور بچھو کو۔''[3]

اگر کوئی سلام کہے تو اسے اشارے سے جواب دینا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب لوگ رسول اللہ ﷺ کو دوران نماز میں سلام کرتے تھے تو آپ انھیں جواب کس طرح مرحمت فرماتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: اس طرح، اور اپنا ہاتھ پھیلا کر دکھایا۔[4]

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی ضرورت سے بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے بلایا اور فرمایا:

«إِنَّكَ سَلَّمْتَ عَلَيَّ آنِفًا وَّأَنَا أُصَلِّي»

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا صلّى في ثوب له أعلام ونظر إلى علمها، حديث:373، وصحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة في ثوب لَهُ أعلام ، حديث:556. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة، حديث:516، وصحيح مسلم، المساجد، باب جواز حمل الصبيان في الصلاة، وأن ثيابهم محمولة على الطهارة......، حديث:543. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب العمل في الصلاة، حديث: 921، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في قتل الأسودين في الصلاة، حديث:390. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب ردالسلام في الصلاة، حديث:927، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الإشارة في الصلاة، حديث:368.

''تم نے ابھی مجھے سلام کیا تھا جبکہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔''[1]

نماز میں رونا یا کراہنا: جناب مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ کے سینے میں جوش اور ابال سا تھا جیسے ہنڈیا میں ہوتا ہے اور یہ رونے کی وجہ سے تھا۔[2]

کسی کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تصفیق کریں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اَلتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ»

''سبحان اللہ کہنا مردوں کے لیے اور تصفیق عورتوں کے لیے ہے۔''[3]

مسلم کی روایت میں «فِي الصَّلَاةِ» ''نماز کے دوران میں'' کی صراحت ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اولاً نرمی سے، نہ مانے تو سختی سے روکنا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ»

''جب تم میں سے کوئی ایسی چیز کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو جو اس کے لیے لوگوں سے سترہ (رکاوٹ) ہو اور کوئی اس کے آگے سے گزرنے کی کوشش کرے تو اسے روکے، اگر انکار کرے (اور باز نہ آئے) تو اس سے لڑائی کرے (سختی سے روکے) کیونکہ بلاشبہ وہ شیطان ہے۔''[4]

امام کو لقمہ دینا: حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک بار) نماز پڑھائی تو ایک آیت چھوڑ گئے۔ (نماز کے بعد) ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! آیت تو اس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا:

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة......، حديث: 540، و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب المصلّي يسلم عليه كيف يردّ، حديث: 1018 واللفظ له. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب البكاء في الصلاة، حديث: 904، ومسند أحمد: 4/25. [3] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب التصفيق للنساء، حديث: 1203، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسبيح الرجل وتصفيق المرأة إذا نابهما شيء في الصلاة، حديث: 422. ہتھیلی کو ہتھیلی پر یا ہاتھ کی پشت پر مارنے کو تصفیق کہتے ہیں: معجم لغة الفقهاء. [4] صحيح البخاري، الصلاة، باب يرد المصلي من مرّ بين يديه، حديث: 509، وصحيح مسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، حديث: 505.

«هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا!» ”تو تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرا دی!“ [1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور آپ نے اس میں قراءت فرمائی مگر آپ کو کچھ مغالطہ ہو گیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے:

«أَصَلَّيْتَ مَعَنَا؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: «فَمَا مَنَعَكَ؟»

”کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟“ اس نے کہا:۔جی ہاں۔آپ نے فرمایا:”تجھے کس چیز نے روکا تھا؟ (مجھے آیت کیوں نہیں بتائی؟)“ [2]

بوقت ضرورت تھوڑا سا چل لینا: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز پڑھ رہے تھے، دروازہ اندر سے بند تھا، میں آئی، میں نے دروازہ کھولنے کا کہا تو آپ نے چل کر میرے لیے دروازہ کھول دیا اور پھر اپنی جگہ واپس چلے گئے۔انھوں نے یہ بھی وضاحت کی کہ دروازہ قبلے کی جانب تھا۔ [3]

سوئے ہوئے کو معمولی سا دبا دینا: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو رہی ہوتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلے کی طرف ہوتے، چنانچہ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے دبا دیتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پاؤں سیدھے کر لیتی۔فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں دیے نہیں ہوتے تھے۔ [4]

جیب سے رومال وغیرہ نکالنا یا اپنے کپڑے میں تھوک لینا: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي، فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قِبَلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى، فَإِنْ عَجِلَتْ بِهِ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهِ هٰكَذَا»

”جب تم میں سے کوئی کھڑا نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے چہرے کی جانب ہوتا ہے،

[1] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الفتح على الإمام في الصلاة، حديث: 907. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الفتح على الإمام في الصلاة، حديث: 907. [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب العمل في الصلاة، حديث: 922. [4] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة على الفراش، حديث: 382، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، حديث: 512.

لہٰذا اسے اپنے سامنے ہرگز نہیں تھوکنا چاہیے اور اپنی داہنی جانب بھی نہیں تھوکنا چاہیے۔ اگر تھوکنا ہی ہو تو بائیں جانب، اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لے۔ اگر اسے اچانک جلدی میں تھوک آجائے تو اپنے کپڑے کو یوں کر لے۔'' پھر آپ نے کپڑے کو ایک دوسرے پر لپیٹنے کے بعد مل کر دکھایا۔[1]

بوقت ضرورت نظر گھما کر اطراف میں دیکھنا یا قابل فہم اشارہ کرنا جائز ہے: جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو آپ کی تکبیر سنوا رہے تھے۔ آپ نے ہماری طرف توجہ کی (نظر گھمائی) تو ہمیں کھڑے ہوئے پایا، چنانچہ آپ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا تو ہم بیٹھ گئے اور آپ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔[2]

نماز کو باطل کرنے والے امور

نماز پڑھتے ہوئے جانے بوجھے (عمداً) بات چیت کرنا: معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ»

''بلاشبہ نماز میں لوگوں کی باتوں میں سے کوئی بھی بات جائز نہیں۔ اس میں تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن مجید کی قراءت ہوتی ہے۔''[3]

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نماز میں گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ ہم میں سے ایک اپنے ساتھی سے حسب ضرورت بات کر لیا کرتا تھا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝﴾

''اور تم سب نمازوں اور خاص طور پر درمیان والی نماز کی حفاظت کرو اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے، خاموش رہنے والے بن کر کھڑے ہو۔''[4]

---

[1] صحيح مسلم، الزهد، باب حديث جابر الطويل وقصة أبي اليسر حديث: 3008، وسنن أبي داود، الصلاة، باب في كراهية البزاق في المسجد، حديث: 485 بعد الحديث: 480. [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، حديث: 413، وسنن أبي داود، الصلاة، باب الإمام يصلي من قعود، حديث: 602. [3] صحيح مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحته، حديث: 537. [4] البقرة 2:238.

تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات چیت کرنے سے روک دیا گیا۔[1]

نمازی کے آگے سے بالغ عورت، گدھے یا سیاہ کتے کا گزر جانا: ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ: اَلْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ»

''عورت، گدھے اور کالے کتے کا گذرنا آدمی کی نماز کو توڑ دیتا ہے جب کہ اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز نہ ہو۔''[2]

یہ اس وقت ہے جب مذکورہ چیزیں نمازی اور سجدے کی جگہ کے درمیان سے گزریں۔

بے وضو ہونے کا یقین: جناب عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آدمی کو بعض اوقات نماز میں خیال سا آتا ہے کہ اسے کچھ ہوا ہے (باد شکم خارج ہوئی ہے) تو آپ نے فرمایا: «لَا يَنْفَتِلْ - أَوْ: لَا يَنْصَرِفْ - حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا»

''اسے نہیں جانا چاہیے...... یا پھرنا نہیں چاہیے...... حتی کہ آواز سنے یا بو محسوس کرے۔''[3]

نماز کی کوئی شرط یا رکن جانتے بوجھتے (عمدًا) بغیر عذر کے چھوڑ دینا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ اسی وقت ایک آدمی بھی مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی، پھر اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے اسے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''لوٹ جا اور نماز پڑھ لے، بلاشبہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ چلا گیا اور اس نے دوبارہ اسی طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے پڑھی تھی، پھر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کہا، آپ نے پھر فرمایا: ''لوٹ جا اور نماز پڑھ، بلاشبہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' اس طرح تین بار ہوا تو اس نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے! میں اس سے بہتر نہیں پڑھ سکتا، مجھے سکھا دیجیے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب ماينهٰى من الكلام في الصلاة، حديث: 1200، وصحيح مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحته، حديث: 539. [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب قدر ما يستر المصلي، حديث: 510، ومسند احمد: 155/5 واللفظ له. [3] صحيح البخاري، الوضوء، باب لايتوضأ من الشك حتى يستيقن، حديث: 137، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة ثم شك في الحدث فله أن يصلي بطهارته تلك، حديث: 361.

«إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا»

''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ، پھر قرآن سے کچھ پڑھ جو تجھے آسان ہو اور تجھے یاد ہو، پھر رکوع کر اطمینان کے ساتھ، پھر سر اٹھا حتی کہ سیدھا برابر کھڑا ہو جا، پھر سجدہ کر اور اطمینان سے سجدہ کر، پھر سر اٹھا حتی کہ اطمینان سے بیٹھ جا اور پھر اپنی ساری نماز میں اسی طرح عمل کر۔'' [1]

خالد بن معدان بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے پاؤں کی پشت پر ایک درہم برابر سفیدی سی تھی، یعنی اس جگہ پر وضو کا پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وضو دہراؤ اور (پھر) نماز بھی۔ [2]

نماز کے دوران میں ہنسنا: علامہ ابن منذر کہتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ نماز کے دوران میں ہنسنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ [3]

جان بوجھ کر کھانا پینا: علامہ ابن منذر کہتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص فرض نماز میں جان بوجھ کر کھائے یا پیے تو اس کے ذمے ہے کہ نماز دہرائے۔ [4]

اور جمہور کے نزدیک نفل کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ جو عمل فرض کو باطل کرتا ہے، وہ نفل کو بھی باطل کر دیتا ہے۔

نماز کے بعد دعائیں اور اذکار

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار اللہ سے استغفار کرتے، یعنی اللہ سے مغفرت اور معافی طلب کرتے اور پھر یہ دعا پڑھتے:

«اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ!»

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر وما يجهر فيها وما يخافت، حديث: 757، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، وإنه إذا لم يحسن الفاتحة ولا أمكنه تعلمها قرأ ما تيسر له من غيرها، حديث: 397. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب تفريق الوضوء، حديث: 175. [3] الإجماع، ص: 48/30. [4] الإجماع، ص: 47/30

''اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے، تو بڑی برکت والا ہے۔ اے عظمت و جلال اور عطا و اکرام والے!''[1]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر نماز کے بعد ان الفاظ میں اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بخیلی سے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس حال سے کہ رذیل عمر کی طرف لوٹا دیا جاؤں اور تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے۔''[2]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اَللّٰهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اور حکومت اسی کی ہے، ہر طرح کی تعریف کے لائق بھی وہی ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جو تو دینا چاہے، اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روک لے، وہ کوئی دے نہیں سکتا اور کسی غنی کو اس کا مال دار ہونا تیرے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔''[3]

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں، ملک اور حکومت اسی کی ہے، سب

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث:591، 592. [2] صحيح البخاري، الجهاد و السير، باب مايتعوذ من الجبن، حديث:2822 و 6365 و 6370. [3] صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، حديث:844، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث:593.

تعریفیں اس کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، برائی سے بچنا اور نیکی کی ہمت اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، تمام نعمتیں اور احسانات اسی کی طرف سے ہیں اور بہترین حمد و ثنا کا بھی وہی مستحق ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، ہم اپنی اطاعت کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہیں، چاہے یہ بات کافروں کو کتنی ہی بری لگے۔''

جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کا ہر نماز کے بعد ورد کیا کرتے تھے۔ [1]

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مُعَقِّبَاتٌ لَّا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ، أَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَّكْتُوبَةٍ، ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً، وَأَرْبَعًا وَّثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً»

''چند کلمات ہیں جو نماز کے بعد پڑھے جانے کے لائق ہیں، ہر فرض نماز کے بعد ان کا پڑھنے والا کبھی خسارے میں نہیں رہے گا: تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر۔'' [2]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا:

«أُوصِيكَ يَامُعَاذُ! لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ»

''اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا ہرگز نہ چھوڑنا:

''اے اللہ! میری مدد فرما اپنا ذکر کرنے، اپنا شکر کرنے اور اپنی بہترین عبادت کرنے میں۔'' [3]

ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَّكْتُوبَةٍ لَّمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ»

''جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا معمول بنا لیا تو اس کے جنت میں داخلے کے لیے سوائے موت کے اور کوئی چیز رکاوٹ نہ ہوگی۔'' [4]

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث: 594، وسنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا سلم، حديث: 1507. [2] صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث: 596. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1522، ومسند أحمد: 5/245-247.
[4] عمل اليوم والليلة للنسائي، حديث: 100. علامہ البانی نے الصحیحة میں اسے صحیح کہا ہے، حدیث: 972.

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں۔ [1]

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب صبح کی نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا»

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسے علم کا جو نفع آور ہو، ایسے رزق کا جو حلال اور پاکیزہ ہو اور ایسے عمل کا جو تیرے ہاں شرف قبولیت پائے۔“ [2]

نوافل کا بیان

نفلی نماز کا بیان

نفل نماز کی فضیلت: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ قیامت کے دن انسان کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ چنانچہ اگر اس کی نماز درست ہوئی تو یقیناً وہ شخص کامیاب و بامراد ہو گیا اور اگر نماز خراب ہوئی تو یقیناً وہ شخص خائب و خاسر ہو گیا۔ اگر اس کی فرض نماز میں سے کچھ کمی ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

«اُنْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ ؟ فَيُكْمِلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى ذٰلِكَ»

”دیکھو! کیا میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں؟ (اگر نوافل ہوں) تو وہ ان کے ذریعے سے فرائض کی کمی کو پورا کرے گا۔ پھر باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔“ [3]

ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: «سَلْ» ”مانگ لو (جو چاہتے ہو۔)“ میں نے عرض کیا: میں جنت میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں! آپ نے فرمایا: «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ ؟» ”اس کے علاوہ کچھ اور کہو۔“

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1523، والصحيحة للألباني، حديث: 1514. معوذات سے مراد قل أعوذ برب الفلق، قل أعوذ برب الناس اور قل هو الله أحد. (عبدالولی) [2] [صحيح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب مايقال بعد التسليم، حديث: 925، ومسند أحمد: 305/6. [3] [صحيح] سنن النسائي، الصلاة، باب المحاسبة على الصلاة، حديث: 466، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء أن أول ما يحاسب به العبد......، حديث: 413 واللفظ له.